سفرنامہ

محمد ابنِ جُبیر اندلسی

ترجمہ حافظ احمد علی خاں شوق

نفیس اکیڈمی۔ کراچی

سفرنامہ

المتوفی ۶۱۴ھ

محمد ابنِ جبیر اندلسی

اندلس ـ مصر ـ صقلیہ ـ شام ـ عراق اور
حجازِ مقدس کے چھٹی صدی کے حالات

مترجم
حافظ احمد علی شوق رامپوری

ترتیب و تبویب
شبیر حسین قریشی ایم، اے

نفیس اکیڈمی
اسٹریچن روڈ ـ کراچی ۱
قیمت مجلد دس روپے

طبع اول ———— مئی ۱۹۶۹ء

باہتمام ———— خالد اقبال گاہندری

فون نمبر ———— ۲۳۲۹۵۶

مطبوعہ

سپر آرٹ پریس کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابنِ جبیر اندلسی

از :- محمد اقبال سلیم گاھندری

ابن جبیر اندلسی کا سفرنامہ چھٹی صدی ہجری اور دوسری صلیبی جنگوں کے زمانے کی ایک اہم تاریخی دستاویز ہے - یہ سفر فاضل ابن جبیر نے غرناطہ سے ذی الحجہ ۵۷۸ھ میں شروع کیا تھا - صقلیہ، مصر، شام، فلسطین، عراق، لبنان اور حجاز مقدس کے تفصیلی حالات پر اس نے بہت کچھ لکھا ہے - اور جہاں کہیں جاتا ہے سیاسی و سماجی حالات اور عام معاشرت و معیشت پر نظر ڈالتا ہے اور ضروری تفصیلات کے ساتھ وہاں کے حالات کو اپنی یادداشت میں لکھتا جاتا ہے - یہ سفر محرم ۵۸۱ھ میں اس کے واپس وطن غرناطہ پہنچنے پر ختم ہوتا ہے - دو سال اس نے مشرق اوسط کے اسلامی ممالک میں گزارے ہیں اور وہ ایک صاحب نظر کی طرح دیکھتا بھی ہے اور ایک دانا عالم کی طرح تاریخی امور کی طرف اشارے بھی کرتا جاتا ہے - اس لئے اس کا یہ سفرنامہ تاریخ، جغرافیہ اور سفرنامہ سب ہی کچھ ہے -

یہ سفرنامہ عربی میں لکھا گیا تھا اور اس کے متعدد قلمی نسخے دنیا میں بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں اور اب تو عربی میں متعدد بار یورپ سے اور مصر سے بھی چھپ چکا ہے -

مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی متوفی ۱۹۲۷ء صرف ایک جید طبیب ہی نہیں بلکہ بڑے صاحب ذوق علمی آدمی تھے - ریاست رام پور سے ان کے اچھے تعلقات تھے رام پور کا مشہور سرکاری کتب خانہ انکی نگرانی میں تھا - حکیم صاحب مرحوم کو جب ابن جبیر کا سفرنامہ ملا تو

انھوں نے اس کا اردو ترجمہ کرنے کی فرمائش کتب خانہ کے ناظم جناب حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری (متوفی ۱۹۳۲ء) سے کی، اور حافظ صاحب مرحوم نے بڑی محنت سے اور بڑا عمدہ ترجمہ کر کے رام پور سے شائع کیا۔

حافظ احمد علی خاں شوق مرحوم مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کے تایا زاد بھائی اور اس خاندان کے بزرگ تھے انکی اور بھی چند تصنیفات و تراجم ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور ان کی ضخیم کتاب "تذکرۂ کاملان رام پور" ہے۔

یہ ترجمہ جو آپ کے پیش نظر ہے حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری مرحوم کا ترجمہ ہے کہیں کہیں زیر صفحہ سطر، دو سطر کا تشریحی نوٹ اس لئے بڑھا دیا گیا ہے کہ بعض مقامات اور واقعات کے سمجھنے میں ناظرین کو آسانی ہو جائے۔ اور کتاب کی افادیت مکمل ہو جائے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اردو پڑھنے والوں کو اس ترجمہ سے چھٹی صدی ہجری کے حالات سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مترجم کی التماس

ہر قوم کا ادبار و اقبال گو اس نئی روشنی کے زمانے میں اسباب پر منحصر سمجھا گیا ہے۔ مگر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ معاملات قضائے الٰہی کے تابع ہیں جس قوم کی سلطنت جاتی ہے اس کے ساتھ ہی تمام محاسن اور کمالات بھی زندہ درگور ہو جاتے ہیں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے ساتھ مسلمانوں کو بھی زوال شروع ہوا۔ اسلامی سلطنت کے بچے کھچے آثار قدیمہ باقی ہیں یہی تو ہمارے نواب اور رئیس ہیں اور ان کی چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں میں اسلامی اقدار کا پورا پر تو نہیں تو تھوڑی سی جھلک ضرور نظر آتی ہے۔ جب مسلمانوں کی سلطنت ہی یہاں سے مٹ گئی تو اس کے پرانے کارناموں کی کون حفاظت کرتا اس خالص الوالعزمی میں بھی بہت وسیع حصہ ہماری اس اسلامی ریاست رام پور نے لیا۔ شاہجہاں دہلی میں ایسی نادر مسجد بنا گئے کہ دنیا کے سات عجائبات میں شامل ہو گئی۔ مگر دست برد زمانے نے اس کے بھی کل پرزے ڈھیلے کر دیئے۔ مغلیہ سلطنت کا کون وارث بیٹھا تھا کہ اس اسلامی معبد کی درستی کرتا۔ اسی ریاست نے اس کی خبر گیری کی اور شاہجہاں کے نام کے ساتھ **نواب کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں** کا نام بھی صفحات تاریخ میں درج ہو گیا اسی طرح کے فیض عام کے کام ہزاروں اس ریاست سے ہو چکے ہیں۔ سب سے زیادہ عظیم الشان، کام جو اس ریاست نے کیا ہے وہ **کتب خانہ علوم و فنون مشرقیہ** ہے لاکھوں اسلامی علما و فضلا نے کیا کیا خون جگر پی کر کتابوں کے صفحات پر علوم و فنون عرب کے چمن لگائے۔ انقلاب سلطنت کے ساتھ بہت سے چمن باد مخالف کی نذر ہو گئے اور مصنفین کا نام بھی صفحۂ دنیا سے مٹ گیا ریاست رام پور نے ان چمنوں کی تختہ بندی اور آبیاری میں شاہانِ سلف کے پہلو بہ پہلو اولوالعزمی دکھائی اور چودہ ہزار نایاب کتابوں کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ **نواب خلد آشیاں** اسکے بانی تھے۔ مگر **نواب محمد حامد علی خاں بہادر** بھی اس کی تکمیل کے ساعی رہے۔ اس کا

تعلق ایک ایسی ذات مجموعہ الحسنات، فاضلِ اجل، عالم بے بدل، ماہر علوم وفنونِ حکمیہ، نقادِ اصول وقوانین ادبیہ کے سپرد کیا ہے کہ جو آج علمی مشاغل اور بہبودی عام میں اپنا نظیر وعدیل نہیں رکھتے اور ہر سال کتب قدیمہ تلاش کر کے خرید فرماتے رہتے ہیں چنانچہ تین ہزار روپے سال کی کتابیں ہر سال نئی خرید کر کتب خانے میں داخل ہو جاتی ہیں۔ وہ کون ہیں؟ ان کا نام نامی جناب حافظ حکیم محمد اجمل خاں دھلوی ہے۔

جناب ممدوح کے زیر مطالعہ اکثر کتب عربیہ رہتی ہیں اور اس عالی شان کتب خانہ کے لائبریرین ہونے کا شرف مجھ خاکسار کو حاصل ہے۔ اس لئے ایک روز ارشاد ہوا کہ، سفرنامہ ابن جبیر کا اگر عربی سے اردو میں ترجمہ ہو جائے تو تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مسلمانوں کی سیاحت کی ایک تازہ مثال مل جائے گی اور عام طور پر دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ مورخین عرب آج سے سات سو برس پہلے واقعات کو اسی طرح لکھتے تھے جس طرح اس انیسویں صدی میں تربیت یافتہ قومیں لکھتی ہیں۔

مجھے اپنی علمی بے مائیگی کا پورا یقین تھا۔ مگر تعمیل حکم سے سرتابی سوء ادبی سمجھی۔ اس ترجمہ کے واسطے میں نے اپنے مکرم ومعظم حاجی محمد اکبر خاں صاحب رامپوری کو تکلیف دی۔ ان کی عنایت کا کیا شکرا دا کروں اپنے تمام کاروبار ترک کر کے میری اس مصیبت کے شریک ہو گئے اثنائے ترجمہ میں بہت سی دقتیں پیش آئیں کچھ حصہ ان مشکلوں کا کتب خانے سے حل ہوا۔ اور کچھ حصہ خاص راس العلماء والافاضل۔ تاج الاماجد والاماثل جامع علوم معقول ومنقول، حاوی فنون فروع واصول حضرت مولانا محمد طیب مکی عرب مُدرّسِ اعلیٰ مدرسہ عالیہ رام پور زید اللہ سر مجدہ وافضالہ کی توجہ سے حل ہوا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ اگر مولانا ممدوح کی امداد نہ ہوتی تو یہ ترجمہ کبھی پورا نہ ہوتا تین مرتبہ میں نے اس ترجمہ کا اصل کتاب سے مقابلہ کیا اور تینوں بار خود ہی مسودہ صاف کیا پھر انگریزی اور عربی جغرافیوں کے مقامات کی تحقیق کے واسطے ہزاروں ورق الٹے تب کہیں یہ کتاب پوری ہوئی میں نے اپنی محنت میں کوئی کمی نہیں کی مگر غلطیوں سے پاک ہونے کا مجھے دعوےٰ نہیں جہاں اہل نظر کوئی غلطی دیکھیں اپنی عنایت سے مجھے مطلع کر دیں تاکہ اگر دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئے تو میں اسکی اصلاح کر دوں۔ خاکستار: حافظ احمد علی خاں شوق

(لائبریرین کتب خانہ رامپور و مالک مطبع احمدی رام پور، مئی ۱۹۰۰ء)

سوانح عمری محمد ابنِ جبیر
صاحب سفرنامہ

ابن جبیر کا نام محمد اور کنیت ابوالحسن ہے۔ کتاب الاحاطہ بما تیسر من تاریخ غرناطہ میں وزیر لسان الدین ابن الخطیب نے سلسلہ نسب یوں لکھا ہے: "محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن عبدالسلام بن جبیر الکنانی"۔ تاریخ مصر الکبیر میں شیخ تقی الدین احمد المقریزی نے اس کے نسب میں تھوڑا سا اختلاف کیا ہے اور اس طرح لکھا ہے: "محمد بن احمد بن جبیر بن محمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن مروان بن عبدالسلام بن مروان بن عبدالسلام بن جبیر"۔ دونوں مورخوں کے بیان کے موافق یہ آخری جبیر عبدالسلام کا باپ اندلس میں آکر آباد ہوا۔ اور یہ شخص ضمرہ بن بکر بن عبد قناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس کا بیٹا تھا۔ محرم ۱۲۳ھ میں بلج بن بشر بن عیاض القشیری کی فوج کے ساتھ اندلس میں آیا اور شذونہ میں مقیم ہوا۔

اس کے بعد ابن جبیر کے آبا و اجداد اندلس کی مختلف آبادیوں میں آباد ہوتے رہے مقریزی کے قول کے موافق ابن جبیر کی ولادت ہفتہ کی شب دسویں ربیع الاول ۵۴۰ھ میں بمقام بلنسیہ واقع ہوئی۔ ولادت گاہ کے تعین میں بعض مورخوں کو اختلاف ہے۔ سن شعور کو پہنچ کر اس نے شاطبہ میں اپنے باپ احمد بن جبیر سے حدیث شریف کا درس لیا۔ صاحب ملتمس کے قول کے مطابق اس کا باپ کاتب (میر منشی) تھا اور شاطبہ کے اکابروں میں شمار ہوتا تھا۔ ابن جبیر نے شاطبہ کی سکونت ترک کی اور غرناطہ میں بود و باش اختیار کی۔ یہاں وہ ابوسعید عثمان بن عبدالمومن والی غرناطہ کا کاتب مقرر ہوا۔ شیخ احمد المقریزی

نے اپنی کتاب نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب کے پانچویں باب میں ابن رفیق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز عبدالمومن نے مے نوشی کے جلسہ میں کسی کام کے لئے ابن جبیر کو طلب کیا۔ وہ حسب الطلب حاضر ہوا اور اس کی جانب بھی جام شراب بڑھایا گیا۔ ابن جبیر نے عرض کیا کہ میں نے کبھی شراب نہیں پی ہے۔ اس پر کچھ تو حمیت سلطنت اور کچھ نشے کی ترنگ کے سبب سے قسم کھاکر کہدیا کہ اب تو سات جام پینا پڑیں گے۔ مجبور ہوکر اس نے سات جام پئے اور عبدالمومن نے اس اتباع حکم کے صلہ میں اس جام کو سات بار اشرفیوں سے بھر کر انعام دیا۔ ابن جبیر نے گھر آکر مصمم ارادہ کرلیا کہ اس گناہ کے کفارہ میں حرمین شریفین کی زیارت کو جاؤں گا۔ اور اس ارادہ کو اپنے آقا سے ظاہر کرکے سفر کی اجازت حاصل کی۔ آخر کار تمام املاک اور جائداد کو فروخت کرکے زادراہ کا انتظام کیا اور عبدالمومن کے عطیہ کو خیرات کردیا۔

ابن الخطیب کا بیان ہے کہ اس سفر کے واسطے وہ جمعرات کے دن آٹھویں شوال ۵۷۸ھ کو غرناطہ سے روانہ ہوا۔ اس دور دراز سفر میں اس کا رفیق ابوجعفر احمد بن حسان تھا یہ شخص اندہ علاقہ بلنسیہ کا باشندہ تھا اور مقری یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ علم طب کا بڑا محقق اور ماہر تھا اور اس کی تصانیف اس علم میں موجود ہیں۔ اس نے پچاس برس کی عمر میں بمقام مراکشی ۵۹۸ھ یا ۵۹۹ھ میں رحلت کی غرض کہ یہ دونوں شخص حج سے فارغ ہوکر علمائے مشرق کی فیض صحبت سے مستفیض ہوتے ہوئے دمشق میں آئے۔ یہاں ابوطاہر خشوعی ابوسعید بن عصرون اور ابومحمد القاسم بن عساکر وغیرہ علما کے مجالس درس میں حاضر ہوئے اور اپنے علوم کی تکمیل کرکے ان سے سندیں حاصل کیں۔ یہاں سے پلٹ کر دونوں شخصوں نے اہل مغرب کو حدیث اور فقہ کا درس دینا شروع کیا۔ واپسی میں مقام عکہ سے سوار ہوکر خلیج صقلیہ کی تباہی سے بچ کر ۲۲ محرم ۵۸۱ھ کو جمعرات کے دن غرناطہ میں واپس آئے۔

موجودہ سفرنامہ میں اسی سفر کے کل حالات قلم بند کئے ہیں۔ عبارات کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ کوئی لائق سے لائق مصور بھی ایسی صاف تصویر نہیں کھینچ سکتا۔ سفرنامہ کے لئے جن جن باتوں کی ضرورت اس زمانہ میں مانی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر آج سے

سات سو برس پہلے ان سے خوب واقف تھا اس لئے کہ اس سفر میں وہ جس جگہ گیا وہاں کے باشندوں کے خصائل۔ طرز معاشرت، بیوپار کے حالات، پیداوار کی کیفیت، آب و ہوا وغیرہ کی حالت، غرض کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اس نے نہ بیان کی ہو۔ اس کے سوا پولٹیکل اور ملک داری میں بھی وہ نہایت لائق ثابت ہوتا ہے ہر جگہ کے قلعہ کے حالات میں وہ فوجی معاملات کو مدنظر رکھ کر کیفیت لکھتا ہے اور مجمل الفاظ میں حملہ آوروں کے لئے مفید باتیں اور متحصنوں کے واسطے حفاظت کی تدبیریں بھی بتلاتا ہے۔ ابن خطیب کا تو یہ قول ہے کہ اس سفرنامہ کو اس نے راہ کے مقامات اور عجائبات عالم کے اظہار کے واسطے تصنیف کیا لیکن پولٹیکل مذاق کے لوگ سفرنامہ پڑھ کر قیاس لگا سکتے ہیں کہ اس نے اپنے آقا اور ولی نعمت والی اندلس کی فتوحات کی راہ صاف کرنے کے لئے غالباً اس سفرنامہ کو جمع کیا تھا۔

جس وقت سلطان صلاح الدین کے زبردست ہاتھوں سے بیت المقدس کی فتح ہوئی اور اسلامی پھریرا بیت المقدس پر لہرانے لگا اس خبر کو سنتے ہی ابن جبیر دوبارہ جمعرات کے دن ۹ ربیع الاول ۵۸۵ھ کو غرناطہ سے ممالک مشرقیہ کے سفر کو روانہ ہوا۔ اس دفعہ بھی وہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوا اور جمعرات کے دن ۱۳ شعبان ۵۸۷ھ کو غرناطہ میں واپس آیا۔

اس دوسرے سفر کے بعد نہیں معلوم کن اسباب سے اس نے غرناطہ کو چھوڑ دیا اور مالقہ میں جا رہا۔ مالقہ سے پھر سبتہ میں اور وہاں سے فاس میں جا کر اقامت اختیار کی فاس میں اس زمانہ میں حدیث شریف اور تصوف کا زیادہ چرچہ تھا اور اس سبب سے اس نے اشاعت علوم اور درس و تدریس کے واسطے بھی جگہ بہتر سمجھی۔ ابن جبیر کی بی بی کا نام عاتکہ اور کنیت ام المجد تھی۔ یہ عورت وزیر ابو جعفر الوقشی کی بیٹی تھی ابن جبیر کو اپنی بیوی سے بیحد انس تھا سبتہ میں بیوی کا انتقال ہوا۔ اور اس صدمہ سے وہ کچھ ایسا پریشان ہوا کہ وہاں سے زیارت بیت اللہ کے لئے چل دیا۔ مدت تک خانہ مطہر و مقدس میں رہا اور آخر کار مصر کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے اسکندریہ کو آیا اور مقریزی کے قول کے مطابق وہیں بدھ کے روز بتاریخ ۲۷ شعبان ۶۱۴ھ انتقال کیا۔

ابن جبیر کے اساتذہ و تلامذہ

ابن خطیب لکھتا ہے کہ "محمد ابن جبیر عالم فاضل۔ ادیب کامل۔ شاعر بے مثل۔ خوش خلق نیک افعال۔ صاحب ہمت۔ پاک نفس اور زہد و تقوے سے آراستہ تھا اس کی نظم اعلیٰ۔ نثر نادر کلام سلیس و پاکیزہ اور مضامین نفیس ہیں۔ اس کی خوبیاں بے شمار اور اس کے حالات مشہور ہیں۔ اس کی تصانیف میں سے سفرنامہ منفرد اور بے نظیر ہے اور اس کے فضل و کمال کا پورا پورا ثبوت ان مراسلات سے ہو سکتا ہے جو اس نے اپنے ہم عصر ادیبوں کو لکھے ہیں۔ اس نے اندلس میں اپنے باپ احمد بن جبیر۔ ابی الحسن بن محمد بن ابی العیش۔ ابی عبداللہ بن احمد بن عروس ابو عبداللہ الاصیلی سے حدیث پڑھی۔ اور ابی الحاج بن یسعون سے ادب حاصل کیا اور سبتہ میں ابو عبداللہ ابن عیسی التمیمی السبتی سے کتاب شفا پڑھی۔ ابو الولید بن سبکہ۔ ابو ابراہیم بن اسحٰق بن عبداللہ الغسانی التونسی۔ ابو الحفص عمر بن عبدالمجید بن عمر القرشی المیانجی وارد مکہ معظمہ سے سندیں حاصل کیں ابو جعفر احمد بن علی القرطبی الفنکی۔ ابو الحجاج یوسف بن احمد بن علی بن ابراہیم بن محمد البغدادی صدر الدین ابو محمد عبداللطیف الجخندی رئیس الشافعیہ اصفہان و بغداد۔ اور جمال الدین ابن الجوزی سے بغداد میں استفاضہ کیا۔ دمشق میں ابو الحسن احمد بن حمزہ بن علی بن عبداللہ بن عباس السلمی الجواری۔ ابو سعید عبداللہ بن محمد بن ابی عصرون۔ ابو الطاہر برکات الخشوعی اور ابو القاسم عبدالرحمٰن بن الحسین بن الاخضر بن علی بن عساکر سے حدیث کی تکمیل کی۔ عماد الدین ابو عبداللہ ابن محمد بن حامد الاصفہانی (عماد کاتب کے اجداد میں سے ہیں) کے کلام سے استفاضہ کیا ابو الولید اسمٰعیل بن علی بن ابراہیم۔ حسین بن ہبتہ اللہ بن محفوظ بن لفر الربعی۔ عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن ابی سعید الصوفی سے سندیں حاصل کیں اور حران میں ابو البرکات حیان بن عبدالعزیز اور ان کے صاحبزادے سے فیض حاصل کیا۔

ابن جبیر سفر مشرق سے پلٹ کر جب مغرب میں آیا تو وہاں تعلیم و تلقین کا سلسلہ قائم کیا ممالک مغرب میں اس کے شاگرد ابن عبدالملک کے بیان کے موافق ابو اسحٰق ابن مہیب ابن الواعظ ابو تمام بن اسمٰعیل۔ ابو الحسن بن نصر بن فاتح ابن عبداللہ بجائی۔ ابو الحسن شباری۔ ابو سلیمان ابن حوطہ اللہ۔ ابو ذکریا۔ ابو بکر یحییٰ بن محمد بن ابی الغصن۔ ابو عبداللہ بن حسن بن یحیر۔ ابو محمد بن حسن

اللوابن بن تاتیت۔ ابن محمد المورووری۔ ابوعمر بن سالم۔ عثمان بن سفیان بن اشخر التیمی التونسی وغیرہ ہیں۔ عبدالعباس بن عبدالمومن اسریشی جس نے مقامات حریری کی شرح لکھی ہے اس کے مستعد شاگردوں میں سے ہے۔ ان کے علاوہ اسکندریہ میں رشیدالدین ابومحمد عبدالکریم بن عطاء اللہ نے اور مصر میں رشیدالدین بن عطار۔ فخرالقضاۃ ابن الجبّاب اور اس کے بیٹے جمال القضاۃ نے ابن جبیر ہی سے تعلیم پائی۔ علامہ مقریزی نے مصر کے دو مشہور حفاظ ابومحمد المنذری اور ابوالحسین یحییٰ بن علی القرشی کو بھی اسی کا شاگرد بیان کیا ہے۔

ابن جبیر کی تصانیف

ابن عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے ابن جبیر کی تصانیف میں سے ایک دیوان دیکھا ہے جس کا حجم ابوتمام حبیب بن اوس کے دیوان کے برابر ہے اور اس کے دو حصے ہیں ایک حصہ کا نام جو اس نے اپنی بیوی ام المجد کے ماتم میں لکھا ہے۔ نتیجہ وجدالجوانح فی تابین القرین الصالح اور دوسرے حصہ کا نام جس میں ارباب زمانہ کی شکایت کی ہے۔ نظم الجمان فی التشکی من اخوان الزمان ہے۔ دیوان کے سوا اس کے مراسلات اور پند و نصائح بہت نادر ہیں۔ لیکن بجز سفرنامہ کے کوئی نسخہ مدون نہیں ہے۔ ابوالحسن شاری کا قول ہے کہ یہ سفرنامہ ابن جبیر کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کے مضامین کو اس کے کسی شاگرد نے ترتیب دے کر کتاب کی صورت بنا لیا ہے۔ مگر ولیم رائٹ جو انگلستان کا مشہور عالم ہے اور اس نے عربی سفرنامے کو ۱۸۵۲ء میں ایک قلمی نسخہ سے درست کر کے لیڈن میں چھپوایا ہے۔ اس خاص معاملہ میں یوں کہتا ہے: "اس سفرنامہ کی اندرونی حالت صاف بتا رہی ہے کہ یہ نسخہ خاص ابن جبیر کا مسودہ ہے اور کسی دوسرے شخص کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ دست ترتیب اس کی بعض غلطیوں اور سہو کو ضرور درست کر دیتا جیسا کہ ہمیں ابن بطوطہ کے سفرنامے سے ظاہر ہو رہا ہے۔"

ابنِ جبیر کے فضائل

ابن الخطیب نے اس کے اکثر بلیغ اشعار نقل کئے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حاضری کے وقت

جو قصیدہ اس نے لکھا ہے وہ بھی کتاب میں نقل کیا ہے اور ایک نہایت بلیغ نثر بھی جو بالکل مقفی اور مسجع ہے اور صنائع و بدائع سے بھری ہوئی ہے نقل کی ہے۔ علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ ابن جبیر بہت بڑا ادیب تھا۔ اس نے فن شعر اور کتابت میں کامل دست گاہ پیدا کی تھی اور اس کے ذریعہ سے خوب دنیا کمائی تھی۔ اس کے بعد معاملات دنیوی پر خاک ڈال کے زہد و تقویٰ اختیار کیا حج کو گیا اور واپسی میں بغداد و شام کے علمار کی خدمت سے مستفیض ہوا۔ مقری نے ابن جبیر کی تعریف میں بالکل علامہ مقریزی کے الفاظ تحریر کئے ہیں اور اس کے سفر کے حالات میں ابن خطیب کے اقوال لکھے ہیں صرف اس قدر زیادتی کی ہے کہ اس کے بہت سے مشہور اشعار اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں اور اس کی بابت مستند مورخوں کے اقوال بھی لکھ دیئے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن جابر الوردی کی نسبت لکھتا ہے کہ اس نے ابن جبیر کے سفر نامہ میں سے حالات دمشق کی بہت تعریف کی ہے اور ابو عبداللہ بن الحاج المعروف بہ مدغلیس صاحب موشحات نے اس کے اشعار کو بہت پسند کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن رفیق کہتا ہے کہ ابن جبیر کی قبر کے پاس دعار مستجاب ہوتی ہے اسی طرح ابو سعید اور ابو الربیع کے اقوال اس کے اشعار کی تعریف میں نقل کئے ہیں پھر اپنی کتاب کے ساتویں باب میں اہل اندلس کی مروت و جواں مردی کی تعریف کے ذیل ابن جبیر کی نسبت صاحب ملتمس کا یہ قول تحریر کیا ہے: "ابن جبیر اپنے احباب کے ساتھ احسان اور بندگان خدا کی حاجت روائی میں سعی کرنے پر بہت حریص تھا۔ مجھے ابن جبیر کے ساتھ خصوصیت تھی اور میرے دل میں مدت سے یہ شوق تھا کہ محمد عبدالمنعم بن القرس قاضی غرناطہ کی بیٹی کے ساتھ میرا عقد ہو جائے اس آرزو کو میں نے ابن جبیر سے ظاہر کیا اور اس نے کوشش کر کے مجھے کامیاب کرا دیا۔ اتفاق قضار و قدر سے میرے اور میری بیوی کے درمیان ناچاقی ہوئی اور موافقت کی کوئی صورت نظر نہ آئی مجبور ہو کر میں نے اس معاملہ کو بھی ابن جبیر سے ظاہر کیا اور مفارقت کی استدعا کی۔ ابن جبیر نے کہا کہ میں نے اس معاملہ میں تمہاری خوشی کے واسطے کوشش کی تھی اب اگر تمہاری خواہش مفارقت کی ہے تو اس میں بھی تمہاری مرضی کے موافق کوشش کروں گا۔ میں نے ان دونوں التجاؤں کے وقت ابن جبیر کے چہرہ پر رنج و کدورت یا اظہار احسان کا کوئی اثر نہیں پایا۔ بلکہ میری منشار کے موافق مفارقت بھی کرا دی اس کے بعد

ایک روز ابن جبیر نے آکر میرے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا تو ایک تھیلی سو دینار مومنیہ کی اس کے پاس تھی۔ مجھ سے کہنے لگا کہ تمہاری شادی میرے توسط سے ہوئی تھی ضرور ہے کہ تم نے اس مقدار موجودہ کے برابر نقصان اٹھایا ہوگا اس لئے میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری خاطر سے یہ رقم اپنے نقصان کے عوض میں قبول کرو۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کے اظہار میں کوئی حجاب نہیں ہے کہ جس طرح میں نے اپنے باپ کا بہت سا مال ایام شباب کی خواہشوں میں تلف کیا اسی طرح یہ رقم بھی برباد کردوں گا اس صورت میں جب آپ کو میری خواہشوں پر اطلاع ، ہوگئی تو آپ کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس رقم کا مجھے مالک بنائیں یہ بات سن کر ابن جبیر مسکرایا اور کہا کہ تم نے اچھے حیلہ سے اپنی جان اس احسان سے بچائی۔

اس کے بعد صاحب ملتمس کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے ابو عمران مارتلی زاہد نے ابن جبیر کے بہت سے اوصاف بیان کئے اور کہا" کہ ایسا شخص میرے دیکھنے میں نہیں آیا" اور پھر مقری نے عبدری کی کتاب سے ابن جبیر کے وہ فقرے نقل کئے ہیں جو اس نے اسکندریہ کے محصول وصول کرنے والوں کی شکایت میں لکھے ہیں اور آخر میں وہ قصیدہ بھی لکھا ہے جو اس نے صلاح الدین کے نام پر اسکندریہ کے کارپردازان محصول کی شکایت میں لکھا تھا۔

موجودہ سفرنامہ کی بابت رائیں

ولیم رائٹ کا بیان ہے کہ: اس سفرنامہ عربی کا قلمی نسخہ مجھے لیڈن یونیورسٹی کے کتب خانے میں ملا۔ اس نسخہ کو عبدالقادر بن عبدالوہاب بن عبدالمومن قرشی نے ۸۷۵ھ میں خاص مکہ معظمہ میں ایک مغربی خط کے نسخہ سے دو سو دس صفحوں میں نقل کیا تھا۔ اس سفرنامہ کا نام نقل کنندہ نے کتب اعتبار الناسك فی ذکر الآثار الکریمہ والمناسك تحریر کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ نام بالکل گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ مصنف نے اگر سفرنامہ کا یہی نام رکھا ہوتا تو اس کے آغاز میں ضرور لکھتا۔ حالانکہ آغاز کتاب میں اس نسخہ کی پیشانی پر تذکرۃ بالاخبار عن اتفاقات الاسفار لکھا ہے اور دوسرے مورخوں نے اس کو رحلہ ابن جبیر کے نام سے یاد کیا ہے۔

نقل کنندہ نے اس نسخہ کی تحریر میں اس قدر تیز دستی سے کام لیا ہے کہ الفاظ کی بے ترتیبی کے علاوہ جا بجا بہت سے لفظ لکھنے سے بھی رہ گئے ہیں اس کے علاوہ فقروں کی ترتیب کا تو کوئی لحاظ ہی نہیں کیا گیا ہے۔ مغربی قلمی نسخوں کے پڑھنے والے جان سکتے ہیں کہ اس بے ترتیبی سے کیسی دقتیں پیش آسکتی ہیں۔ مگر میں نے اپنے فہم کے موافق حتی الامکان غلطیوں کی درستی کر دی ہے جو لفظ حسب ضرورت میں نے اپنی طرف سے داخل کیا ہے اس کو بریکٹ (قوس) میں لکھا ہے اور اگر کسی لفظ کی جگہ کوئی دوسرا لفظ بنایا گیا ہے تو اس کی کیفیت متن کے نیچے نوٹ کرکے لکھ دی ہے مگر جس لفظ کی درستی میرے امکان سے باہر تھی اسکی صرف موجودہ شکل کی نقل کر دی ہے اور اس کی درستی سے زیادہ بحث نہیں کی ہے انگریزی اور عربی تاریخوں اور سنوں کے مطابقت میں قاعدہ کے موافق حساب لگا کر حتی الوسع صحت کا اہتمام کیا ہے۔ مگر پھر بھی وثوق کے قابل نہیں ہے مقامات کے ناموں کی تحقیق اور تدقیق میں پروفیسر جینبول جغرافیہ دان کی امداد سے کوشش کی ہے لیکن تاہم ان کی پوری پوری وضاحت سے معذور رہوں۔ کیونکہ بعض مقامات پر کاتب کی تیز دستی سے مقامات کے نام خراب ہو گئے ہیں اور بعض موقعوں پر خود مصنف کی غلطی بھی پائی جاتی ہے۔

اس نسخہ کی صحت کے لئے ہمیں کہیں دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ البتہ اسکوریال کے کتب خانہ میں ایک اور قلمی نسخہ ہے مگر وہ اس نسخہ کا بہت ہی مختصر خلاصہ ہے۔ اس سے کسی قسم کی مدد ملنی دشوار ہے اس کتاب کے کامل نسخہ کے ملنے کی امید شمالی افریقہ میں تو پائی جاتی ہے مگر مصر اور قاہرہ وغیرہ سے بالکل ناامیدی ہے۔ کیونکہ حاجی خلیفہ (صاحب کشف الظنون) نے جو اس سفرنامہ کا ذکر کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے اس کتاب کو اپنی نظر سے نہیں دیکھا تھا اس لئے کہ اس نے اس کتاب کو رحلتہ الکنانی سے موسوم کیا ہے حالانکہ آج تک کسی مورخ نے اس نسخہ کو اس لقب سے یاد نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلے مورخوں کو اس کتاب کے حالات سے بالکل آگہی نہ تھی۔ ان لوگوں نے دمشق وغیرہ کے حالات میں جو کچھ مدد لی ہے وہ سرلیشی کی تحریر سے لی ہے۔ کیونکہ سرلیشی نے مقامات حریری کی شرح میں کل حالات کا اس سفرنامہ سے اقتباس کیا ہے۔ صرف المقری کی تحریر سے گمان ہوتا ہے کہ شاید کوئی نسخہ اس سفرنامہ کا اس کے پاس موجود ہو۔ بہرکیف ہم نے جو کچھ درستی اس کتاب

کے متن میں کی اس کو ان لوگوں کی تحریروں سے مطابق کر لیا ہے جنھوں نے اکثر مقامات پر اس سفر نامہ کا اقتباس کیا ہے۔

پچھلے سیاحوں میں سے تین آدمی قابل تحریر ہیں۔ ایک ان میں سے عبدری ہے۔ یہ شخص مضافات سوس الاقصیٰ میں سے حاحہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے ۶۸۸ھ (۱۲۸۹ء) میں مکہ معظمہ کی زیارت کے واسطے سفر کیا۔ شمالی افریقہ میں ہوتا ہوا اسکندریہ پہنچا اور وہاں سے براہ خشکی مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ وہاں سے بیت المقدس ہوتا ہوا پھر اسکندریہ کی راہ سے اپنے وطن کو پلٹ کر آیا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ابن جبیر کے سفرنامہ سے اقتباس کر کے دو تین جگہ ابن جبیر کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے مشہور اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ اس کا سفرنامہ بھی شائع ہونے کے قابل ہے مگر افسوس کہ اس یونیورسٹی میں اس کا کوئی عمدہ نسخہ نہیں ہے۔

دوسرا سیاح بلوی ہے۔ اس کا نام قاضی ابوالبقا خالد ابن عیسیٰ ہے۔ یہ دریائے منظورہ کے کنارے قلنوریہ کا رہنے والا تھا۔ وہ ۷۳۶ھ میں اسپین سے چل کر تونس میں آیا اور وہاں سے شام کے قافلے کے ساتھ ممالک عرب میں پہنچا اس کے عالیشان سفرنامے کا نام تاج المفرق فی تحلیۃ علما المشرق ہے۔ ابن الخطیب نے اس کی مقفی عبارت کو عماد الدین الاصفہانی کی تحریر کا سرقہ بیان کیا ہے۔ ہم اپنی تحقیق میں اس الزام پر یہ بات اور اضافہ کرتے ہیں کہ اس سیاح نے اسکندریہ، قاہرہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات بالکل بالکل ابن جبیر کے سفرنامے سے چرائے ہیں اس لئے کہ اس نے ان مقامات کے حال میں ابن جبیر کی ترتیب عبارت کو بدل کر لفظوں کی الٹ پھیر میں اپنے سرقہ کو چھپایا ہے۔ جن فقروں سے افشائے راز کا گمان تھا ان کو بالکل چھوڑ دیا ہے اس کے اشعار اور امثال کے فقروں کو جا بجا سے انتخاب کر کے اپنی طولانی عبارت کے مقفی فقروں میں داخل کر کے بڑا لمبا چوڑا راگ گایا ہے۔ مگر چوری کہیں چھپ سکتی ہے ویسی ہی صاف نظر آتی ہے۔ اس کے سفرنامہ کا جو نسخہ ہم نے دیکھا ہے وہ گوتھا ڈیوکل کتب خانہ کا ہے اور بہت صاف لکھا ہوا ہے۔

تیسرا سیاح ابن بطوطہ ہے اس کا سفرنامہ بہت مشہور ہے اس نے اپنے سفرنامہ میں

حلب اور دمشق کے حالات کا ابن جبیر کے سفرنامہ سے اقتباس کیا ہے اس کے علاوہ بعض اور مقاموں پر بھی اس نے ابن جبیر کا حوالہ دیا ہے۔

علامہ مقریزی نے بھی الخطط والآثار میں عیذاب اور اخمیم کے حالات میں ابن جبیر ہی کے سفرنامہ سے انتخاب کیا ہے۔

تقی الدین الفاسی نے شفاء الغرام باخبار البلد الحرام میں عیذاب میں محصول لینے والوں کے حالات بھی اس سفرنامہ سے منتخب کیے ہیں۔

ابن جبیر کے سفرنامہ میں دمشق کی مسجد کے حالات کا مقابلہ کرنے کے واسطے کوئی اور تحریر نہیں ملی۔ البتہ ایک فارسی نسخہ سے صرف مختصر سا حال دریافت ہوا ہے۔ مگر لیڈن کے کتب خانے میں ایک نسخہ ہماری نظر سے گزرا جس پر نہ تاریخ ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔ اس نسخہ میں سلاطین مملوک کے حالات میں دمشق کی مسجد کا پورا پورا حال ابن جبیر کی تحریر کے موافق لکھا ہوا ہے۔ بلکہ بعض موقعوں پر بالکل اس کے سفرنامہ کے ہی الفاظ درج ہیں۔ صرف فقروں کی ترتیب میں کسی قدر فرق پایا جاتا ہے۔

الشریشی جو ان سب مورخوں سے مقدم اور ابن جبیر کا شاگرد ہے اس نے مقامات حریری کی شرح میں اسکندریہ۔ قاہرہ (مصر) مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ۔ حلہ۔ القنطرہ۔ زریان بغداد۔ نصیبین۔ دمشق۔ حلب۔ صور وغیرہ کے حالات بالکل اپنے استاد کے سفرنامہ سے لکھے ہیں اس کتاب کے لیڈن کے کتب خانہ میں صرف ۳۲ مقامات موجود ہیں (بحمد اللہ ریاست رام پور کے کتب خانہ میں نہایت عمدہ پورا نسخہ موجود ہے) چھیالیس ویں مقام کی نقل مسٹر ڈوکٹ نے پیرس سے ہمارے پاس بھیجی ہے۔ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ پہلے سے اس نسخہ کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس میں بہت سے اختلافات کی درستی کی گئی۔ لیکن ہمیں اس کتاب کے موافق اس سفرنامہ میں اصلاح کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہماری کتاب بہت زیادہ چھپ چکی ہے۔

مشرقی علم کے ماہر یورپین مورخوں نے بھی ابن جبیر کے سفرنامہ سے بہت مدد لی ہے ان میں سے ایک کا نام مسٹر امری۔ اور دوسرے کا نام پروفیسر ڈوزی ہے۔ پروفیسر ڈوزی نے

اپنی شرح اور اکثر نوٹوں میں اس سفرنامہ کا حوالہ دیا ہے اور امری نے صقلیہ کے حالات کو اس کے ہی سفرنامہ سے نقل کیا ہے "

غرض کہ یہ وہ سفرنامہ ہے جس کی نسبت ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامیہ میں ایک عرصہ سے کوئی واقفیت نہ تھی ۔ البتہ یورپ کے ذی علم مدت سے واقف تھے اب وہ سفرنامہ پبلک کے سامنے اردو لباس میں موجود ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

باب ۱

آغازِ سفر

★ــ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

جمعہ کے دن ۳۰ رشوال ۵۷۸ھ کو جبل شلیر[1] کے سامنے دریا کے ساحل پر اس سفرنامہ کو لکھنا شروع کیا ۔

۸ رشوال سنہ مذکور کو (۳ رفروری) جمعرات کے دن میں (محمد بن جبیر) اور احمد بن حسان سفر حجاز کے واسطے غرناطہ سے روانہ ہوئے ۔ اثناءِ راہ میں بعض ضرورتوں کی وجہ سے جیّان[2] میں ہمیں ٹھہرنا پڑا ۔ دوشنبہ کے دن ۱۹ رشوال کو (۱۴ رفروری) جیّان سے روانہ ہوکر

---

[1] اندلس کا نہایت بلند پہاڑ ہے ۔ گرمی اور سردی میں ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے اور اس کی چوٹیاں اندلس کے اکثر مقامات سے نظر آتی ہیں (آثار البلاد قزوینی) اسپینی زبان میں (سیرانوادا) کہتے ہیں جس کے معنی قلعہ برف کے ہیں اس کی بہت سی چوٹیاں اور متعدد سلسلے ہیں (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) ۔

[2] اس مقام کو انگریزی میں (جین) کہتے ہیں ۔ اسی نام کے ضلع کا دارالحکومت ہے اور غرناطہ

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

قلعہ غیداق میں مقیم ہوئے۔ پھر وہاں سے قبرہ۔ شہر استجہ قلعہ اشونہ۔ شلبر[1]۔ قلعہ ارکش[2] اور قریۂ نشمہ واقع علاقہ مدینہ ابن السلیم میں مقامات کرتے ہوئے دوشنبہ کے دن ۲۶ رشوال کو جزیرہ طریف[3] میں داخل ہوئے۔ یہاں سے دریا کو عبور کر کے سہ شنبہ کو بعد زوال قصر مصمودہ میں قیام کیا۔ چہارشنبہ کی صبح کو سبتہ[4] میں پہنچے۔ یہاں اسکندریہ کو جانے والا ایک جہاز مل گیا اور ہم بآسانی تمام اس میں سوار ہوئے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ نوٹ) سے شمال کو ۳۰ میل اور سویلی سے مشرق کو ۱۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آبادی کا کچھ حصہ دریائے گادل کوی (وادی الکبیر) کی ایک شاخ اور کچھ حصہ پہاڑ کے ڈھال پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے عہد کی شہرپناہ اپنے بانیوں کی نوحہ خوانی کو ہنوز قائم ہے۔ آبادی سطح سمندر سے اٹھارہ فٹ بلند ہے۔ جس جگہ مسلمانوں کی مسجد تھی اور ۱۴۹۲ء میں منہدم کر دی گئی وہاں اب گرجا ہے۔ اسلامی عہد میں تجارت کی بہت بڑی منڈی تھی ۱۸۷۷ء میں کل آبادی (۲۴۳۹۲) تھی۔

[1] لیڈن کے مطبوعہ عربی نسخہ میں حاشیہ پر اس نام کو سکبرا اور سلبر بھی لکھا ہے۔ یاقوت حموی نے شترکہ میں شرقی اندلس کے ایک مقام کو شکمہ بہر سہ حرکت بوزن زُفَرَ لکھا ہے۔ شاید وہ یہی مقام ہو۔

[2] انگریزی میں اس کا تلفظ (ارکوس) ہے۔ اندلس کے صوبہ فادس میں دریائے اشبیلیہ (گدڈالیٹ) کے کنارے آباد ہے۔ آبادی ایک بلند پہاڑ پر ہے اور خوش منظر ہے۔ مردم شماری (۱۵۳۷۸) کی ہے۔

[3] موسیٰ بن نصیر مالک افریقہ نے ۹۲ھ میں بربر سے طریفا ابو زرعہ نامی ایک سردار کو سو سوار اور چار سو پیدل کے ساتھ چار جہازوں کے ذریعہ سے اندلس کو روانہ کیا۔ یہ لوگ اندلس کے ساحل پر طنجہ کے مقابل اترے اس لئے طریفا کے نام پر اس مقام کا نام طریف ہو گیا (بیان المغرب ابن عذاری) یورپ کے جغرافیہ میں اسکو (طریفا) لکھتے ہیں۔ اس وقت تک مسلمانوں کے عہد کی شہرپناہ سلامت ہے یہ شہر صوبہ فادس کے متعلق ہے اور جبل طارق سے گوشۂ مغرب و جنوب میں ۲۱ میل کے فاصلہ پر ہے ۱۲۹۲ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا یہاں ایک روشنی کا مینارہ (۱۳) فٹ بلند ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا۔

[4] بحر روم اور بحر محیط کے درمیان میں یہ مقام ہے۔ محمد بن عبدالرحیم غرناطی کا قول ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں یوشع علیہ السلام نے مچھلی کھائی تھی اور باقی ماندہ مچھلی زندہ ہو گئی تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

جزیرہ منورقہ پنجشنبہ کے دن ۲۹ شوال کو (۲۴ فروری) بعد زوال جہاز کا لنگر اٹھا اور اندلس کے کنارے روانہ ہوئے۔ ۶ ذیقعدہ کو اندلس کے میدان سے گزر کر دانیہ کے مقابل پہنچے، جمعہ کی صبح کو جزیرہ یابسہ[1] اور شنبہ کو جزیرہ میورقہ[2] سے گزرتے ہوئے یک شنبہ کو جزیرہ منورقہ[3]

---

[1] انگریزی نام (اویزا) اور اسپینی (ابیزا) ہے۔ گذشتہ زمانے میں اس کو اے (بوسس) کہتے تھے عربوں نے اسی نام کو معرب کر کے یابسہ بنا لیا۔ یہ جزیرہ میورقہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر گوشۂ جنوب ومغرب میں ہے عرض البلد ۳۸ درجہ ۵۰ دقیقہ۔ ۲۹ درجہ ۰ دقیقہ اور طول البلد مشرقی ایک درجہ ۱۴ دقیقہ اور ایک درجہ ۳۸ دقیقہ کے درمیان میں واقع ہے۔ جزیرہ کا طول شمال ومشرق سے جنوب ومغرب تک پچیس میل کے قریب اور عرض ۱۳ میل ہے۔ دارالسلطنت کا نام اویزا اور لاکیوڈاڈ ہے۔ کل جزیرہ کی مردم شماری اکیس ہزار ہے ساڑھے پانچ ہزار کی آبادی دارالحکومت کی ہے۔

[2] انگریزی نام اس جزیرہ کا مجارکا ہے۔ جزائر بلیرک میں یہ سب سے بڑا ہے (۱۴۳۰) میل مربع رقبہ ہے۔ ہر طرح کی پیداوار ہوتی ہے۔ ریلیں جاری ہیں۔ کل جزیرہ کی مردم شماری (۲۰۴۰۰۰) ہے۔ [3] انگریزی نام منارکا ہے۔ جزائر بلیر میں اسکا دوسرا نمبر ہے۔ میورقہ سے مشرق اور گوشۂ شمال ومشرق میں ۲۷ میل کے فاصلہ پر ہے طول ۳۵ میل اور رقبہ ۲۶۰ میل ہے۔ آبادی ۳۹ ہزار ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی نوٹ) کہ اس مچھلی کی نسل اب بھی باقی ہے (تقویم البلدان اسمٰعیل و آثار البلاد قزوینی) انگلش جغرافیہ میں اس کا نام (سیوٹا) ہے، یہ جگہ اسپین کے ماتحت ہے اور قلعہ عمدہ بنا ہوا ہے مراکو کے ساحل پر ایک جزیرہ نما میں جبل طارق کے محاذی عرض البلد شمالی ۳۵ درجہ ۴ دقیقہ اور طول البلد مغربی ۵ درجہ ۱۰ دقیقہ میں واقع ہے۔ چونکہ وہاں سات پہاڑ ہیں اس لئے اہل عرب نے سبتہ نام رکھ لیا۔ شہر نہایت نفیس ہے۔ فوجی مقاصد اور مجرموں کی حراست کے واسطے عمدہ مقام ہے چند مذہبی عمارتیں اور ایک شفاخانہ بھی ہے ضرورت کا سامان اور فوجی رسد اسپین سے آتی ہے مسلمانوں کے عہد میں یہاں کی صنعت و دستکاری بہت مشہور تھی۔ مغربی یورپ میں سب سے پہلے مسلمانوں نے یہیں کاغذ سازی کا کارخانہ جاری کیا تھا۔ مسلمانوں سے ۱۴۱۵ء میں شاہ جان اول نے چھین لیا۔ ۱۸۶۰ء سے اسپین کی مستقل حکومت یہاں قائم ہوئی سات ہزار کے قریب مردم شماری ہے۔

تک پہنچے - یہ مقام سبتہ سے اسی مجری یعنی دریائی منزل ہے - اور ہر منزل سو میل کی ہوتی ہے سہ شنبہ کی شب کو بتاریخ ۱۱ ر ذیقعدہ (۸ ر مارچ) جزیرۂ سردانیہ[1] کا ساحل شروع ہوا - میورقہ اور سردانیہ کے درمیان میں چار سو میل کا فاصلہ ہے - اس ساحل کے مقابل ایک میل تک دریا نہایت پر جوش اور متلاطم ہے اس جگہ بہت ہی خوفناک حالت ہو گئی تھی - مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس خطرۂ عظیم سے نجات دی - عین وقت پر ساحل کی طرف سے ایسی ہوا چلی کہ ہمارا جہاز اس ورطۂ مہیب سے نکل گیا - سہ شنبہ کو صبح کو شدت سے بارش ہونے لگی - دریا میں شدید تموج پیدا ہو گیا - چاروں طرف اندھیری چھا گئی یہاں تک کہ شرق و غرب کی بھی تمیز نہ رہی دوسرے دن تک اسی حالت میں سردانیہ کے ادھر ادھر بھٹکتے رہے - چہار شنبہ کو ایک جہاز روم کو جاتا ہوا ہمارے سامنے سے گذرا - دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ جزیرۂ صقلیہ کو جاتا ہے اور قرطاجنہ (عمل داری مرسیہ) سے آتا ہے - ہمارا جہاز غلطی سے اس طرف کو جا رہا تھا جس طرف سے کہ یہ جہاز آیا - اب ہم نے وہ راہ چھوڑ دی اور رومی جہاز کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے -

بندرگاہ بقوسمرقہ

تھوڑی دیر میں سردانیہ کا ساحل نظر آنے لگا - کنارے کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ مقام بقوسمرقہ ہے اور اہل سردانیہ کی مشہور بندرگاہ ہے - چہار شنبہ کو زوال کے بعد ہمارے جہاز نے اس بندرگاہ میں لنگر ڈالا - دوسرا جہاز بھی ہمارے ساتھ یہیں ٹھہرا - اس جگہ پرانی عمارتوں کے کھنڈر نظر آتے تھے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانے کے یہودیوں کی آبادی ہے - جمعہ کے دن حاکم جزیرہ اپنے عملے کے ساتھ بندرگاہ پر آیا رومی جہاز کے معززین حصول ملازمت کی غرض سے جہاز سے اترے دیر تک ملاقات کی صحبت رہی اس مدت قیام میں ہم نے پانی اور ایندھن وغیرہ اپنے جہاز میں بھر لیا اور ایک مسلمان کو جو رومی زبان

---

[1] انگریزی نام (سارڈینیا) ہے یہ جزیرہ بحر روم میں اٹلی کے مغربی ساحل سے ایک سو چالیس میل کے فاصلہ پر طول البلد مشرقی ۸ درجہ ۴ دقیقہ اور ۹ درجہ ۴۹ دقیقہ اور عرض البلد شمالی ۳۸ درجہ ۵۵ دقیقہ اور ۴۱ درجہ ۱۶ دقیقہ کے درمیان میں واقع ہے آبنائے بونی نے سیو نے اسے جزیرہ کارسکا سے علیحدہ کر دیا ہے اٹلی کا فی الحال ماتحت ہے جزیرہ کا طول (۱۶۰) میل عرض ۶۸ میل اور رقبہ (۹۱۸۷) میل ہے یورپ کے کل جزائر میں باعتبار وسعت چھٹا نمبر ہے اور صقلیہ سے دوسرا نمبر ہے - ؛

جانتا تھا اور چند رومیوں کو جو قریب کی آبادیوں میں جانے والے تھے سوار کیا اس رومی مترجم کی زبانی معلوم ہوا کہ اسّی مرد و زن کے قریب مسلمان قیدی اس آبادی کے بازار میں فروخت کو آئے ہیں ان لوگوں کو ساحل دریا کے دشمنوں نے مسلمانوں کی آبادیوں میں سے گرفتار کیا ہے

طوفان

اتوار کو بعد زوال ہوا کی موافقت کے باعث سے ہمارے جہاز نے اس بندرگاہ سے لنگر اٹھایا۔ رومی جہاز کے کچھ لوگ بستی میں گئے ہوئے تھے۔ ان کے انتظار میں وہ اسی جگہ لنگرانداز رہا۔ ۱۸ ذلیقعدہ کو (۱۵ مارچ) سہ شنبہ کی شب میں ایک پہر رات باقی رہی تھی کہ ہمارا جہاز سردانیہ کے ساحل سے گزر گیا۔ یہ بہت وسیع میدان ہے اور اس کے مقابل ہمیں دو سو میل راہ طے کرنی پڑی لوگوں کی زبانی تحقیق ہوا کہ اس جزیرہ کا انتہائی دور پانچ سو میل سے زیادہ ہے اور اس کا دریا نہایت دشوار گزار ہے اکثر اوقات اس سے نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر خداوند کریم نے اپنے کرم سے ہمارے جہاز کو بخیریت تمام اس دریا سے نکال دیا۔ بدھ کے دن سرشام ہوا تیز چلنے لگی۔ ہوا کی شدت سے دریا میں نہایت طلاطم پیدا ہو گیا بارش کا یہ زور تھا کہ ہر بوند نوک پیکان کی طرح محسوس ہوتی تھی۔ اس خوفناک حالت سے اہل جہاز کو سخت اضطراب ہوا۔ ہر طرف سے پہاڑوں کی طرح موجیں آنے لگیں ساری رات اسی طرح گزری صبح کو کمی کی امید تھی مگر آج طوفان نے رات سے بھی زیادہ سر اٹھایا۔ دریا میں جوش بڑھ گیا۔ افق پر سیاہی چھاگئی۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ بارش کی شدت ہوئی۔ اس طوفان میں جہاز کا کوئی بادبان سالم نہ رہا ناچار ہو کر چھوٹے پردوں کا استعمال کیا ان میں سے بھی ایک پردہ کو ہوا نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جس مستول میں پردے بندھے تھے وہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس مستول کو قریہ کہتے ہیں۔

ان حوادث سے اہل جہاز کی ناامیدی اور مایوسی بڑھ گئی۔ مسلمانوں نے دست دعا بلند کئے اور بارگاہ الٰہی میں استدعائے نجات کرنے لگے۔ اگرچہ دن بھر یہی حالت رہی مگر ہوا کے باعث ہمارا جہاز برابر تیزی کے ساتھ چلتا رہا اور یہ تمام دن ہمیں جزیرہ صقلیہ کے مقابل گزرا۔ پنجشنبہ کی رات کو طوفان میں کسی قدر کمی ہوئی ساری رات امید و بیم میں بسر کی جب گریبان سحر چاک ہوا تو رحمت الٰہی کے آثار نمایاں ہوئے۔ ہوا صاف ہو گئی۔ ابر

پھٹ گیا۔ آفتاب چمکنے لگا دریا میں سکون پیدا ہوا۔ اہل جہاز کی وحشت دور ہوئی اور آپس میں مبارک سلامت ہونے لگی۔

جزیرہ صقلیہ (سسلی)

دن کے اجالے میں جزیرہ صقلیہ کا ساحل نظر آیا۔ اس جزیرہ کا بہت سا حصہ ہم طے کر چکے ہیں تھوڑا باقی ہے اس لئے کہ سردانیہ اور صقلیہ کا باہمی فاصلہ چار سو میل تک بتاتے ہیں اور اب ہم دو سو میل سے زیادہ طے کر چکے ہیں۔ تمام افسران بحری اور سیّاح کہتے ہیں کہ ایسا شدید طوفان ہم نے کبھی اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔ آج ہوائی سکون کے باعث ہمیں اسی جزیرہ کے مقابل قیام کرنا پڑا۔ جمعہ کے روز ۲۱ر ذیقعدہ کو عصر کے وقت یہاں سے روانہ ہوئے اسی شب میں جزیرہ صقلیہ کا ساحل ہم نے طے کر لیا اور ہفتہ کی صبح کو اس سے بہت دور نکل گئے اب ہمیں صقلیہ کے اس پہاڑ کی چوٹی نظر آنے لگی جس میں برکان (کوہ آتش فشاں) ہے۔ یہ پہاڑ بہت بڑا اور نہایت بلند ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر مطلع صاف ہو تو دریا میں سو میل کے فاصلے سے نظر آتا ہے۔ اس جگہ دریا میں کسی قدر تموج تھا۔

جزیرہ اقریطش (کریٹ)

یہاں سے قریب ہی جزیرہ اقریطش (کریٹ) ہے۔ اور جزائر میں محسوب ہوتا ہے۔ قسطنطنیہ کا باج گزار ہے اور جزیرہ صقلیہ سے سات سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس جزیرہ کا طول تین سو میل کے قریب ہے ۲۵ر ذیقعدہ (۲۲ر مارچ) کو منگل کی رات تک ہم اسی جزیرہ کے ساحل کے مقابل چلتے رہے مگر یہ قیاسی خیال ہے۔ اس لئے کہ کنارہ ہم سے بہت دور تھا۔ صبح کو یہ ساحل بھی چھوٹ گیا۔ اب یہاں سے اسکندریہ چھ سو میل کے قریب ہے۔

اسکندریہ میں آمد

چہارشنبہ کے دن ۲۶ر ذیقعدہ کو صبح کے وقت برّ الغرب کا میدان نظر آیا۔ یہ مقام اسکندریہ سے ملا ہوا ہے اسی جگہ ایک مقام ہے جس کو جزائر الحمام کہتے ہیں۔ اس کے سامنے سے ہمارا جہاز گذرا۔ یہ ساحل ہماری کشتی کے داہنی طرف ہے اور یہاں سے اسکندریہ چار سو میل ہے۔ ہفتہ کے دن ۲۹ر تاریخ کو صبح کے وقت تخمیناً بیس میل کے فاصلے سے اسکندریہ کا مینار نظر آنے لگا۔ اہل جہاز کو بڑی مسرت ہوئی سب نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ پانچ گھڑی دن رہے جہاز بندرگاہ میں ٹھہرا اور شام

کے قریب سب مسافر جہاز سے اترے۔ ہمیں پورے تیس روز دریا میں گزرے۔ اس لئے کہ ۲۹ شوال کو ہم سوار ہوئے تھے اور ۲۹ ذیقعدہ کو (۲۶ مارچ) اسکندریہ میں پہنچے۔ یہاں ہم ایک سرائے میں مقیم ہیں۔ اس سرائے کا نام فندق الصفار ہے اور صبانہ کے متصل ہے۔

اسکندریہ: ماہ ذی الحجہ ۵۷۸ھ

یکشنبہ کو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ جہاز سے اترنے کے وقت حاکم اسکندریہ کے چند معتمد اسباب کی تلاشی کے واسطے جہاز میں آئے۔ سب مسلمانوں کے نام حلیئے اور سکونت لکھنے کے بعد کل نقد و جنس کی زکوٰۃ[1] طلب کی۔ مگر کسی نے اس امر کی تفتیش نہیں کی کہ اس مال پر پورا سال گزرا بھی ہے یا نہیں۔ مسافروں میں بعض ایسے بھی تھے جن کے پاس سوائے زادراہ کے اداۓ زکوٰۃ کے واسطے کچھ بھی نہ تھا۔ احمد بن حسان کو مغرب کے حالات دریافت کرنے اور جہاز کی اجناس کی تصدیق کے لئے حاکم کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں سے قاضی۔ اہالیان دیوان اور بعض معززین بارگاہ کی خدمت میں گشت کرایا۔ ہر ایک جگہ ان سے حالات دریافت کئے جاتے تھے۔ اور جو کچھ وہ کہتے تھے لکھ لیا جاتا تھا۔ بہت دیر میں انہیں اس معیبت سے نجات ملی اور مسلمانوں کو جہاز سے اسباب اتارنے کا حکم ہوا۔ کنارے پر عملہ کے لوگ موجود تھے جہاز سے اسباب اتار کر دیوان شاہی کو لے گئے۔ آدمیوں کی کثرت سے سارا دیوان بھر گیا وہاں ہر ایک چھوٹی بڑی چیزوں کی تلاشی ہوئی اور سب کی کمریں ٹٹولیں اس لئے کہ مبادا کوئی چیز چھپا رکھی ہو پھر اس بات کی قسمیں دلائی گئیں کہ کوئی اور شے تو نہیں ہے۔ اس کشمکش اور دار و گیر میں لوگوں کا کچھ اسباب

---

[1] اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک زکوٰۃ بھی ہے شروع اسلام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک تک زکوٰۃ امام اور خلیفہ وقت وصول کرتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ظالموں کی دست برد سے بچانے کے واسطے مال نقد کی زکوٰۃ نکالنے کا خود مالکوں کو اختیار دے دیا تھا اسلامی سلطنتوں میں امیر المومنین کی حیثیت سے سلطان وقت زکوٰۃ وصول کرنے لگے اور اس کے مصرف بھی بدل گئے۔ عمال نے یہ سختیاں کیں کہ ایک سال گزرنے نہ گزرنے کی بھی رعایت چھوڑ دی۔

بھی جاتا رہا۔ بڑی ذلت اور رسوائی کے بعد نجات ہوئی اسی قسم کی بدنظمیوں کے سبب سے یہاں کے حکمران اعلیٰ سلطان صلاح الدین پر بعض الزام عائد کئے جاتے ہیں لیکن اس منصف اور رعایا پرور بادشاہ کو اگران باتوں کا علم ہوتا تو وہ کبھی اس تکلیف شاقہ کو مسلمانوں کے حق میں جائز نہ رکھتا اور اس زکوٰۃ کو از روئے جواں مردی واپس کر دیتا۔ اس بادشاہ کی عملداری میں بجز اس مصیبت کے اور کوئی امر قبیح ہم نے نہیں سنا اور یہ بھی اہالیان دیوان کی بداطواری کا نتیجہ ہے۔

اسکندریہ کی عمارات

سب سے پہلے یہاں کی عمارتوں کی وسعت اور شہر کی خوش منظری قابل بیان ہے اس سے قبل ہم نے ایسا کوئی شہر نہیں دیکھا تھا۔ جس کی ایسی بلند عمارتیں اور کشادہ راہیں ہوں سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ جیسی عمارتیں سطح زمین پر ہیں ویسی ہی پائدار اور مستحکم عمارتیں زمین کے نیچے بھی ہیں رود نیل کا پانی نیچے کی تمام گلی کوچوں میں جاری ہے سب نہریں باہم ملی ہوئی ہیں اور ایک دوسرے کی معین ہیں۔ یہاں بہت سی سنگ رخام کی بلند اور وسیع دیواریں اور لوحیں نہایت خوشنما بنی ہوئی ہیں ان کی خوبی کا اندازہ وہم و قیاس سے باہر ہے۔ بعض راہوں میں تو ایسی بلند دیواریں ہیں کہ آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ یہ کسی کو نہیں معلوم کہ یہ دیواریں کس غرض سے بنائی گئی تھیں مشہور ہے کہ اگلے زمانے کے حکیموں اور رئیسوں کے ان پر مکان بنے ہوئے تھے۔ مگر ان کی قطع وضع سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید رصد نجومی کے واسطے بنائی ہوں۔

اسکندریہ کا مینار

اسکندریہ کا مینار بھی عجیب عمارت ہے اہل فہم کے لئے نمونہ قدرت اور مسافروں کے واسطے دلیل راہ ہے اگر یہ مینار نہ ہوتا تو مسافروں کو اسکندریہ کی راہ ملنی دشوار تھی . . . . . . یہ مینار ستر میل کے فاصلہ سے نظر آتا ہے اس کی عمارت نہایت قدیمی اور مستحکم ہے۔ عرض و طول میں بے مثل ہے اور بلندی بیان سے باہر ہے نگاہ اس کی چوٹی تک پہنچنے سے معذور ہے۔ نظر جس قدر بلند ہوتی ہے اسی قدر گنجائش پائی جاتی ہے ہم نے چاروں سمتوں میں سے ایک سمت کی پیمائش کی تو پچاس باع (دونوں ہاتھوں کی درازی) سے کچھ زیادہ ہے۔ اور بلندی ڈیڑھ سو قامت معلوم ہوئی۔ (قد آدم) اوپر چڑھنے کے واسطے وسیع سیڑھیاں

بنی ہوئی ہیں اور اس کے اندر اس کثرت سے عمارتیں ہیں کہ باہر نکلنے کو مشکل سے راہ ملتی ہے مینار کے اوپر ایک مسجد بھی ہے جس کو مسجد برکت کہتے ہیں لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ پنجشنبہ کے دن پانچویں ذی الحجہ کو ہم نے بھی اس پر چڑھ کر نماز پڑھی اور وہ عجیب وغریب عمارتیں دیکھیں جن کی تعریف محال ہے۔

درسگاہیں وشفاخانے

اس ملک کے بادشاہ کے تفاخر کی چیزیں یہاں کے مدرسے اور مسافر خانے ہیں اکثر دور دور سے طالب علم اور اہل ریاضت آتے ہیں۔ ہر ایک کے واسطے عمدہ مکان اور کافی وظیفہ مقرر ہے۔ لائق مدرس تعلیم کے واسطے موجود ہیں۔ ان غربا کی نسبت سلطان کی تیمار داری کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ تمام ضرورتوں کے علاوہ ان عمارتوں کے پاس حمام بھی تعمیر کرا دیئے ہیں اور وہ ہمیشہ ان لوگوں کے واسطے گرم رہتے ہیں ایک شفاخانہ بھی موجود ہے اس میں علاج کے واسطے طبیب معین ہیں۔ طبیبوں کی ماتحتی میں بہت سا عملہ مریضوں کی غذا اور دوا کی نگہبانی پر مقرر ہے۔ کچھ ایسے آدمی بھی ملازم ہیں کہ جو مریض شفاخانے میں نہیں آسکتے انھیں مکان پر جاکر دیکھتے ہیں اور طبیبوں سے حال کہہ کر ان کی رائے کے موافق علاج کرتے ہیں۔

مسافروں کے لئے وظائف

اس کے سوا سلطان کی طرف سے ہر مغربی مسافر کے واسطے روزانہ دو روٹیاں مقرر ہیں اور تقسیم کے واسطے روزانہ نیا معتمد مامور ہوتا ہے آدمیوں کی قلت وکثرت کے موافق کبھی دو ہزار اور کبھی اس سے زیادہ روٹیاں بٹ جاتی ہیں یہ تمام مصارف اوقاف سے متعلق ہیں۔ زکوٰۃ سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے کل منتظمین پر تاکید ہے کہ اگر ان مقررہ وظائف میں کوئی شخص کمی کرے گا تو اس کا مال واسباب ضبط ہو جائے گا۔ شہر کے باشندے نہایت آسودگی اور آسائش سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اہل شہر کی ضرورت کے سامان پر کوئی محصول نہیں ہے۔ سلطان کو اس آبادی سے بجز اوقاف مقررہ اور جزیۂ یہود و نصاریٰ کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے زکوٰۃ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں سے پانچ حصے امورات خیر میں دیئے جاتے ہیں اور تین حصے سلطان کو بھیجتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب نے باوجود اپنی عدم موجودگی کے نہایت عمدہ قانون اور قواعد رائج کر رکھے ہیں۔ ان

رسوم خیر کی بابت ایک واقعہ سنا گیا کہ کسی ناصح نے سلطان کی خدمت میں یہ گذارش کی کہ اکثر لوگ بلا ضرورت کاہلی کے سبب سے روٹیاں لیتے ہیں تاکہ فکر معاش میں کوشش نہ کرنا پڑے اس بات کا کچھ اثر سلطان کے قلب پر بھی ہوا۔ اتفاق سے ایک روز سلطان شہر سے باہر سیر کو گئے راہ میں مسافروں کی ایک جماعت سے جو طرابلس کے جنگل کی راہ سے آتے تھے سامنا ہوا۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے ان کی صورتیں متغیر ہو گئی تھیں۔ جب ان کا حال اور مقصد دریافت گیا تو معلوم ہوا کہ بیت اللہ شریف کو جاتے ہیں اور جنگل کی راہ سے بہت سختیاں اور صعوبتیں اٹھا کر یہاں تک آئے ہیں۔ اس حالت کے معائنہ سے سلطان پر بڑا اثر ہوا اور خیال کیا کہ جب یہ لوگ ایسی مشقتیں گوارا کر کے بے راہ یہاں آتے ہیں تو ان سے وظیفۂ مقررہ میں دریغ کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ گو ان کے پاس ہر شخص کے ہم وزن ہی سونا چاندی کیوں نہ ہو اور جو شخص اپنے رسوخ کے واسطے ایسے کار خیر کے انقطاع کی کوشش کرے اس پر سخت افسوس ہے۔ غرض کہ یہ بادشاہ عدل و انصاف اور اشاعت احکام دین میں شہرۂ آفاق ہے اس شہر میں یہ بھی ایک نئی بات ہے کہ دن کی طرح شب کو بھی لوگ چلتے پھرتے ہیں۔

مساجد

یہاں مسجدوں کی تعداد بھی اور جگہ سے زیادہ ہے۔ مگر مسجدوں کی تعداد میں یہاں کے لوگ بہت کمی بیشی ظاہر کرتے ہیں بعض بارہ ہزار اور بعض آٹھ ہزار مسجدیں بتاتے ہیں۔ بعض مقامات پر گو مسجدیں قریب ہیں مگر سب درست اور آباد ہیں۔ تمام مساجد کے اماموں کے خزانہ شاہی سے وظیفے مقرر ہیں پانچ دینار مصری جو دس دینار مومنیہ کے مساوی ہیں۔ عام وظیفہ ہے مگر بعض کو اس سے کم و بیش بھی وظیفہ ملتا ہے۔ اس قسم کے بہت سے اوصاف اس بادشاہ کے احاطہ انحصار سے باہر ہیں۔

اسکندریہ سے روانگی

آٹھویں تاریخ (۳ راپریل) یک شنبہ کی صبح کو ہم اسکندریہ سے روانہ ہوئے اور دمنہور میں منزل کی۔ یہ شہر اسکندریہ سے تھوڑے فاصلے پر مصر کی راہ میں ملتا ہے۔ ایک فراخ قطعہ زمین پر آباد ہے پختہ فصیل ہے اور فصیل کے گرد نیل کا پانی جاری ہے۔ داہنے بائیں راہ میں بہت سے گاؤں آباد ہیں دوسرے روز دوشنبہ کو بقا میں کشتی کے ذریعہ سے رود نیل کو عبور کیا اور رات موضع برمہ میں بسر کی۔

برمہ بڑا گاؤں ہے اس میں بازار بھی ہے اور ضرورت کا سب سامان ملتا ہے۔ سہ شنبہ کو عید قرباں تھی نماز کے واسطے موضع بطندتہ میں جمع ہوئے۔ یہ گاؤں خوب کشادہ منظر ہے اور بھی بہت سے آدمی آ گئے خطیب نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھا۔ شب کو موضع سبک میں قیام ہوا۔ راہ میں ایک نہایت خوبصورت گاؤں ملا اس کو یہاں کے لوگ ملیج کہتے ہیں۔ راستے بھر ہمیں قریب قریب آبادیاں اور گاؤں ملتے رہے۔ چہارشنبہ کو صبح کے وقت سب سے زیادہ ایک خوشنما مقام پر گزر ہوا اس کا نام قَلیُوب ہے اور یہاں سے قاہرہ چھ میل ہے اس کا بازار نہایت خوبصورت اور جامع مسجد بہت نفیس اور وسیع ہے اس کے بعد مُنیہ میں پہنچے یہ بھی بہت صاف اور پاکیزہ مقام ہے یہاں سے چل کر قاہرہ میں داخل ہوئے۔

باب ۲

قاھرہ

قاہرہ بہت پرلطف اور نفیس شاہی شہر ہے اور آبادی نہایت وسیع ہے۔ آج مقام وجوہ میں دوبارہ کشتی میں نیل کی دوسری شاخ کو عبور کرنا پڑا ۱۱ تاریخ کو عصر کے وقت (۶ اپریل) بدھ کے دن ہم مصر محروسہ میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالےٰ یہاں ہمیں خیروبرکت عطا کرے اور مقاصد دلی پر کامیابی عطا فرمائے۔ سرائے ابی الثنا کے دروازہ کے اوپر کے ایک کمرے میں ہم مقیم ہیں۔ یہ سرائے کوچۂ قنادیل میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مسجد جامع کے متصل واقع ہے۔

مشہد قاہرہ

سب سے پہلے زیارات مقدسہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کے باعث یہ بستیاں آباد ہیں ان میں سے ایک عظیم الشان مشہد قاہرہ ہے۔ اس مشہد مبارک میں حضرت سیدنا حسین ابن علی علیہ السلام کا سر مقدس چاندی کے تابوت میں دفن ہے۔ تابوت پر ایسی عمدہ عمارت بنی ہوئی ہے جس کا وصف احاطۂ ادراک سے باہر ہے۔ دیبائے خالص کی پوشش ہے اور بڑے بڑے ستونوں کی طرح چاندی کی لگنوں میں سفید بتیاں لگی ہوئی ہیں۔ بعض لگنوں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ چھت میں چاندی کی قندیل آویزاں ہیں اور سونے کے گولے سیبوں کی طرح لٹک رہے ہیں عمارت کچھ ایسی خوش نما تعمیر ہوئی ہے کہ نظر اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔ عمارت میں طرح طرح کے پتھر عجیب وغریب صنعت کے اور مختلف نقش ونگار کے بہت خوبی سے لگائے ہیں

ایک مسجد میں ہوکر مشہد مقدس میں جانے کی راہ ہے۔ وہ مسجد بھی اپنی خوبی اور زیبائی میں بے مثل ہے مسجد کی دیواریں سنگ رخام کی ہیں اور ان پر طرح طرح کے نقش و نگار ہیں۔ ایسی ہی دو خوش نما عمارتیں روضۂ مقدس کے داہنے بائیں ہیں ان میں سے بھی روضہ مبارک میں جانے کی راہ ہے دیبائے نادر کے سب مکانوں میں پردے ہیں۔ داخلے کے وقت سامنے کی دیوار میں ایک پتھر لگا ہوا ہے۔ اس کی چمک ایسی تیز تھی کہ اسے صیقل شدہ آئینۂ ہندی کہتے تھے۔

روضہ شریف سے عوام کی عقیدت

روضہ شریف کے گرد بہت آدمی جمع تھے۔ کوئی سنگ تربت کو بوسہ دیتا تھا کوئی سر جھکاتا تھا۔ کوئی قبرپوش کو آنکھوں سے لگاتا تھا اور کوئی طواف کرتا تھا۔ تمام حاضرین دردناک آواز سے روتے تھے اور روضۂ مقدسہ کے توسل سے دعائیں مانگتے تھے۔ ان کی گریہ وزاری سے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوتے تھے اور پتھر پگھلتے تھے گو ایسے مقدس مقام کی تعریف بشر کے امکان سے باہر ہے تاہم اس مختصر بیان سے اس کے اوصاف کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہم نے اس خوبی کا کوئی روضہ اس نادر صنعت کی کوئی عمارت ابھی تک نہیں دیکھی۔

قرافہ کے قبرستان

آج کی شب ہم نے قرافہ کے قبرستان میں بسر کی۔ یہ قبرستان بھی دنیا کے عجائبات سے ہے اس لئے کہ اس کے چاروں طرف انبیاء علیہ السلام۔ اہل بیت کرام۔ صحابہ۔ تابعین۔ علماء زہاد اور اولیا صاحب کرامات مشہورہ کے مزار ہیں۔ ہم نے اس مقام کے جس قدر اوصاف سنے تھے وہ سب مشاہدہ کئے۔ یہاں صالح علیہ السلام کے فرزند کا مقبرہ۔ ردیبل بن یعقوب علیہ السلام کی تربت آسیہ زنِ فرعون کی قبر۔ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں سے چودہ مرد اور پانچ عورتوں کے مزار ہیں۔ ہر مزار پر نفیس اور مستحکم عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اور حفاظت کے واسطے ملازم مامور ہیں اور رات دن وہیں رہتے ہیں محافظین اور مزارات کے مصارف کے لئے ماہواری وظیفے مقرر ہیں۔

زیارات ذکور اہل بیت رضؓ

حضرت علی بن الحسین بن علی۔ حضرت جعفر بن محمد الصادق کے دو صاحبزادے حضرت قاسم بن محمد بن جعفر الصادق بن محمد بن علی

زید العابدین اور ان کے دو صاحبزادے حسن حسین - حضرت عبداللہ بن قاسم - حضرت یحییٰ بن قاسم حضرت علی بن عبداللہ - حضرت عیسیٰ بن عبداللہ - حضرت یحییٰ بن حسن بن زید بن حسن - حضرت محمد بن عبداللہ بن محمد الباقر بن علی زین العابدین - حضرت علی بن حسین کی ذرّیات سے جعفر بن محمد جن کو امام مالک کا غیر حقیقی بیٹا دربیب کہتے ہیں -

زیارات اناث اہل بیت رضؓ حضرت ام کلثوم بنت قاسم بن محمد بن جعفر - حضرت زینب بنت یحییٰ بن زید بن حسن - حضرت ام کلثوم بنت محمد بن جعفر الصادق - حضرت ام عبداللہ بن قاسم بن محمد - حضرت مریم بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مزار بھی لوگ یہیں بیان کرتے ہیں - مگر ہم نے نہیں دیکھا باقی سب مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوئے - صاحب مزارات کے نام پاک قبروں کے کتبوں سے لکھے گئے ہیں اور ان ناموں کی صحت کی تصدیق روایات متواترہ سے ہو چکی ہے -

مزارات صحابہ کرام رضؓ حضرت معاذ بن جبل - حضرت عقبہ بن عامر الجہنی نشان بردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - صاحب بردۂ رسول اللہ - حضرت ابی الحسن صائغ - حضرت محمد بن ابی بکر الصدیق اور انکی اولاد - حضرت احمد بن ابی بکر الصدیق - حضرت اسمار بنت ابی بکر الصدیق - حضرت ابن زبیر بن عوام - حضرت عبداللہ بن خداقۃ السہمی - ابن حلیمہ سعدیہ برادر رضاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

امام شافعی رضؓ کا مزار و مدرسہ سب سے عظیم الشان عمارت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار کی ہے - مزار کے سامنے بہت بڑا مدرسہ بنا ہوا ہے - شہر میں کوئی مدرسہ اس وسعت اور خوبی کا نہیں ہے - چاروں طرف پھر کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بجائے خود ایک شہر ہے - تمام ضروریات کے سوا مدرسے میں حمام بھی ہے اور گھڑی بھی لگادی ہے مدرسے کی تعمیر میں بے حد روپیہ صرف ہوا ہے اور اس کے متولی امام عالم و زاہد شیخ نجم الدین جبوشانی ہیں سلطان صلاح الدین نے متولی کو اجازت دیدی ہے کہ مدرسہ کی ترقی خوبی اور زینت میں پوری کوشش کریں اور مصارف کا کچھ لحاظ نہ فرمائیں - اللہ اللہ! یہ بادشاہ امورات دین میں اسم بامسمیٰ ہے ہم نے اندلس میں شیخ

جنوشانی کی تعریف سنی تھی۔ اس لئے تبرکاً ان سے ملنے کو گئے۔ قاہرہ میں ایک خاص مسجد انھیں کی ہے وہیں ملاقات ہوئی۔ ان کے رہنے کے لئے ایک تنگ و تاریک مکان داخل مسجد ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھے پھر رخصت ہو کر چلے آئے شیخ نے ہمارے حق میں دعا کی۔ ان بزرگوار کے سوا مصر میں ہم اور کسی سے نہیں ملے۔

مزارات آئمہ زہادؒ اس مقبرے کے علاوہ مزنی صاحب امام شافعی۔ اشہب اصبغ اور عبدالرحمٰن بن قاسم صاحبان امام مالک۔ قاضی عبدالوہاب۔ عبداللہ بن عبدالحکیم۔ محمد بن عبداللہ۔ ابوالحسن دینوری واعظ۔ بنان عابد۔ ایک مرد صالح ملقب بہ صاحب الابریق جن کی کرامتوں کے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ ابومسلم خولانی۔ ایک عورت صالحہ جو عیناد کے لقب سے مشہور ہے۔ روذباری۔ محمد بن مسعود بن محمد بن ہارون الرشید جو سبتی کے لقب سے معروف ہیں۔ مقبل الحبشی۔ ذوالنون مصری۔ قاضی الانباری۔ قبر ناطق جن کے دفن کے وقت قبر سے آواز آئی تھی۔ اللّٰھم انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیرالمنزلین۔ ایک نئی دلہن کی قبر جس کی رونمائی کے وقت عجیب و غریب کرامتیں شوہر پر ظاہر ہوئیں۔ صامت جن کی نسبت مشہور رہے چالیس برس تک خاموش رہے۔ عصا فیری عبدالعزیز بن احمد بن علی بن حسن خوارزمی۔ افضل الجواہری واعظ اُن کے مزار کے سامنے ان کے مریدوں کی قبریں ہیں۔ شیخ ذوالنون مصری کے پیر شقران۔ ایک مرد صالح اقطع المغزلی مقری ورش۔ طبری۔ اور شیبان الراعی کے مزارات ہیں ان کے سوا اور بھی بہت سے مزارات اس قبرستان میں ہیں مگر ہم نے جن مزارات کی زیارت کی ہے انھیں کے نام لکھے ہیں۔

شہدا کا قبرستان قرافہ کے سامنے ایک وسیع میدان میں ان شہدا کے مدفن ہیں جو حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے صرف قبروں کے نشان بنے ہوئے ہیں کوئی عمارت نہیں ہے۔ قرافہ کے کل مساجد اور مقابر میں غربا۔ فقرار علمار اور صالحین مسکن گزیں ہیں۔ ہر مقبرہ کے واسطے سلطان کی طرف سے مصارف مقرر ہیں۔ اسی طرح قاہرہ اور مصر کے کل مدرسوں کا خرچ خزانہ شاہی سے عطا ہوتا ہے کہتے ہیں ان مصارف میں دو ہزار دینار مصری جو چار ہزار مومنیہؐ کے برابر ہیں ماہواری صرف

ؐ عبدالمومن والیٔ اندلس کے نام سے اندلس کے دینار مومنیہ کہلاتے تھے۔

ہوتے تھے - جامع مسجد عمر بن العاص کی آمدنی تیس دینار روزانہ ہے جو اسکی درستی - مرمت خدام امام اور قاریوں کی تنخواہ میں صرف ہوتی ہے -

مساجد قاہرہ قاہرہ میں چار جامع مسجدیں ہیں ان میں سے ایک مسجد میں آج کل خطبہ ہوتا ہے - خطیب کے خطبہ پڑھنے کا ڈھنگ بالکل سنّی طریقہ پر ہے - صحابہ کرام - ازواج مطہرات عمین مکرمین اور تابعین ابرار کے ذکر و دعا کے بعد مسلمانوں کو پند و نصیحت اس خوبی سے کرتا ہے کہ قلبوں میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں - عباسیوں کی رسم کے موافق خطبہ کے وقت خطیب کا سیاہ لباس ہوتا ہے - لباس میں سیاہ کپڑے اور اس پر سیاہ رنگ کی چادر ہوتی ہے جس کو مغرب الاحرام کہتے ہیں اور سیاہ ہی عمامہ ہوتا ہے - گلے میں تلوار حمائل کئے ہوئے جب خطیب منبر پر چڑھتا ہے تو منبر کے زینے پر تلوار کا کوتھ زور سے لگایا جاتا ہے یہ آواز حاضرین کے خموش کرنے کے لئے گویا ایک اشارہ ہے - خطیب منبر پر پہنچ کر دونوں طرف حاضرین کو سلام کرتا ہے اور دو سیاہ نشانوں کے بیچ میں جن پر سفید نقاط ہوتے ہیں کھڑا ہوتا ہے یہ نشان منبر پر نصب ہوتے ہیں - خطبہ کے بعد امام عباسی ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ بن امام ابو محمد الحسن المستضئی باللہ بن امام ابو المظفر یوسف المستنجد باللہ - اور ابو المظفر یوسف بن ایوب صلاح الدین اور اس کے بھائی ابو بکر سیف الدین کے واسطے دعا کرتا ہے -

قلعہ سلطان صلاح الدین اعلیٰ درجہ کی عمارتوں میں یہاں کا قلعہ بھی ہے یہ قلعہ قاہرہ کے متصل نہایت مستحکم اور پائدار ہے اور سلطان نے اپنے رہنے کے واسطے اس کو پسند کیا ہے قلعہ کی چار دیواری کو اس قدر وسعت دی ہے کہ مصر اور قاہرہ کی آبادیوں کو ملا دیا ہے اس عمارت کو رومی قیدی بناتے ہیں اور انکی تعداد کثیر ہے یہ قیدی پتھر تراش کر زمین پر بچھاتے ہیں اور فصیل کے گرد خندق کھودتے ہیں پتھروں کو تراش کر خندق نہایت صنعت سے بنائی ہے - درحقیقت ان لوگوں کے سوا کوئی ذریعہ اس عمارت کے بنانے کا نہ تھا -

علاوہ اس قلعہ کے ایک اور عمارت بھی سلطان کے قیام کی ہے اس کی درستی وغیرہ بھی انھیں قیدیوں سے متعلق ہے اگر کوئی مسلمان منفعت عامہ کا کوئی کام ان قیدیوں سے لینا چاہے تو سلطان کے ہاں سے اجازت مل جاتی ہے اور اجرت نہیں دینا پڑتی -

شفاخانۂ قاہرہ

ان عمارتوں کے علاوہ قاہرہ میں ایک بہت بڑا شفاخانہ ہے اس کی عمارت نہایت وسیع ہے۔ ایک طبیب حاذق جس کو ادویہ کی ترکیب میں پوری دستگاہ ہے اس شفاخانے کا نگراں ہے۔ دواؤں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ ہر مکان میں مریضوں کے سونے اور آرام کرنے کے لئے تخت بچھے ہیں۔ طبیب کی ماتحتی میں ملازمین کی ایک بہت بڑی جماعت اس خدمت پر مامور ہے کہ مریضوں کی حالت صبح و شام معائنہ کرکے ان کے مناسب حال دوا اور غذا پہنچائیں۔ اس عمارت کے سامنے ایک اور مکان محض مریض عورتوں کے واسطے ہے اس میں بہت سی عورتیں خدمت کے لئے ملازم ہیں ان دونوں عمارتوں کے قریب نہایت وسیع اور کشادہ ایک دوسرا مکان ہے اس کے کمروں میں لوہے کی جالیاں لگی ہیں یہ عمارت دیوانوں کے واسطے مخصوص ہے۔ ان کی خدمت کے واسطے بھی ملازم مقرر ہیں اور ان کے حسب حال دوا اور غذا پہنچاتے ہیں۔ سلطان کو اس شفاخانے کی حالت کا ہمیشہ تجسس رہتا ہے۔ ہر ایک سے دریافت حال کرتے ہیں اور محافظین پر تیمارداری اور مستعدی کی تاکید رہتی ہے۔ اسی وسعت اور انتظام کا ایک شفاخانہ مصر میں بھی ہے۔

جامع مسجد ابوالعباس احمد بن طولون

مصر اور قاہرہ کے درمیان میں ایک عالیشان مسجد ہے جس کو مسجد جامع ابوالعباس احمد بن طولون کہتے ہیں۔ اس کی عمارت نہایت دل فریب اور مستحکم ہے۔ سلطان نے غربائے مغرب کے رہنے کے واسطے یہی مسجد مقرر کی ہے بہت سے فقیر اس میں رہتے ہیں اور حلقہ و مراقبہ کرتے ہیں۔ ان درویشوں کے مصارف کے واسطے ماہانہ وظیفے مقرر ہیں۔ ان سب باتوں سے عجیب واقعہ یہ ہے کہ اس گروہ کی حکومت بھی خود انھیں کے سپرد ہے وہ جس کو چاہتے ہیں آپس میں اپنا حاکم بنا لیتے ہیں اور اپنے معاملات میں اسی کے فتوے پر کاربند ہوتے ہیں۔ رات دن نہایت فارغ البالی سے عبادت الٰہی میں مصروف ہیں اس لئے جس راہ میں انھوں نے قدم رکھا ہے اس کی معاونت کے اسباب سلطان کی عنایت سے انھیں میسر ہیں۔ اس سے قطع نظر جس مسجد مقبرہ مسافر خانے یا مدرسے میں کوئی شخص آکر ٹھہرے یا قیام اختیار کرے اس کے مصارف بیت المال سے مقرر ہو جاتے ہیں اس سلطان کو اہل اسلام کی خدمت کا از حد خیال ہے۔

ایک خاص عمارت یتیم اور مفلس بچوں کے واسطے بنائی ہے۔ وہاں کلام اللہ پڑھانے پر معلم مامور ہیں اور ان کے معقول وظیفے مقرر ہیں۔

رود نیل کا پل اس بادشاہ کی اعلیٰ یادگاروں میں سے رود نیل کا پل بھی ہے یہ پل مصر کے غرب میں واقع ہے۔ پل سے سات میل تک مصر کے مقابل نیل کے کنارے ایک مستحکم بند بنایا ہے جو بجائے خود ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ پل میں بڑی بڑی چالیس محرابیں ہیں اور پل کا دوسرا کنارہ اس جنگل سے جا ملا ہے جس میں ہو کر اسکندریہ کو راہ ہے یہ بند اس غرض سے بنایا ہے کہ اگر اسکندریہ پر کوئی حملہ آور ہو اور نیل کی طغیانی سے تمام سطح زمین زیر آب ہو اور فوج کی روانگی ناممکن ہو تو اس بند کے ذریعہ سے فوج عبور کر سکے مگر اہل مصر اس پل کی بابت اور ہی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر گویا حدود شرقیہ اور مصر پر موحدین کے قابض ہونے کی بنیاد ہے۔

اہرام مصر اس پل کے قریب اہرام مصری ہیں یہ عمارت بہت مستحکم اور بلند ہے۔ خصوصاً دو مینار نہایت ہی اونچے ہیں۔ ان کی بلندی فضائے آسمانی کو محیط ہے ان میں سے ایک مینار کا ایک ضلع تین سو چھیاسٹھ قدم ہے۔ انھیں بڑے بڑے خوشنما ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا ہے پتھروں کے جوڑ اس کاریگری سے ملائے ہیں کہ نہ کوئی درز معلوم ہوتی ہے اور نہ جوڑنے کے مصالحہ کا نشان نظر آتا ہے۔ یوں دیکھنے میں اوپر کا حصہ بہت

لہ یوسف ابن تاشفین کے عہد میں جو سلاطین اندلس میں المرابطین بالملثمین میں سے تھا ایک شخص محمد بن تومرت پیدا ہوا جسے کہتے ہیں سید تھا اس نے بہت کم علم حاصل کیا اور زہد و تقویٰ اور وعظ و نصائح میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اس کے بہت سے پیرو ہو گئے اور اسے مہدی قرار دیدیا اور عبدالمومن بن علی اس کا خلیفہ ہوا رفتہ رفتہ جمعیت ان کی بہت بڑھ گئی اور تومرت نے ان کا نام الموحدین رکھا جب یوسف بن تاشفین مرگیا اور اس کا بیٹا امیر المومنین ہوا فرقہ موحدین نے اس سے جنگ کی۔ پہلے پہلے شکستیں کھاتے رہے بالآخر عبدالمومن نے علی ابن یوسف کو ۵۳۹ھ اور اس کے بھائی اسحٰق کو ۵۴۲ھ میں قتل کیا اور المرابطین کی حکومت اسی برس کے بعد ختم ہو گئی اور موحدین نے تمام اندلس پر قبضہ جمالیا۔

معلوم ہوتا ہے لیکن بہ ہزار دشواری اوپر چڑھ کر دیکھا تو بہت وسیع اور کشادہ پایا اگر ان میناروں کی عمارت میں کوئی نقصان آجائے تو موجودگان عالم اس کی مرمت نہیں کرسکتے ان عمارتوں کی منشائے تعمیر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں عاد اور اس کے بیٹوں کی قبریں ہیں اور بعض کچھ اور تعبیر کرتے ہیں لیکن واقعہ اصلی پر کسی کو اطلاع نہیں ہے۔

بڑے میناروں میں سے ایک مینار میں زمین سے قدآدم بلندی پر ایک دروازہ ہے اس کے اندر پچاس بالشت مربع کا ایک کمرہ ہے اس کے وسط میں ایک لمبی چٹان پتھر کی جو فدار بیلہ[1] (گل دان) کی شکل کی لگی ہوئی ہے اسی جو فدار چٹان کو قبر مشہور کرتے ہیں۔ ان دو میناروں سے چھوٹے مینار کا ایک ضلع ایک سو چالیس قدم ہے ان کے سوا پانچ اور چھوٹے چھوٹے مینار ہیں ان میں سے تین مینار برابر برابر ہیں اور دو مینار ذرا بچے ہوئے ہیں۔

ابوالہول میناروں سے ایک پرتاب تیر کے فاصلے پر گرجا کی طرح پتھر کا ایک ہولناک اور بلندبت بنا ہوا ہے اس کا منہ میناروں کی طرف ہے اور پشت نیل کے مقابل ہے اسے یہاں کے لوگ ابوالاہوال[2] کہتے ہیں۔

---

[1] غالباً بیلہ اٹلی کے لفظ (بیلا) سے معرب ہے جس کے معنی کٹھلے اور کونڈے کے ہیں۔

[2] اہرام کے قریب ایک بہت بڑا بت ہے اس کو ابوالہول کہتے ہیں اس کا سارا دھڑ زمین کے اندر ہے گردن سر اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں چہرہ پر کسی قسم کا سرخ روغن لگا ہے جسکی آب اس وقت تک قائم ہے ان اعضا کی مناسبت سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ پورا قد ساٹھ ستر گز سے کم نہ ہوگا باوجود اس غیر معمولی درازی کے تمام اعضا کے باہمی تناسب میں بال برابر فرق نہیں ہے۔ عبداللطیف بغدادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے دنیا میں سب سے عجیب تر کونسی چیز دیکھی؟ اس نے کہا ابوالہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ عالم قدرت میں جس چیز کا نمونہ نہیں اس میں ایسا تناسب قائم رکھنا آدمی کا کام نہیں ہے (سفرنامہ روم وشام ومصر مولانا شبلی) دراصل یہ یونانیوں کی ایک دیبی کی شکل ہے جس کا نام (سفنکس) ہے عموماً اس دیبی کا سینہ اور سر تو آدمی کا سا باقی دھڑ شیر کا سا ہوتا تھا یوں تو اسکی بہت سی مورتیں یونانی سلطنت میں جابجا تھیں مگر سب میں بڑی یہی مورت ہے۔

مصر کی جامع مسجد کی طرح ایک مسجد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اسکندریہ میں بھی ہے مالکی مذہب کے لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ خاص مصر میں ایک ویرانہ کا نشان ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سلطنت عبیدیہ کے انقلاب کے وقت ۵۶۴ھ میں بہت عمارتوں کو جلا کر خاک کر دیا تھا۔ مگر اب اس ویرانے کا بہت سا حصہ درست ہو کر نئی عمارتیں بن گئی ہیں۔

مصر کے آثار قدیمہ

مصر بہت قدیمی شہر ہے۔ چاروں طرف بکثرت آثار قدیمہ موجود ہیں آبادی کے ادھر ادھر بہت سے ٹیلے ہیں ان سے قیاس ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر بہت ہی بارونق اور آباد ہوگا۔ شہر کے غرب میں نیل کے دوسرے کنارے پر جیزہ[1] نامی ایک بڑا گاؤں ہے اس گاؤں اور مصر کے درمیان میں ایک جزیرہ ہے اس میں، اونچے اونچے مکان اور ان میں خوبصورت دریچیاں ہیں یہ جزیرہ محض سیر و تفریح کی جگہ ہے۔ جزیرہ اور مصر کے درمیان میں ایک میل کے قریب لمبی ایک جھیل ہے۔ جزیرہ میں جامع مسجد بھی ہے اور ہر جمعہ کو خطبہ ہوتا ہے۔

نیل کی طغیانی ناپنے کی مقیاس

جزیرہ کی مسجد کے متصل نیل کا پانی ناپنے کا ایک آلہ ہے اسی آلے سے ہر سال پانی کا اندازہ کیا جاتا ہے دریائے نیل کی طغیانی جون میں شروع ہوتی ہے۔ اگست انتہائی ترقی کا زمانہ ہے اور اکتوبر میں پھر اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ یہ پیمانہ سنگ سفید کا ہشت پہلو ایک عمود ہے اور پانی کے اندر نصب ہے۔ عمود کا طول ۲۲ ہاتھ (ذراع) ہے اور ہر ہاتھ کے چوبیس حصے ہیں جن کو انگل کہتے ہیں انتہائی طغیانی انیس ہاتھ ہے۔ اتفاقاً کبھی اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے مگر اوسط طغیانی ۱۷ ہاتھ ہے اس مقدار کو اہل مصر پہلی مقدار سے بہتر سمجھتے ہیں جب دریا کی طغیانی سولہ ہاتھ ہو جاتی ہے اس وقت سلطان زر لگان وصول کرنے کا مستحق ہوتا ہے اس مقدار سے جس قدر پانی بڑھتا جاتا ہے اس کی بابت روزانہ مبارک سلامت ہوتی ہے۔ روزانہ کی طغیانی کا حساب انگلیوں کے شمار پر ہوتا ہے۔ اگر سولہ ہاتھ سے پانی کم رہے تو اس سال کی پیداوار اور خراج میں سلطان کا کوئی حق نہیں ہے۔

---

[1] انگریزی میں اس کو گیزہ (غزہ) کہتے ہیں اور اہرام مصر اسی جگہ ہیں۔

مزار حضرت کعب الاحبار رضؓ

کہتے ہیں جزیرہ کی آبادی میں حضرت کعب الاحبارؓ کا مزار ہے اس کی آبادی کے وسط میں چند پتھروں پر نہنگ دریائی کی شکلیں بنی ہوئی ہیں ان تصویروں کا یہ تصرف ہے کہ جو راستہ نیل سے گاؤں کو آتا ہے اس سے تین میل تک نیچے اوپر کوئی نہنگ نظر نہیں آتا۔

حجاج سے ناروا سلوک

عبیدیوں کے عہد حکومت میں حاجیوں پر ساڑھے سات دینار مصری جو پندرہ دینار مومنیہ کے مساوی ہیں محصول مقرر تھا اس مواخذہ سے سبک دوش ہونے میں بوجہ سختی۔ نقصان اور ہرج مقاصد کے ان لوگوں کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ بعض کے پاس بقدر زادراہ کے ہی خرچ ہوتا تھا اور بعض کے پاس اس قدر بھی نہ ہوتا تھا یہ لوگ مقام عیذاب میں روکے جاتے تھے اور ادائے محصول کے واسطے انھیں طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے تھے کسی کے فوطے باندھے جاتے تھے اور کسی کے ساتھ اور حرکات قبیح کی جاتی تھیں اور اس سے زیادہ مقام جدہ میں ان لوگوں کو عذاب دیا جاتا تھا۔ جن کے پاس ادائے محصول کی رسید نہیں ہوتی تھی۔

سلطان صلاح الدین کا عدل

مگر اس بادشاہ عادل نے اس رسم بد کو موقوف کر کے اس کے عوض میں اہل حجاز کا وظیفہ مقرر کیا اور اس کام کے واسطے ایک ضلع کے تمام محاصل وقف کر دیئے اور حجاز تک اس وظیفہ کے پہنچانے کا خوب انتظام ہے اور اس مراسلت کا نام میرۃ المکہ والمدینہ رکھا ہے اس قاعدہ کے جاری ہونے سے حجاج کو سفر میں بہت آسانی ہوگئی ورنہ پہلے قاعدہ کی وجہ سے یہ سفر قریب الانقطاع ہوچکا تھا اور لوگوں کے ارادے سست ہو گئے تھے اس بادشاہ کے ہاتھوں مسلمانوں کی، آسائش کے بہت بڑے بڑے کام انجام کو پہنچے جن کی برکتیں تمام آفاق پر حاوی ہیں۔ ہر شخص پر جو حج کو ارکان خمسہ سے جانتا ہے اس بادشاہ کی ترقی دولت کی دعا واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علاقہ مصر میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کی خرید و فروخت پر محصول مقرر تھا۔ یہاں تک کہ خوش ذائقہ ہونے کے سبب سے نیل کے پانی پر بھی محصول تھا۔ اس عہد میں یہ ناموزوں

رسم بھی موقوف ہو گئی اور عدل و امن کے قواعد جاری ہوئے بادشاہ کی معدلت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اہل بلاد نے شب خوابی کا لباس پہننا چھوڑ دیا ہے۔ شب کو جو ضرورت پیش آتی ہے بلا تکلف باہر جاتے ہیں اور رات کی تاریکی سے کچھ خوف نہیں کرتے۔ مصر اور اسکندریہ کے باشندوں کی ہم نے بچشم خود یہ حالت دیکھی ہے۔

قاہرہ سے روانگی

۲۶ر اپریل کو منگل کی شب چاند نظر آیا۔ اتوار کے دن ۶ر محرم کو (یکم مئی) ہم صبح کے وقت براہ صعید مصر قوص کو روانہ ہوئے راہ میں دریا کے کنارے قریب قریب بہت سے گاؤں ملتے ہیں پہلے روز بائیں طرف نیل کے مشرقی کنارے پر اسکون نامی گاؤں ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہیں پیدا ہوئے تھے اور یہیں ان کی ماں نے انھیں دریا میں ڈالا تھا۔ اسی طرح ہمارے داہنی طرف نیل کے غربی کنارے پر گاؤں ملتے رہے دریائے نیل کے داہنے بائیں جس قدر راہ میں بستیاں تھیں ان سب کے حالات لکھنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے اس لئے صرف بڑے بڑے مقامات کے تذکرے پر اکتفا کی۔

زندان یوسفؑ

دوسرے روز راہ میں ایک بہت پرانا شہر نظر آیا جس میں زندان یوسف علیہ السلام ہے شہر کی عمارت بالکل منہدم ہو گئی ہے اس کے پتھروں سے قاہرہ میں ایک وسیع اور مستحکم قلعہ بن رہا ہے۔ اسی جگہ وہ مقام بھی ہے جہاں یوسف علیہ السلام نے غلہ جمع کیا تھا کہتے ہیں کہ انبار خانہ کی عمارت کھتوں کے طرز پر بنی ہوئی ہے۔

مسجد ابراہیمؑ

اتوار کی شب میں ۱۳ر محرم کو منیہ ابن الخصیب قصبہ داہنی طرف دریا کے کنارے ملا۔ قصبہ کی بہت بڑی آبادی ہے۔ بازار اور حمام وغیرہ تمام شہری ضروریات کے سامان موجود ہیں۔ آج ہمیں مصر سے چلے ہوئے آٹھ روز ہوئے۔ راہ میں ہوا کم ہو گئی تھی اس لئے کچھ ٹھہرنا پڑا۔ اس قصبے سے تھوڑے فاصلے پر بائیں طرف ابراہیم علیہ السلام کی مسجد ملی یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ صحن مسجد میں حضرت خلیل اللہ کی سواری کے چوپایہ کے قدم کا نشان ہے۔

جبلہ المقلہ

اس مقام سے آگے بائیں طرف انُصنا ہے اس کی آبادی وسیع اور خوبصورت ہے اور آثار قدیمہ بھی بہت ہیں کسی زمانے میں بہت اچھا شہر تھا اور چار دیواری

بہت مضبوط تھی سلطان صلاح الدین نے اسے توڑ کر پتھر قاہرہ میں منگا لیا۔ دوشنبہ کی صبح کو ۱۹ تاریخ بائیں طرف دریا کے کنارے پر جبل المقلہ نظر آیا۔ یہ پہاڑ مصر اور قوص کے بیچ میں ہے مصر سے یہاں تک تیرہ منزل (برید[1]) راہ طے ہوئی ہے اور تیرہ منزل اور باقی ہے۔

حائطۃ العجوز

ایک حیرت انگیز دیوار بائیں طرف نیل کے مشرقی کنارے پر مصر سے اسوان تک برابر چلی گئی ہے مگر بعض جگہ منہدم ہو گئی ہے اور بعض جگہ باقی ہے اسوان سے قوص تک صرف آٹھ منزلیں باقی رہتی ہیں اس دیوار کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اور اس کو حائطۃ العجوز کہتے ہیں غالباً یہ عجوز وہی ساحرہ[2] ہے جس کی نسبت کتاب المسالک والممالک میں لکھا ہے کہ مدت تک اس کی حکومت ان ممالک پر رہی۔

رومی قزاقوں کی گرفتاری

ہم نے اسکندریہ پہنچ کر سب سے اول ایک جماعت کثیر کو دیکھا جو رومی قیدیوں کو دیکھنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ قیدی اونٹوں پر الٹے سوار تھے اور ان کے پیچھے نقارے بجتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے ان کے حالات سن کر خوف و ہراس سے کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ یہ قیدی شام کے نصرانیوں میں سے تھے انھوں نے بحر قلزم کے کنارے کشتیوں کے واسطے تختے بنوائے اور اس سامان کو ہمسایہ عربوں کے اونٹ کرایہ کر کے ساحل تک لے گئے ساحل پر تختوں سے کشتیاں بنا کر دریا میں ڈالیں اور ان میں سوار

---

[1] دو فرسنگ یا بارہ میل کا ایک برید ہوتا ہے۔

[2] فرعون کے غرق ہونے کے بعد حکومت مصر کے واسطے ایک شخص کو منتخب کرنے کا مشورہ ہوا۔ باقی ماندہ لوگوں میں سے دلوکہ بنت زبا ایک عقیل و فہیم عورت تھی اسکو حاکم بنایا اس وقت اس کی عمر ۱۶۰ برس کی تھی اس نے اس خیال سے کہ یہ ملک نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ اطراف کے حکمراں طمع کریں گے تمام ملک کے گرد حصار بنایا۔ حصار کے گرد نیل کے پانی کی جھیل بنا دی اور حصار میں تین تین میل کے فاصلے پر ایک ایک قلعہ اور ایک ایک میل کے فاصلے پر حفاظت کی چوکیاں بنائیں چوکیوں میں گھنٹے لگا دیئے گئے تاکہ خطرہ کے وقت گھنٹا بجا دیا کریں اور ان گھنٹوں کے ذریعہ سے فوراً دارالخلافہ تک اطلاع ہو جائے (خطط والآثار مقریزی۔ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۹۹)

ہو کر حجاج کو لوٹتے ہوئے بحرالنعم تک پہنچے وہاں سولہ کشتیوں کے قریب جلا دیں پھر وہاں سے عیذاب میں آئے اور حجاج کی ایک کشتی کو جو جدہ سے آتی تھی لوٹ لیا اور ایک قافلہ خشکی کی راہ سے قوص سے عیذاب کو جاتا تھا اسے بھی لوٹا اور قافلے میں سے کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑا دو جہاز سوداگروں کے یمن سے آتے ہوئے لوٹ لئے اور ساحل پر میرۃ الملکہ والمدینہ کی جس قدر جنس وغیرہ جمع تھی جلادی غرض کہ ان لوگوں نے اس قسم کی بدکاریاں اختیار کیں کہ نہ اہل اسلام میں سنیں اور نہ رومیوں سے ظہور میں آئیں۔

رومی قزاقوں کا منصوبہ سب سے بدتر خباثت اس جماعت کی یہ ہے کہ جس کو کان برداشت نہیں کر سکتے ان کا قصد تھا کہ مدینہ منورہ جاکر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو ضریح مقدس سے نکال لائیں یہ تذکرہ ان کی زبانوں پر بھی تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی بے باکی کا مواخذہ کیا اور قضاء وقدر نے ان کے مقاصد میں جس معاملہ کو حائل کیا تھا وہ پیش آیا مدینہ منورہ سے ان کو ایک دن کی راہ باقی تھی کہ خداوند کریم نے ان کے شر کو دفعہ کیا۔ اصل کیفیت یہ ہے کہ لولو حاجب کی کشتیاں جن میں دلیران مغربی سوار تھے اس گروہ سے دوچار ہوئیں یہ لوگ ڈیڑھ مہینے سے اس گروہ کے متلاشی تھے ان کی کشتیاں گھیر لیں بعض کو قتل اور بعض کو گرفتار کیا قیدیوں کی کئی جماعتیں بنا کر بڑے بڑے شہروں کو قتل کے واسطے روانہ کیں سرغنوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو قتل کے لئے بھیجا اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو اس فساد سے محفوظ رکھا۔ اب ہم دوبارہ منازل سفر کے حالات بیان کرتے ہیں۔

شہر اخمیم ہم جبل مقلہ سے گزر کر موضع منفلوط کے قریب پہنچے۔ یہ موضع داہنی طرف مغربی کنارے پر واقع ہے موضع میں بازار وغیرہ اور تمام ضرورت کا سامان موجود ہے کل صعید مصر میں اس کے مقابل کوئی سرسبز و شاداب مقام نہیں ہے۔ گیہوں بہت عمدہ اور وزنی ہوتا ہے اور مصر کو بکثرت جاتا ہے اس کے آگے مغربی کنارے پر اسیوط[1] ہے

---

[1] انگریزی میں تین طرح لکھا جاتا ہے۔ ASIOOT - ASYUT - SUYUT عربی میں مع الف اور بغیر الف دونوں طرح درست ہے اعلائے صعید مصر کا ایک شہر دریائے نیل کے بائیں (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ شہر نہایت خوش منظر اور صعید کے مشہور مقامات میں سے کنارے سے تین میل کے فاصلے پر ہے چار دیواری بہت بلند اور مستحکم ہے اور شہر کے چاروں طرف خرمے کے باغات ہیں اسی کنارے پر ابی شیخ نامی ایک مقام ہے اس میں بھی بازار موجود ہے اور تمام شہری سامان میسر آتا ہے اس کے آگے شرقی کنارے پر اخمیم[1] شہر ہے یہ جگہ نہایت پرانی اور بارونق ہے اور اس میں ذوالنون مصری اور ایک مرد صالح داؤد نامی کی مسجدیں ہیں۔ لوگ ان کو متبرک جانتے ہیں ہفتہ کے دن ۱۹ محرم کو ہم نے بھی تبرکاً ان مسجدوں میں نماز ادا کی۔ شہر میں قبطیوں کے آثار قدیمہ بہت ہیں۔

ذمی قبطیوں کے عبادت خانے

ذمی قبطیوں کے عبادت خانے اب بھی معمور و برقرار ہیں عبادت خانوں کی عمارتیں قابل دید ہیں سب سے بڑی عمارت بربا نامی گرجا کی ہے شہر کے شرقی حصہ میں گرجا واقع ہے اور دنیا کے بڑے گرجوں میں شمار ہوتا ہے اس کا طول دو سو بیس ہاتھ اور عرض ایک سو ساٹھ ہاتھ ہے عمارت کے اندر پتھر کے چالیس ستون ہیں اور ہر ستون کا محیط پچاس بالشت ہے دو ستونوں کے درمیان تیس بالشت کا فاصلہ ہے۔ بلندی نہایت موزوں اور استحکام بے نظیر ہے تراش وخراش میں وہ صناعی کی ہے گویا سانچہ میں ڈھالا ہے سب ستونوں پر لاجوردی رنگ کا کام ہے اور دیواریں اوپر سے نیچے تک طرح طرح کے نقوش سے آراستہ ہیں اور ان کا آثار اٹھارہ بالشت ہے دو دو ستون کے درمیان میں محراب کی جگہ پتھر کی چٹانیں ۵۶ بالشت طویں دس بالشت عریض اور آٹھ بالشت

(پچھلے صفحہ کا باقی نوٹ) کنارے پر آباد ہے اب ریل بھی جاری ہو گئی ہے ریل کی وجہ سے اب بولاق سے ۲۲۹ میل کا فاصلہ ہے آبادی ۲۵ ہزار کے قریب ہے۔

[1] انگریزی میں اکھمین اور اکھمین AKHMIN – EKHMIN لکھتے ہیں۔ اعلائے صعید مصر ... میں دریائے نیل کے داہنے کنارے سے تھوڑے فاصلے پر اور سہاگ سے دو تین میل اوپر یہ شہر واقع ہے تین اور چار سو کے درمیان آبادی ہے چند مسجدیں اور دو قبطی گرجا ہیں۔ شہر سے باہر دو قدیم گرجا ہیں جن کو ہمارے سیاح اور دیگر عربی مورخوں نے بربا لکھا ہے اس کی جمع برابی آتی ہے۔ بربا قبطی زبان میں آثار قدیمہ کو کہتے ہیں۔ اس کا قدیمی نام نیوپولیس ہے (دیکھو جام جم (انسائیکلوپیڈیا)

موتی لگائی ہیں۔ چھت بالکل پتھر کی ہے مگر اس خوبی سے جڑی ہے کہ ایک ڈال چٹان کی معلوم ہوتی ہے چھت میں بھی نقش ونگار اور تصویریں بہت خوب بنائی ہیں دیکھنے والے کو لکڑی کی منقش چھت کا دھوکہ ہوتا ہے ہر پتھر میں نئی قسم کی تصویر ہے کہیں کہیں اس صنعت سے پرندوں کی تصویریں بنائی ہیں کہ گویا پر کھولے ہوئے اڑنے کو تیار ہیں۔ بعض پتھروں میں خوبصورت انسانوں کی شبیہیں ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں ہتھیار ہے۔ کسی کے ہاتھ میں پیالہ ہے کوئی پرند لئے ہوئے ہے کوئی تصویریں دیکھ رہا ہے۔ اور کوئی اشارہ کر رہا ہے غرض کہ ہر تصویر اصلی معلوم ہوتی ہے عمارت کے اندر باہر اوپر نیچے اس قدر تصویریں ہیں جن کی تفصیل کی عبارت میں گنجائش نہیں ہے ان تصویروں میں بعض مہیب تصویریں انسانی شکل کے خلاف بھی ہیں جن کو دیکھ کر خوف وعبرت پیدا ہوتی ہے اس عمارت میں بال برابر جگہ تصویر یا نقش ونگار سے خالی نہیں ہے حقیقتاً جس طرح اس سخت پتھر میں نقاشی کی ہے ویسی نرم لکڑی میں بھی ہونی دشوار ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تصاویر کی ترتیب وزینت کے واسطے ایک زمانۂ دراز درکار ہے۔ اس عمارت کے بالائی حصہ میں بھی اس قسم کے پتھر لگائے ہیں۔ اس کی بلندی اور رفعت سے عقل حیران ہوتی ہے۔ گرجا میں مکانات آمدورفت کی راہیں اور اوپر چڑھنے کی سیڑھیاں اس کثرت سے ہیں کہ اگر چند آدمی اندر جاتے ہیں تو ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے ہیں اور بغیر آواز دیئے باہم جمع نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ کہ یہ عمارت عجائبات دنیا سے ہے اور اس کی تعریف احاطۂ تقریر سے باہر ہے اس مختصر بیان کو اس کے اوصاف کا ایک ادنیٰ نمونہ سمجھو۔ ناظرین اس تحریر کو مبالغہ پر محمول نہ کریں کیونکہ کوئی کیسا ہی سحبان بیان ہو مگر اس عمارت کی تعریف سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

مسافروں سے بدسلوکی

صعید کے بڑے بڑے مقامات میں مثل اخمیم۔ منیہ ابن الخصیب اور قوص وغیرہ کے حجاج اور دیگر مسافروں پر زکوٰۃ کے سبب سے جو سختیاں ہوتی ہیں ان کا بیان نہایت ہی مکروہ ہے جا بجا جہاز روکے جاتے ہیں ان کی تلاشی ہوتی ہے لوگوں کی بغلیں اور کمریں ٹٹولتے ہیں۔ قسمیں دی جاتی ہیں ان سب صورتوں میں ظاہر ہے کہ حجاج کی کمال توہین اور رسوائی ہے لیکن یہ ساری خرابیاں اس وجہ سے ہیں کہ سلطان کو ان امور کی اطلاع نہیں ہے اگر اسے خبر ہوتی تو یہ قبیح رسمیں ہرگز باقی نہ رہتیں۔

اور محصول لینے والوں کا پورا تدارک کرتا۔ اس لئے کہ سلطان نے اس سے بہت بڑے بڑے ناز یبا امور کو یک لخت موقوف کر دیا۔ حق یہ ہے کہ ایسی قوم پر جہاد واجب ہے جو مسافران راہ خدا پر جَور و تعدی کرتے ہیں اگر خوش نیتی سے انتظام کیا جائے۔ اہل مقدرت سے خوش اسلوبی کے ساتھ زکوٰۃ لیں۔ غربا سے جن کے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے تعرض نہ کریں بلکہ انکی جان و مال کی حفاظت میں ساعی رہیں تو محصول کی آمدنی میں افزونی اور آسانی ہو جائے اور اس بادشاہ پر بھی کوئی الزام نہ آئے جس کا عدل و داد ایک عالم کو محیط ہے۔

تلاشی لینے کا مذموم طریقہ

یہ کیسی بری بات ہے کہ کچھ سرکش لوگ ہاتھوں میں دستے دار سوئے لئے ہوئے جہازوں پر تجسس کے واسطے چڑھ آتے ہیں اور ہر ایک خورجی اور گٹھری میں سوئے چبھو چبھو کر دیکھتے ہیں کہ سوائے سامان زادراہ کے اور کوئی چیز تو نہیں ہے۔ تلاشی لینے والوں پر اکثر احادیث میں لعنت کی گئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے تلاشی کو منع فرمایا ہے مگر ان لوگوں پر افسوس ہے کہ مہمات خلائق پر مامور ہیں اور مومنین کی بلا رضامندی ان کے اسباب کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالےٰ انھیں ایسے عادل بادشاہ کے ہاتھ سے انکے اعمال کی سزا دلائے۔

منشاۃ السودان

قصۂ کوتاہ اخمیم کے آگے ایک مقام منشاۃ السودان نیل کے غربی کنارے پر ہمیں ملا یہ گاؤں خوب آباد ہے کہتے ہیں کسی زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اس کے سامنے پتھر کا ایک بہت بلند بند بنا ہوا ہے نیل کا پانی بند سے اونچا نہیں ہوتا اور گاؤں سیلاب سے محفوظ رہتا ہے تھوڑی دور اور آگے اس طرف یعنی غربی کنارے پر ایک اور خوش قطع آبادی ہے اس کا نام بُلبُنیَہ ہے اور یہاں سے قوص چار منزل ہے۔

دشنہ و قنہ کی پردہ نشین خواتین

اس کے آگے شرقی کنارے پر دشنہ نامی ایک مقام ہے آبادی کی شہر پناہ پختہ ہے اور ہر قسم کا شہری سامان ملتا ہے۔ یہاں سے قوص دو منزل ہے اس کے آگے ایک خوش منظر شہر نیل کے غربی کنارے پر ملتا ہے۔ کنارے سے بہت قریب ہے اور اس کا نام بَدَندَرَہ ہے۔ خرمے کے درخت کثرت سے ہیں۔ یہاں کا خرما تمام صعید مصر سے بہتر ہوتا ہے قوص یہاں سے ایک منزل ہے

اس شہر کا گرجا اخمیم کے گرجے سے بھی بڑا ہے اور یہاں کے لوگ اسے بربا کہتے ہیں۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نیل کے شرقی کنارے شہر قنا ہے صعید کے نادر شہروں میں محسوب ہوتا ہے عمارتیں بہت خوش وضع اور پر فضا ہیں یہاں عورتیں گھروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ گلی کوچوں میں ہم نے کوئی عورت نہیں دیکھی یہی کیفیت مقام دشنہ کی عورتوں کی سنی جاتی ہے نیل کے اسی شرقی ساحل پر قفط کنارے سے تین میل کے فاصلے پر ہے یہ شہر بھی خوش نما اور خوش قطع ہے۔

باب ۳

قوص

ماہ صفر ۵۷۹ھ

۲۴ محرم کو (۱۹ مئی) جمعرات کے دن ہم قوص میں داخل ہوئے۔ دریا میں ہم نے اٹھارہ دن سفر کیا اور انیسویں روز قوص میں پہنچے۔ یہ شہر بہت آباد ہے۔ بازار نہایت پاکیزہ اور مکانات خوب کشادہ ہیں حجاج کی آمدورفت کا یہ خاص مقام ہے۔ یمن۔ ہند اور حبش کے تاجروں کی فرودگاہ ہے۔ مغرب، مصر اور اسکندریہ کے حجاج کے ملنے کی جگہ ہے۔ تمام قافلے یہیں ٹھہرتے ہیں اور پھر یہاں سے عیذاب کو جاتے ہیں۔ ہم یہاں ابن العجمی کی سرائے کے سامنے پڑاؤ میں مقیم ہیں یہ سرائے شہر کے باہر ہے۔

چاہ عاجز

بدھ کی شب کو (۲۵ مئی) صفر کا چاند نظر آیا۔ ہنوز ہم قوص میں مقیم ہیں اور سفر عیذاب کا بندوبست کر رہے ہیں۔ دوشنبہ کے دن ۱۳ صفر کو (۶ جون) ہم نے اپنا اسباب شہر کے سامنے ایک کھلے میدان میں نکال کر رکھا۔ میدان کے چاروں طرف خرمے کے درخت ہیں۔ حجاج کے قافلے جمع ہونے کی یہی جگہ ہے یہاں اسباب کو درست کر کے مضبوط باندھتے ہیں اور تولنے کی چیزیں وزن کر کے ساربانوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ ہوتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد یہاں سے کچھ آگے بڑھ کر کنوئیں کے کنارے جس کا نام عاجز ہے قیام کیا۔ منگل کی صبح کو کچھ ساربان جن کے گھر یہاں سے

قریب ہیں اپنی ضرورتوں کی وجہ سے گھروں کو گئے اس لئے آج یہیں قیام کرنا پڑا ۱۵ ار صفر کو بدھ کی شب میں خسوف کامل ہوا اور اول شب سے سونے کے وقت تک برابر رہا۔ بدھ کو ہم نے قلاع الضیاع کی طرف کوچ کیا اور رات مَحَطّ اللَّقِیطَہ میں بسر کی یہ مقامات جنگل میں ہیں۔ اور ان میں سے کوئی آباد نہیں ہے۔

چاہ عبیدین

پنجشنبہ کی صبح کو ایک کنویں کے کنارے مقام ہوا۔ یہ کنواں عبیدین یعنی دو غلاموں کے نام سے منسوب ہے۔ سنا ہے وہ دونوں غلام غلبۂ تشنگی سے اس کنوئیں تک پہنچتے پہنچتے مر گئے تھے ان کی قبریں اسی جگہ ہیں۔ ہم نے یہاں سے تین روز کا پانی بھر کر، ار صفر کو جمعہ کی صبح سے صحرا کو طے کرنا شروع کیا جہاں رات ہو جاتی تھی وہیں قیام کر دیتے تھے عیذاب اور قوص کے آنے جانے والے قافلوں سے تمام پڑاؤ بھرجاتا تھا ہر قسم کا امن و امان تھا۔

چاہ دنقاش

یکشنبہ کے دن ۲۰ صفر کو دنقاش میں ایک کنوئیں کے قریب قیام کیا اس کنوئیں سے اس قدر انسان و حیوان سیراب ہوتے ہیں جن کا شمار بیان سے باہر ہے اس صحرا کا سفر بغیر اونٹ کے دشوار ہے اس لئے کہ اونٹ کو پیاس کی بہت برداشت ہے اونٹ کی سواری میں سب سے بہتر شُقْدُف ہے وہ چوڑی خورجی کی طرح ہوتا ہے اور دو دو شقدف باہم مضبوط رسیوں سے باندھ کر اونٹ پر کھینچ دیتے ہیں۔ اوپر ایک پردہ ہوتا ہے جس سے چاروں گوشے ڈھکے رہتے ہیں اور اس کے سایہ میں آفتاب کی تمازت سے بچاؤ رہتا ہے اسی طرح دوسرے حصہ میں دوسرا شخص سایہ میں تکیہ لگا کر بیٹھتا ہے دونوں آدمی آپس میں ضروری چیزوں کا لین دین بآسانی کر سکتے ہیں۔ کلام الٰہی کی تلاوت بھی کرتے ہیں تفریح کے واسطے شطرنج کھیلنا چاہیں تو بھی ممکن ہے۔ غرض کہ یہ سواری تکلیف سفر سے بہت راحت دینے والی چیز ہے۔ جو مسافر اپنے اسباب کے اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں انھیں دھوپ کی شدت سے سخت تکلیف ہوتی ہے القصہ اس کنوئیں پر بہت ہجوم تھا۔ قبیلہ قضاعہ کی شاخوں میں سے قبیلہ بُلَیْتی کے چند ساربان عیذاب کے جانے والے قافلے کے ہمراہ یہاں اترے ہوئے تھے ان سے اور قوم اغزاز کے چند ترکوں سے پانی پر بہت جھگڑا ہوا فساد کی نوبت آ گئی تھی۔ مگر اللہ نے اس قضیہ کو بعافیت دور کیا۔

بامتان

قوص سے عیذاب کو دو راستے جاتے ہیں ایک وہ جسے ہم طے کر رہے ہیں۔ یہ راہ بہت سیدھی ہے اور اسے عبدین کہتے ہیں۔ دوسری راہ قنی کے نام سے مشہور ہے قنی نیل کے کنارے ایک گاؤں ہے۔ یہ دونوں راہیں دنقاش کے قریب ملتی ہیں۔ اور ان کا دوسرا میل شاغب میں دنقاش سے ایک منزل آگے ہوتا ہے رات کو آٹھ پہر کا پانی بھر کر دنقاش سے کوچ کیا چہار شنبہ کے دن ۲۲ صفر کو زوال سے قبل شاغب میں پہنچے۔ پہلے یہاں تھوڑا پانی تھا اس لئے لوگوں نے دوبارہ اسے کھودا ہے مگر تھوڑا ہی کھودنے سے پانی خوب ہو گیا ہے۔ پنجشنبہ کی صبح کو یہاں سے تین روز کے خرچ کا پانی لے کر بامتان کی طرف روانہ ہوئے دوسری راہ سے ایک مقام.... یہاں سے ایک ہی منزل ہے مگر اس کا بہت کھاری پانی ہے۔ اور اونٹوں کے واسطے دشوار گزار راہ ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا۔

۲۶ صفر کو اتوار کے دن زوال سے پہلے بامتان میں پہنچے۔ آج میں نے کلام الٰہی کے حفظ کرنے سے فراغت پائی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ یہاں کے کنوئیں کو اللہ تعالیٰ نے خاص برکت عطا فرمائی ہے تمام راہ کے کنوؤں سے شیریں ہے۔ پانی بہت کثرت سے نکلتا ہے۔ سب آدمی اور تمام اونٹ رستے بھر کے ایسے پیاسے کہ ہر کو منہ لگائیں تو ایک قطرہ نہ چھوڑیں۔ اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت کی وہ کثرت ہے کہ راہ میں ہر چند ہم نے ان کے شمار کا اہتمام کیا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ خصوصاً عیذاب کی طرف سے آنے والے قافلوں کی بہت کثرت تھی جو یمن اور ہند سے اسباب لاتے ہیں۔ اکثر اونٹوں پر سیاہ مرچیں لدی ہوئی تھیں ان کی افراط سے خیال ہوا کہ شاید وہاں مرچوں کی قیمت مٹی سے بھی کم ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اونٹوں کی ماندگی کے سبب سے اکثر لوگ مرچیں وغیرہ سامان سرِ راہ ڈال جاتے ہیں اور پھر آ کر صحیح سالم اٹھائے جاتے ہیں۔

موضع عشرار

دوشنبہ کی صبح کو یہاں سے کوچ کر کے مقام مجاج میں پہنچے۔ جہاں سے چار روز کا پانی بھر کر سہ شنبہ کو بعد زوال موضع عشرار کی طرف روانہ ہوئے اس مقام سے ایک منزل آگے عیذاب ہے۔ یہاں سے ہماری راہ کشادہ میدان میں ہے۔ یہ میدان ریگستان ہے اور بحر جدّہ تک چلا گیا ہے۔ داہنے بائیں جہاں تک نظر جاتی ہے ریت ہی ریت نظر آتی ہے عیذاب تک اسی ریگستان میں چلنا ہو گا۔

ماہ ربیع الاول ۵۷۹ھ

شب جمعہ کو (۲۴ جون) چاند دکھائی دیا۔ ہم ابھی عیذاب سے تین منزل اس طرف اسی میدان میں ہیں۔ جمعہ کی صبح کو عشرار میں داخل ہوئے۔ یہاں عشر (مدار) کے درخت بکثرت ہیں۔ اس کے درخت ترنج کی طرح کے ہوتے ہیں۔ مگر کانٹا نہیں ہوتا۔ یہاں پانی ایک گڑھے میں ہے اور خوب شیریں بھی۔ نہیں ہے۔ ہم نے جاکر دیکھا تو ریت نے تمام سطح آب کو چھپا لیا تھا۔ ساربانوں نے اسکی درستی اور پانی نکالنے کا انتظام کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی اور کل قافلے میں پانی ختم ہوگیا مجبور ہوکر اسی روز ہفتہ کی شب میں کوچ کیا ہفتہ کے دن زوال سے پہلے مقام خبیب میں پہنچے۔ عیذاب یہاں سے سامنے نظر آتا ہے۔ حوض کی طرح یہاں ایک بہت بڑا کنواں ہے اور تمام قافلے اور آبادی کو پانی دیتا ہے یہاں سے روانہ ہوکر عشار کے وقت عیذاب میں داخل ہوئے۔

باب ۴

عیذاب

بحرجدّہ کے کنارے آباد ہے۔ شہر پناہ نہیں ہے مکانات اکثر خس پوش ہیں مگر اب پختہ عمارتیں شروع ہوگئی ہیں۔ دنیا کی مشہور بندرگاہوں میں یہ بندرگاہ ہے۔ ہند اور یمن کے جہاز حجاج کی وجہ سے بکثرت آتے ہیں ریگستان کے سبب سے یہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی کل ضرورت کی چیزیں باہر سے آتی ہیں۔ لیکن یہاں کے باشندوں کو حجاج سے بہت آسائش ہے اس لئے کہ ان کے ساتھ خورد و نوش وغیرہ ہر طرح کا سامان ہوتا ہے اور حجاج کے مال پر بھی بہت کم محصول لیا جاتا ہے اس کے سوا جو جہاز جدّہ کو آتے جاتے ہیں ان کے کرایہ کی آمدنی بھی ہے۔ اور اس سے انھیں بہت کچھ مل رہتا ہے جس شخص کے پاس ایک یا دو جہاز ہیں وہ بڑا مرفہ الحال ہے ہم یہاں ایک حبشی مویخ نامی کے مکان میں مقیم ہیں۔ یہ لوگ یہاں ساربانی کرتے ہیں مگر بڑے قزاق اور ڈکیت ہیں۔ ان کے ہاتھوں ہزاروں آدمی۔ جہاز اور مسافر خانے تباہ ہوتے ہیں۔

موتیوں کا معدن

یہاں سے قریب ہی چند جزیروں میں موتیوں کا معدن ہے۔ غوطہ خور کشتیوں میں جاتے ہیں اور جو کچھ قسمت سے ملتا ہے۔ نکال کر لاتے ہیں موتی نکالنے کا زمانہ جون اور جولائی ہے اس زمانے میں جو موتی نکلتے ہیں نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہیں۔ یہ معدن بہت عمیق نہیں ہے اس میں سے سیپ زندہ نکلتی ہے گویا ایک قسم کی

مچھلی ہے۔ شکل وشباہت میں کچھوے سے بہت مشابہ ہوتی ہے جب اسے شگاف کرتے ہیں تو دونوں لب اندر سے چاندی کی ڈبیہ کی طرح نظر آتے ہیں اور اس میں سے موتی کا دانہ گوشت میں لپٹا ہوا نکلتا ہے یہ دانے حسب مقدّر ہر شخص وہاں سے لاتا ہے۔

ریگستانی سفر کی صعوبتیں

یہ عجیب بات ہے کہ ایسی بستی سے جہاں کوئی رطب ویابس چیز میسر نہیں آتی یہاں کے باشندوں کو بڑا انس ہے یہ اللہ تعالےٰ کا نظام قدرت ہے کہ اس نے وحشیوں کو بھی حُبِ وطن عطا کیا ہے جدّہ سے عیذاب کو آنے میں ایک سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے ہوا کے زور سے بہت سے جہاز عیذاب کے جنوب میں... ریگستانی ساحلوں پر جا لگتے ہیں وہاں قریب کے پہاڑوں میں حبشیوں کی ایک جماعت رہتی ہے جن کو بجاۃ کہتے ہیں یہ لوگ اپنے اونٹ لے کر وہاں پہنچتے ہیں اور کرایہ وغیرہ ٹھہرا کر اونٹوں پر سوار کرا کے ایسی راہ سے عیذاب کو لاتے ہیں جہاں پانی نہیں ملتا۔ آخر وہ بیچارے شدت تشنگی سے مرجاتے ہیں اور مسافروں کا مال واسباب ان کے ہتھے چڑھتا ہے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پاپیادہ اس راہ کو اختیار کرتے ہیں اور راہ بھول کر پیاس کے صدمہ سے مرجاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس مہلکہ سے بچ کر عیذاب تک پہنچ بھی جاتا ہے تو صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے گویا ابھی قبر سے اٹھ کر آیا ہے ہم نے ایسے لوگوں کو عیذاب میں آتے ہوئے دیکھا انکی صورتیں بالکل مسخ ہوگئی تھیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اس بلائے ناگہانی سے بچاتا ہے ان کا جہاز سیدھا عیذاب کے ساحل پر آتا ہے۔ مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔

جلّاب کشتی

اس خودسر دریا میں چلنے والی جلاب نامی کشتیاں نئی قسم کی ہوتی ہیں۔ لوہے کی کیلیں ان میں بالکل نہیں لگاتے ہیں۔ ناریل کی چھال کو کوٹ کر رسی بناتے ہیں اور اس رسی کو لکڑی کی میخیں تختوں کے سوراخ میں ڈال کر سب کو خوب جکڑ کر کشتی بنا لیتے ہیں پھر اس کو انڈی یا قرش کے تیل سے چکنا کرتے ہیں۔ قرش ایک بڑی قسم کی مچھلی کا نام ہے جو دریا کے ڈوبے ہوؤں کو نگل جاتی ہے کشتی کی یہ ترکیب اس لئے ہے کہ دریا کی تہ میں بہت سی پہاڑیاں ہیں وہ کشتی کی رفتار میں عارض ہوتی ہیں۔ تیل کی وجہ سے کشتی کی لکڑی نرم اور چکنی رہتی ہے اور یک بیک خفیف صدمہ سے نہیں ٹوٹتی۔ اس دریا میں کیلوں والی کشتی

چلنا محال ہے کشتی کی لکڑی اور ناریل کی چھال ہند اور یمن سے آتی ہے اور اس کے بادبان مقل (گوگل) کے پتوں کے بنے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ سر سے پا تک اس کشتی کی ترکیب نہایت موزوں واقع ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا یہ ایک نمونہ ہے کہ ایسی پرخطر حالتوں میں بھی وہ اپنی مخلوق کی حفاظت فرماتا ہے۔

اہل عیذاب کشتیوں میں اس قدر آدمی بھرتے ہیں کہ آدمی پر آدمی سوار ہوتا ہے اور کشتیاں پنجروں کی طرح بھر جاتی ہیں دریا کے نشیب و فراز کا کچھ خیال نہیں کرتے کرایہ کی حرص میں لوگوں کو اس تہلکہ میں پھنساتے ہیں اور اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ ایک ہی پھیرے میں کشتی کی قیمت وصول ہو جائے۔ بلکہ ان کا یہ قول ضرب المثل ہے "تختوں کی ہماری ذمہ داری ہے اور جانوں کی تمہاری" سب سے پہلے جہاد کے قابل یہی آبادی ہے جس کسی کو شام اور بغداد کی راہ سے بغدادی قافلے کے ہمراہ آنا ممکن ہو تو بہتر ہے کہ اس بستی کی صورت نہ دیکھے۔ اگر آتے وقت اس کا انتظام نہ ہو سکے تو واپسی میں ضرور امیر حاج بغداد کے ہمراہ جائے پھر بغداد سے عکہ کو اور وہاں سے اسکندریہ صقلیہ وغیرہ کو جائے۔ اور کیا عجب ہے کہ اسے کوئی جہاز روم سے سبتہ وغیرہ کو جاتا ہوا بھی مل جائے۔ عیذاب کی مصیبتوں سے اس گردش میں مسافت کثیرہ طے کرنی بہتر ہے

اہل عیذاب کے حالات

اس نواح کے باشندے سودانی جن کو بُجاہ کہتے ہیں اکثر جانوروں سے بدتر ہیں نہ ان کا کوئی دین ہے نہ مذہب اظہار اسلام کے واسطے صرف کلمہ توحید جانتے ہیں اس کے سوا ان کے تمام عقائد اور اخلاق فاسد اور ناپسندیدہ ہیں۔ اس قوم کے زن و مرد سب برہنہ پھرتے ہیں ستر عورت کی قدر فقط ایک کپڑا ہوتا ہے اور اکثر کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا ان کا حاکم اسی قوم میں سے ہے قریب ہی کے پہاڑ میں رہتا ہے کبھی کبھی اظہار اطاعت اور حصول قربت کے واسطے والیٔ عیذاب کے پاس بھی آتا ہے سوائے بعض کے کل مفاد اس آبادی کے اسی حاکم کو ہیں۔ غرض کہ یہ وہ قوم ہے جن میں کوئی بھی اخلاق نہیں ہے اور نہ ان پر لعنت کرنے سے کوئی گناہ ہے۔

عیذاب سے روانگی

دوشنبہ کے دن ۲۵ ربیع الاول (۱۸ جولائی) کو ہم کشتی پر سوار ہوئے ہوا کے سکون اور خلاصیوں کی عدم موجودگی کے

سبب سے یہ تمام دن لنگر گاہ میں گزرا۔ منگل کی صبح کو جدّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عیذاب میں ۲۳ روز بڑی سختی اور مصیبت سے بسر کئے اور غذا کی ناموافقت کی وجہ سے کچھ طبیعت بھی ناساز رہی۔ ایسے مقام میں جہاں کل چیزیں یہاں تک کہ پانی بھی باہر سے آتا ہے وہاں طبیعت کا صحیح رہنا محال ہے۔ ہم نے اپنے قیام کا یہ زمانہ بدن کو جھلسانے والی ہوا اور معدے کو معطل کرنے والے پانی پر بسر کیا۔ کسی نے اس آبادی کی شان میں سچ کہا ہے۔ ع

آب او جملہ حمیم است وہوایش چو جحیم

راہ خدا میں جس قدر سختیاں پیش آتی ہیں ان میں سب سے بڑی مصیبت اس جگہ کا آنا ہے اور حجاج جس قدر ان مصائب پر صبر کرتے ہیں انھیں وجہوں سے اس آبادی کی لوگ مذمت کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے زندان سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس راہ کے بدلے حجاج کے لئے کوئی دوسری راہ صاف فرمائے۔ جو راہ مصر سے مدینہ منورہ کو اَیْلیَہ کی گھاٹی میں ہو کر گئی ہے وہ بہت قریب ہے۔ دریا اس راستے کے داہنی طرف اور جبل طور المعظم بائیں طرف رہتا ہے لیکن اس کے قریب فرانسیسیوں کا ایک قلعہ ہے وہ راہ چلنے کے مانع ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ان پر نصرت عطا فرمائے۔

جزیرہ عالُقتہ السقن

منگل اور بدھ کے روز ہمارا جہاز سست ہوا کے ساتھ برابر چلتا رہا جمعرات کو عشاء کے بعد مشرق کی طرف حجاز کی سمت بجلی چمکتی نظر آئی اس کے بعد ابر گھر آیا تمام افق پر تاریکی چھاگئی اور ہوا تیز ہوگئی۔ ہوا کے باعث جہاز الٹا بہنے لگا تاریکی کی وجہ سے سمتوں کی بھی تمیز نہ رہی بادبان مستول سے گر گیا اور مستول آڑا ہوگیا۔ یہ رات یاس وہراس میں بسر ہوئی اور بحر فرعون نے اپنے اوصاف دکھائے تھوڑی دیر میں ایک آدھ تارا نظر آیا اور اس کے ذریعہ سے کچھ رستے کا پتہ چلا صبح کے قریب اللہ کی عنایت سے ہوا تھم گئی۔ ابر پھٹ گیا اور مطلع صاف ہوگیا دن میں مشرق کی طرف سے حجاز کی پہاڑیاں نظر آئیں۔ ناخدا (ربان) کا بیان ہے کہ ان پہاڑیوں اور جہاز کے درمیان میں دو منزل کا فاصلہ ہے ہمارا جہاز دن بھر بہت دھیمی ہوا کے ساتھ چلتا رہا راہ میں بہت سی گھاٹیاں پانی کے اندر ملیں جن سے پانی ٹکرا کر منتشر ہوتا تھا اور جہاز کو صدمہ

پہنچاتا تھا۔ مگر ناخدا اپنے کام میں بہت ہوشیار تھا۔ ان گھاٹیوں میں بڑی احتیاط سے جہاز کو چلاتا رہا۔ شام کو ایک چھوٹے جزیرے میں جہاز کو ٹھہرایا اور رات وہیں بسر کی۔ جمعہ کی صبح کو ہوا بالکل بند تھی۔ ایک طرف سے کچھ تھوڑی سی رمق آتی تھی مگر وہ سمت ہمارے مخالف تھی اس لئے آج یہیں قیام کیا۔ ۳۰ ربیع الاول کو ہفتہ کے دن ہوا چلی اور ہمارا جہاز اس جزیرہ سے روانہ ہوا اس جزیرہ کو عائقۃ السفن کہتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس نام کی بدفالی سے محفوظ رکھا۔ آج ہمارا جہاز آہستہ چل رہا ہے اور دریا بالکل ساکن ہے۔ گویا آئینۂ آبی کا ایک سطح ہے۔

جدّہ
ماہ ربیع الآخر ۵۷۹ھ

اتوار کی شب میں چاند دیکھا، چونکہ بلند اور روشن تھا اس لئے ثابت ہوا کہ کل کا چاند ہے۔ کل کسی قدر ابر وغیرہ تھا اس لئے نظر نہیں آیا۔ اتوار کے دن شام کو ایک بندرگاہ میں پہنچے اس جگہ کا نام ابحر ہے اور بحر جدّہ کی ایک کھاڑی کے کنارے واقع ہے بندرگاہ میں آسائش کی جگہ جہاز کا لنگر ہوا۔ پیر کی صبح کو یہاں سے روانہ ہوئے۔ دن بھر ہوا سست رہی۔ شام کو ایک مقام پر ٹھہرے یہاں سے جدہ سامنے نظر آتا ہے۔ منگل کی صبح کو جدّہ کے بندرگاہ میں داخل ہونے سے قبل ہوا کا رخ بدل گیا۔ ان بندرگاہوں میں داخل ہونا سخت دشوار ہے اس لئے کہ دریا میں بکثرت پہاڑیاں پانی کے اندر چھپی ہوئی ہیں مگر ناخدا کی ہوشیاری اور خلاصیوں کی چابک دستی قابل تحسین ہے۔ نہایت تنگ گھاٹیوں میں سے جہاز اس طرح گھما کر نکالتے ہیں جس طرح کوئی چابک سوار شائستہ گھوڑے کو کاوے دیتا ہے۔

منگل کے دن ۴ ربیع الآخر (۲۶ جولائی) کو زوال کے بعد جدہ میں پہنچے اپنی سلامتی پر شکر ادا کیا۔ آٹھ روز ہمیں دریا میں گزرے ایک تو ہوا کے اختلاف کی وجہ سے دریا کا انقلاب دوسرے جہاز کا سامان پرانا۔ بار بار پردے اتارنے چڑھانے میں رسیاں ٹوٹی تھیں۔ اس کے سوا بعض اوقات گھاٹیوں میں جہاز کے ٹکرانے سے ٹوٹنے کی آواز پیدا ہوتی تھی یہ سب ایسی خوفناک حالتیں تھیں جس سے کبھی مرتے تھے اور کبھی جیتے تھے خدا کا شکر

ہے کہ اس نے ورطۂ ہلاکت سے ساحل مراد پر پہنچایا۔

یہاں ہم سردار جدہ کے مکان میں مقیم ہیں۔ امیر مکہ کی طرف سے یہاں کی حکومت اس کے سپرد ہے۔ قیام گاہ کا مکان خس پوش ہے۔ یہاں اکثر اوپر کی منزل پر چھپّر ہوتے ہیں اور شب کو کھلی ہوئی چھتوں پر سوتے ہیں۔ ہم نے جدہ میں داخل ہوتے وقت عہد کر لیا کہ بغیر کسی اشد ضرورت کے واپسی میں اس راہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔

جدہ کی عمارات

جدہ ایک گاؤں ہے اکثر مکان خس پوش ہیں۔ مسافر خانے پتھر اور مٹی کے ہیں اور ان کے بالاخانوں پر چھپر پڑے ہیں۔ کچھ کھلی ہوئی چھتیں بھی ہیں۔ شب کو کھلی چھتوں پر سوتے ہیں۔ یہاں پرانی عمارتوں کے آثار بھی ہیں اور شہر کی چار دیواری کی بنیادیں ہنوز باقی ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر بہت پرانا ہے چونے کا ایک نہایت پختہ گنبد بنا ہوا ہے اس کو حضرت حوا علیہ السلام کی قیامگاہ بتاتے ہیں۔ ایک مسجد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ ایک اور مسجد ہے جس کے اندر آبنوس کے دو ستون ہیں۔ اس کو بھی بعض حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض خلیفہ ہارون الرشید سے منسوب کرتے ہیں۔ خاص یہاں کے اور اکثر گردونواح کے باشندے پہاڑی شریف اقوام میں سے ہیں۔ کچھ علوی۔ کچھ حسنی۔ کچھ حسینی اور کچھ جعفری ہیں۔ لیکن ان کی معیشت کی حالت دیکھ کر دل پھٹتا ہے۔ تنگی معاش کے باعث ذلیل سے ذلیل پیشے اختیار کر لیتے ہیں۔ ساربانی اور سقائی کرتے ہیں۔ دودھ اور لکڑیاں بیچتے ہیں اور جنگل سے کھجوریں لاتے ہیں۔ اکثر عورتیں بھی یہی کام کرتی ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے دنیا سے آخرت کو بہتر کیا ہے۔ بیرون شہر بہت سی پرانی عمارتیں ہیں جن سے قیاس ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں یہ شہر بہت آباد ہوگا۔ کہتے ہیں یہ مقام اہل فارس کی آبادیوں میں سے ہے آبادی کی کبھی یہ کثرت تھی کہ بیرون شہر تین سو ساٹھ کنوئیں تھے اور اسی قدر شہر کے اندر تھے ہم نے بہت سے کنوئیں دیکھے۔ پتھر کو سرنگ سے اڑا کر کنوئیں بنائے ہیں اس بستی میں اس قسم کے عجائبات بہت ہیں۔

امیر مکہ کا وظیفہ

اہل حجاز کے اکثر علیٰحدہ علیٰحدہ فرقے اور گروہ ہیں۔ ان کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ متفرق مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ حجاج کو یہ لوگ ذمیوں سے بدتر

جانتے ہیں۔ اور انھیں اپنی کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ طرح طرح سے ان کے لوٹنے کی فکریں کرتے ہیں اور مال چھین لینے کی تدبیریں عمل میں لاتے ہیں۔ مگر حجاج وطن کی واپسی تک برابر ان سے سلوک کئے جاتے ہیں اور ان کی تمام سختیاں سہتے ہیں اگر اللہ تعالےٰ نے سلطان صلاح الدین کو مسلمانوں کا کفیل نہ کیا ہوتا تو حجاج پر وہ وہ ظلم ہوتے جن کی نظیر قیامت تک نہ پیدا ہوتی۔ اس بادشاہ نے حجاج سے محصول معاف کراکر اسکے عوض امیر مکہ کے واسطے دو ہزار دینار اور دو ہزار اردب گیہوں مقرر کردیئے ہیں۔ دو ہزار اردب آٹھ سو قفیز[۱] (اشبیلی) کے قریب ہوتے ہیں۔ اس وظیفہ کے وصول میں اگر دیر ہوتی ہے تو امیر مکہ حجاج سے محصول وصول کرنیکی دھمکی دیتا ہے۔ ہمیں جدہ میں اسی وجہ سے توقف کرنا پڑا۔ امیر مکہ نے سردار جدہ کو حکم بھیجا تھا کہ "حجاج کی باہم ضمانت لے کر مکہ معظمہ روانہ کردیں اگر سلطان صلاح الدین کا وظیفہ مقررہ آگیا تو خیر ورنہ میں اپنا مال حجاج کے ذمہ نہ چھوڑوں گا" یہ اس کی زبان کے الفاظ ہیں۔ گویا حرم بیت اللہ اس کو میراث میں ملا ہے۔ اور اس کا کرایہ لینا جائز ہے۔

امیر مکہ کا غیر اسلامی رویہ

اس زمانے میں سلطان صلاح الدین شام کی طرف اہل فرانس سے جنگ میں مشغول ہے اس لئے وظیفہ کے آنے میں دیر ہوئی اور امیر مکہ کو حجاج کے ساتھ اس قسم کے سلوک کی دست رس ہوئی۔ ایسی قوم کی کثافت قلبی کو آب تیغ سے دھونا اور ان کی نجاست جبلی کو سیل خون میں بہانا لازم ہے۔ کیونکہ یہ لوگ قیود اسلام سے باہر ہو گئے ہیں اور حجاج کے خون کو مباح اور ان کے مال کو حلال جانتے ہیں۔ فقہائے اندلس نے جو اس فریضے کے ساقط ہونے کا اعتقاد کرلیا ہے ان وجوہ سے ان کا عقیدہ بہت صحیح ہے

---

[۱] ایک قفیز بارہ صاع کا۔ ایک صاع چار مدہ کا۔ اور ایک مدہ دو مٹھی یا ایک لپ کی برابر ہے بموجب حاشیہ مالابدمحرہٗ مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم ایک صاع لکھنوی وزن کے موافق تین سیر ایک چھٹانک اور سات ماشے کا ہوا۔ اس حساب سے بارہ صاع یا ایک قفیز ۳۶ مار اور ۷ تولے کا ہوا اور آٹھ سو قفیز کے (۷۳۶) من ہوئے۔ منتخب اللغات کے موافق ایک اردب ۲۴ صاع کا ہوتا ہے۔ اس لئے ایک اردب ایک من ۳۳ مار اور ۱۴ تولہ کا ہوا اور دو ہزار اردب کے (۳۶۸۲) من ہوئے مصنف نے اشبیلی قفیز لکھے ہیں۔ معلوم نہیں وہ حجازی سے کس قدر کم ہے یا زیادہ ہے۔

غرض کہ حجاج کے ساتھ رضائے الٰہی کے خلاف سلوک کیا جاتا ہے اور اس راہ کا چلنے والا ہر وقت معرض خوف و خطر میں ہے اللہ تعالےٰ نے بغیر ان قباحتوں کے اس فرض کے ادا کرنے کی رخصت عطا فرمائی ہے تو ایسی حالت میں بدرجہ اولیٰ رخصت ہے کیونکہ بیت اللہ شریف آج کل ایسی قوم کے قبضہ میں ہے جو اسے معاش کا ذریعہ جانتی ہے اور اس پردہ میں حجاج کا مال چھیننے۔ ان سے تاوان لینے۔ اور ذلیل و خوار کرنے کا شیوہ اختیار کیا ہے اللہ تعالےٰ جلد اس بدعت ناقصہ کو موحدین کی آب تیغ سے پاک و صاف فرمائے۔ کیونکہ یہ موحدین فوج حق۔ دین اسلام کے حامی محرمات شرعی میں غیرت مند۔ صاحب صدق و صفا۔ محافظ حرم۔ کلمۃ الحق کا اعلان اور دعوت اسلام کی تبلیغ کرنے والے ہیں۔

بدعات

سچ تو یہ ہے کہ اس زمانے میں سوائے بلادِ مغرب کے اور کہیں اسلام نہیں ہے وہاں کے لوگ کھلے راستے پر ہیں اور اس میں کوئی نئی بناوٹ نہیں ہے ان ممالک شرقیہ کے باشندوں کا مسلک بالکل خواہشات اور بدعات پر مبنی ہے ان کے تمام فرقے گمراہ ہیں۔ مگر جس کسی کو خدا چاہے محفوظ رکھے۔ کسی کی صورت سے دین داری۔ عدل اور حق پرستی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ یہ باتیں موحدین میں موجود ہیں۔ وہ لوگ اس زمانے کے عادل امام ہیں ان کے سوا اس زمانہ کے تمام بادشاہ مسلمان تاجروں سے ناواجب عشر لیتے ہیں گویا اپنے خیال میں ان کو ذمی قرار دیا ہے۔ بہر صورت ان کا مال چھین لینے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ اور ظلم و بیداد کے ایسے طریقے جاری کئے جاتے ہیں جو کسی زمانے میں نہیں سنے گئے۔ مگر سلطان صلاح الدین اس فرقے سے علیحدہ ہے جس کی ہم پہلے تعریف کر چکے ہیں۔ اگر اس کے اہل کار بھی عدل و انصاف پر مائل ہوتے ہیں تو کوئی خرابی باقی نہیں رہتی۔

ان ممالک کے باشندوں کے اشارے اور کنائے سے ہمیں ایسے عجیب و غریب حالات منکشف ہوئے جن سے دولت مومنہ موحدیہ کی ترقی کی بشارت پائی جاتی ہے۔ یہاں کے اکثر باشندے ان ممالک پر اہل مغرب کے استیلا کے منتظر ہیں۔ بعض پیشین گوئیوں کے موافق جو واقعات ہوتے ہیں ان سے اور بھی اس خیال کو تقویت ہو گئی ہے۔ ابن طولون کی جامع مسجد اور قاہرہ کے درمیان میں نہایت مستحکم دو برج برابر برابر بنے ہوئے ہیں دونوں پر مورتیں ہیں ایک برج

کی مورت کا منہ شرق اور دوسری کا غرب کو ہے۔ ان کی لنبت یہ مشہور ہے کہ جس وقت ان میں سے کوئی مورت گرے گی اس وقت مورت کے مقابل والے ملک کی قوم ان ممالک پر قابض ہو جائے گی چنانچہ جس وقت شرقی مورت گری قوم غز نے دولت عبیدیہ کو مغلوب کر کے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا اس اعتبار سے اب لوگ مغربی مورت کے گرنے کے انتظار میں ہیں۔ اور تمام آثار وں میں اب یہی امر باقی ہے۔ اس لئے اکثر آدمی بہت صبح سے اس مورت کو دیکھنے جاتے ہیں اور وقت موعود کے منتظر ہیں جس کی بابت انھیں بالکل شبہ نہیں ہے۔ ہم نے خود ان حالات کو مصر اور اسکندریہ میں دیکھا اور اکثر لوگوں سے سنا۔ ان بیانات کے تواتر سے یقین ہوتا ہے کہ شاید خدا کو یہی منظور رہو اور ان لوگوں کے خیالات ہی صحیح ہوں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بعض فقہا اور علمار نے بادشاہ کے واسطے خطبے بھی تیار کر لئے ہیں۔ یہ بادشاہ بھی وقت مقررہ کا منتظر ہے اور انقلابات قدرت کو صبر و تمکین کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے اقبال و دولت میں روز افزوں ترقی فرمائے۔

جدّہ سے روانگی

۱۱ ربیع الآخر (۱۰ اگست) کو منگل کی شام کے وقت جدہ سے روانہ ہوئے حجاج نے باہم ایک دوسرے کی ضمانتیں کیں اور سردار جدہ علی موفق کے پاس ان کے نام لکھے گئے یہ ضمانتیں اس کے حکم کے موافق لی گئیں جو امیر مکہ مکثر بن عیسیٰ نے سردار جدہ کو بھیجا تھا امیر مکہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں ہے۔ مگر جس کے نیک اعمال نہ ہوں وہ اولاد میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگ رات بھر چلتے رہے صبح کو قرین میں پہنچے یہ جگہ حجاج کے پڑاؤ کی ہے یہیں احرام باندھتے ہیں اور دن بھر آرام کر کے عشار کے وقت یہاں سے روانہ ہو کر صبح کو حرم شریف میں پہنچتے ہیں اسی طرح حج سے واپسی میں بھی اسی جگہ ٹھہر کر جدہ کو جاتے ہیں یہاں نہایت شیریں پانی کا ایک کنواں ہے اور اس وجہ سے حجاج کو ایک شب کے خرچ سے زیادہ پانی نہیں لینا پڑتا۔

باب ۵

مکّہ معظمہ

غرض بدھ کے دن ہم نے قرین میں آرام کیا رات کو یہاں سے عمرہ کو گئے تمام رات راہ میں گزری صبح کے وقت حرم محترم کے قریب پہنچے دن کی روشنی کا تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب دن نکل آیا پہلی ساعت میں ۱۳ ربیع الآخر (۴ اگست) کو باب عمرہ سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ شب گزشتہ کا لطف اور غلبۂ شوق کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ شب کا سہانا وقت ماہ کامل کی روشنی گویا چادر نور کا شامیانہ تھا یا لیلۃ القدر نے نقاب سے اپنا منہ کھولا تھا کانوں کو صدائے لبیک کے سرور نے مدہوش کر دیا تھا اور زبانیں ترانہ تحلیل سے مست تھیں رات کیا تھی گویا عروس شب ہائے جوانی یا حاصل ایام زندگانی تھی۔

طواف کعبہ بیت الحرام کو عروس دل فریب کی طرح پایا جس کے لباس عنبریں نے دل و دماغ کو معطر اور پرتوِ جمال نے چشمِ یقین کو منور کر دیا پہلے داخلی کا طواف کیا پھر مقام کریم میں نماز پڑھی اس کے بعد ملتزم کے پاس خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی۔ یہ مقام حجرِ اسود اور باب کعبہ کے درمیان میں ہے اور قبولیت دعا کے واسطے مخصوص ہے۔ قبہ زمزم میں جاکر آب زمزم پیا پھر صفا و مروا کے درمیان میں دوڑے۔ اس کے بعد سر کے بال منڈوائے۔ اور احرام کھولا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس مقام عالی تک پہنچایا اور دعوت ابراہیمی سننے والوں میں داخل فرمایا۔ یہاں ہم حرم شریف کے قریب ایک مقام میں مقیم ہیں جو حلال سے منسوب ہے

اس مکان کے ایک کمرہ میں ہمارا قیام ہے اور یہ کمرہ حرم اور کعبہ شریف کے سامنے اور باب سدہ سے قریب ہے۔

ماہ جمادی الاول ۵۷۹ھ

۲۲ اگست کو پیر کی رات چاند دکھائی دیا۔ ایسا مبارک چاند ہم نے تمام عمر نہیں دیکھا تھا اس لئے ہم۔ اٹھارہ روز سے مقام خلیل اللہ علیہ السلام۔ مولد سرور انام صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقام نزول وحی اور مہبط جبریل علیہ السلام میں مقیم ہیں اللہ تعالےٰ اس نعمت کا شکر ہمارے دلوں میں پیدا کرے اور درجہ قبولیت عطا فرمائے

خانہ کعبہ کے چار زاویے

خانہ کعبہ کے چار زاویے ہیں اور قریب قریب مربع شکل ہے خانہ کعبہ کی خدمت شیبی محمد بن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سے متعلق ہے اور وہ عثمان بن طلحہ بن شیبہ بن طلحہ بن عبد الدار صاحب رسول اللہ کی اولاد میں ہیں ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اس مقام مقدس کی ایک سمت کی بلندی جو باب الصفار کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ہے ۱۹ ہاتھ ہے۔ باقی سمتیں اٹھارہ ہاتھ بلند ہیں اس لئے کہ اوپر کی سطح پر نالہ کی طرف ڈھلوان رکھا ہے۔ پہلا وہ کونہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اسی کونے سے طواف شروع کرتے ہیں۔ حجر اسود کے سامنے سیدھے کھڑے ہو کر تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر طواف کی ابتدا کرتے ہیں تاکہ تمام جسم اس کے مقابل ہو کر گزرے اور خانہ کعبہ طواف کرنے والے کے بائیں طرف رہتا ہے اس کے بعد رکن عراقی ملتا ہے اس کا رخ شمال کو ہے۔ پھر رکن شامی ہے اس کا رخ مغرب کو ہے۔ اور پھر رکن یمانی ہے اس کا رخ جنوب کو ہے۔ ہر پھیرے میں اسی طرح ملتے ہیں اور ہر دو رکن اسود کے پاس آکر ختم ہوتا ہے۔ اس رکن کا رخ مشرق کی طرف ہے۔

خانہ کعبہ کا دروازہ

بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان میں حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلے پر ہے۔ اسی فاصلے کا نام ملتزم ہے اور یہ جگہ اجابت دعا کے واسطے مخصوص ہے دروازہ زمین سے گیارہ بالشت اونچا ہے چوکھٹ چاندی کی ہے اور اس پر سونا چڑھا ہوا ہے جو کھٹ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کی ہے۔ جس کے نظارے سے نگاہ کو سیری نہیں ہوتی دروازہ کے اوپر دو بالشت کی چوڑی سونے کی تختی نصب ہے۔ دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں ان میں قفل پڑے رہتے ہیں دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اور اس کا طول تیرہ بالشت اور عرض آٹھ بالشت ہے۔

جس دیوار میں دروازہ لگایا ہے اس کا آثار پانچ بالشت کا ہے۔

بیت اللہ کے ستون

مکان مقدس کے اندر دو رنگ کے پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدھی آدھی دیوار پر چاندی کی تہ دے کر موٹا موٹا سونا چڑھایا ہے دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساگوان کی لکڑی کے تین ستونوں پر قائم ہے اور یہ ستون عمارت کی لمبائی میں اس طور پر واقع ہوئے ہیں کہ درمیانی ستون وسط میں ہے اور ایک ستون ارکان یمانی اور اسود کی دیوار کے مقابل دیوار سے تین قدم کے فاصلے پر اور دوسرا ستون ارکان عراقی اور شامی کی دیوار کے مقابل ہے۔ ہر ستون کے درمیان میں چار قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی ہوئی ہے باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا ہوا ہے۔

خانہ کعبہ کے پردے

پردوں کا تانا سوت اور بانا ریشم کا ہے اور اس پر ریشم کے خطوط میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے: ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ الخ" اور غلاف کے بانی خلیفہ الناصر الدین اللہ کا نام بھی بقدر تین ہاتھ کی چوڑی جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا بہت سے نقش ونگار اور بصرہ کی صنعت کی محرابیں جن میں ذکر خدا اور ناصر عباسی کے واسطے دعائیں منقوش ہیں پردوں میں بنی ہوئی ہیں۔ مگر تمام نقوش کا رنگ یکساں ہے کل پردے تعداد میں ۳۴ ہیں۔ دو بڑے ضلعوں کے اٹھارہ اور دو چھوٹے ضلعوں کے سولہ پردے ہیں۔

خانہ کعبہ کے روشن دان

مکان مقدس میں پانچ روشن دان ہیں اور ان پر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں۔ چار چاروں کونوں پر ہیں اور ایک وسط سقف میں ہے مگر ایک کونے کا روشن دان جو زینے دقبوں کے اندر ہے نظر نہیں آتا ستونوں کے درمیان میں تیرہ ہانڈیاں (اکواس) آویزاں ہیں ایک تو سونے کی ہے اور باقی چاندی کی ہیں کعبہ کی داخلی کے وقت پہلے بائیں جانب رکن اسود میں دو صندوق ملتے ہیں جن میں کلام اللہ شریف ہیں یہ صندوق رکن اسود میں فرش سے قد آدم بلندی پر چاندی کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں رکھے ہیں۔ رکن یمانی میں بھی اسی قسم کی کھڑکیاں ہیں۔

لیکن ان دونوں کے چاندی کے کواڑ اکھڑ گئے ہیں فقط چوکھٹ باقی ہے۔ ارکان شامی اور عراقی میں بھی ایسی ہی کھڑکیاں نصب ہیں اور وہ ہنوز باقی ہیں۔

باب الرحمۃ

رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے اس کو باب الرحمۃ کہتے ہیں اسی دروازہ سے چھت پر جانے کا راستہ ہے یہ زینہ (قبو) چاروں طرف سے بند تہ خانے کی شکل پر ہے اور اس کے اندر سیڑھیاں ہیں۔ زینے کی بلندی چھت کے قریب تک ہے زینے کی وجہ سے رکن عراقی کی دونوں دیواریں آدھی آدھی ڈھک گئی ہیں اور اسی سبب سے مکان مقدس کے پانچ رکن نظر آتے ہیں دو ثلث کے قریب زینہ ریشمی پوشش سے ڈھکا ہوا ہے اس کے اندر گھستے ہی ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم کے رکھنے کا بنا ہوا ہے۔

مقام کریم

مقام کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی چیز ہے۔ یہ تین بالشت کا بلند اور دو بالشت کا چوڑا پتھر چاندی سے منڈھا ہوا ہے بلا تشبیہ کمہار کی بھٹی کی سی شکل ہے اوپر کی سطح نیچے کی سطح سے چوڑی ہے درمیان میں نیچے کے حصہ سے بھی تنگ ہے ہم نے اس سے مَس کیا۔ چوما اور آب زمزم اس پر ڈال کر پیا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دونوں قدم اور انگلیوں کے اس پر نشان ہیں قادر بیچوں کی کیا شان ہے کہ سنگ خارا کو ان کے قدم سے نرم کر دیا اور نرم ریت میں کوئی اثر نہ ہونے دیا۔ یہ صرف عبرت کے واسطے ایک نشانی ہے مقام کریم اور مکان مقدس کے دیکھنے سے ایک ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے جس سے عقل کو حیرت اور طبیعت کو ہراس ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں زبانیں الحاح و زاری میں معروف ہو جاتی ہیں گوشۂ چشم سے زیادہ دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت کا لمبا ساڑھے پانچ بالشت کا چوڑا۔ اور بالشت بھر کا اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں اسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کریم کو خانۂ اقدس کے باہر مصلّے کے قریب رکھوا دیا تھا۔ حوض میں خانہ کعبہ کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہے اسی جگہ کو روضہ فردوس کا ایک حصہ سمجھتے ہیں اور اس میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ تہ میں سفید ریت بچھی ہوئی ہے۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کے دیوار کے سامنے مصلّے کے پاس ہے۔ مقام

کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے اور اس کے اندر مقام کریم رکھا جاتا ہے قبہ کے چاروں ضلعے برابر ہیں اور ہر ایک ضلع چار بالشت کا ہے۔ اس کے گرد آڑے پتھروں کا کٹہرا بالشت بھر اونچا۔ پانچ قدم لمبا اور تین قدم چوڑا حوض کی طرح بنا دیا ہے اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۷ قدم کا فاصلہ ہے اور ہر قدم تین بالشت کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مقام کریم کا ایک قبہ لوہے کا بھی قبۂ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کے سبب سے لکڑی کا قبہ علیحدہ کر لیتے ہیں اور لوہے کا رکھ دیا جاتا ہے۔

طواف کی جگہ رکن اسود سے رکن عراقی تک ۵۴ بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے چھ بالشت بلند لگا ہوا ہے دراز قد آدمی بآسانی اس تک پہنچ جاتا ہے اور پستہ قد اچک کر بوسہ دیتا ہے۔ رکن عراقی سے رکن شامی تک اڑتالیس بالشت کا فاصلہ ہے۔ مگر اس سمت کا یہ فاصلہ داخل حجر ہے۔ بیرون حجر کا فاصلہ چالیس قدم یا ایک سو بیس بالشت ہے۔ طواف بیرون حجر کرتے ہیں رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کی برابر تصور کرنا چاہیئے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کا فرش ہے۔ پتھر سیاہ سفید اور بھورے رنگ کے ہیں۔ طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے مگر مقام کریم کی جانب نو قدم سے چوڑائی بڑھا کر اس کو بھی شامل کر لیا ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور سب دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں۔ رکن عراقی اور حجر کے درمیان حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے اتنی جگہ میں دیوار اس واسطے نہیں بنائی کہ اہل قریش نے اس مقام کو کعبہ شریف میں داخل نہیں کیا۔ روایات صحیحہ میں بھی اس مقام کا چھ ہاتھ فاصلہ لکھا ہے رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے میزاب کے نیچے کی دیوار سے حجر کے سامنے والی دیوار کا فاصلہ بخط مستقیم چالیس بالشت کا ہے اور اس کی چوڑائی مدخل سے مدخل تک یعنی رکن عراقی سے رکن شامی تک سولہ قدم ہے۔

حجر کی دیوار حجر کی دیوار کے دور میں بڑی صنعت سے مینا کار پتھر لگائے ہیں۔

اوران میں محرابیں اور زرد پٹیاں چارخانے کی قطع کی بنائی ہیں۔ آفتاب کی شعاع سے ان میں ایسی چمک پیدا ہوتی ہے کہ نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ یہ دیوار ساڑھے پانچ بالشت بلند اور ساڑھے چار بالشت چوڑی ہے اور اسکی شکل دو ثلث دائرے کے طور پر واقع ہوئی ہے اندر کا فرش بھی میناکار پتھروں سے بنایا ہے۔ گول گول پتھر بعض ہتھیلی کے برابر اور بعض دینار کے برابر اور کچھ اس سے بھی چھوٹے تراشس تراش کر اس خوبی سے جوڑے ہیں کہ مینے کا کام معلوم ہوتا ہے۔ ان پتھروں میں شطرنجی اور انگشتری وغیرہ کے نقشے کچھ اس نادر صنعت سے بنائے ہیں کہ دیکھنے سے طرح طرح کے پھولوں کا فرش معلوم ہوتا ہے۔ محرابیں بالکل کمان کی طرح خمیدہ بنا کر ان میں یہ نقش ونگار بھرے ہیں۔ میزاب کے مقابل کی دیوار کے قریب دو پتھروں میں درخت۔ شاخیں اور پتے اس خوبی سے بنائے ہیں کہ کاغذ کے ترشے ہوئے بھی ایسے نازک نہیں ہو سکتے وسط حجر میں میزاب کے سامنے ایک پتھر عجیب وغریب نقوش کا دیوار میں نصب ہے اور اسکی پیشانی پر نہایت عمدہ جلا کر کے یہ عبارت لکھی ہے۔ امر بعملہ عبد اللہ وخلیفہ ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ امیر المومنین فی سنہ ۵۷۶ھ (اس کی تعمیر کی بابت بندۂ خدا خلیفہ ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ امیر المومنین نے ۵۷۶ھ میں حکم دیا) میزاب یا پرنالہ حجر کی جانب کی دیوار پر نصب ہے۔ دیوار سے چار ہاتھ حجر کی طرف باہر نکلا ہوا ہے اور ایک بالشت چوڑا ہے اس پر زرد رنگ کا طلا ہے میزاب کے نیچے کی جگہ قبولیت دعا کے واسطے مشہور ہے۔ یہی خصوصیت رکن یمانی کو بھی ہے اس لئے کہ وہ رکن شامی کی نسبت میزاب کے متصل ہے اور اسی وجہ سے اسے مستجار کہتے ہیں۔

مزارات حضرت اسمٰعیل وحضرت ہاجرہ

حجر کے صحن میں میزاب کے نیچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ قبر کے نشان کے واسطے ایک سبز رنگ کا لمبا محراب دار پتھر لگا ہوا ہے اور اس کے قریب ایک گول پتھر ہے۔ دونوں پتھر فرش میں ہموار لگے ہیں اور ان پر زردی مائل نقطے اس طرح کے ہیں جیسے سونے کی معدن کے پتھر میں سے سونا نکال لینے کے بعد کچھ سنہری دھبے رہ جاتے ہیں۔ اس قبر شریف کے برابر رکن عراقی کی جانب انکی

والدہ حضرت ہاجرہ کا مزار ہے اس کے نشان کے واسطے بھی سبز رنگ کا ڈیڑھ بالشت چوڑا پتھر لگا ہوا ہے۔ دونوں قبروں کے درمیان میں سات بالشت کا فاصلہ ہے۔ ان دونوں مقاموں پر لوگ نماز پڑھتے ہیں اس لئے کہ یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ مقام حجر احاطہ بیت اللہ شریف میں سے ہے دوسرے، ان اجساد مقدسہ کا مدفن ہے۔ وہاں جو کوئی نماز پڑھتا ہے اس کو نفع پہنچتا ہے۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس[۲۴] قدم کے فاصلے پر ہے اس قبہ کے داہنی طرف دس قدم کے فاصلے پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے۔ کنویں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے قبہ کا دروازہ شرق کی طرف ہے اور کنویں کا من سنگ رخام کا اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے کہ مدتوں تک نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گوے کے اندر بھی سیسے سے جوڑ ملائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گوے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں اور من کے اوپر ان کے سرے خوب اچھی طرح جما دیئے ہیں من کا محیط چالیس بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت اور چوڑائی ڈیڑھ بالشت ہے۔ قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا سقایہ بنا ہوا ہے اس میں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے اس پر بیٹھ کر وضو کرتے ہیں۔

قبہ عباسیہ

اس قبہ کے پیچھے قبۃ الشراب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ پہلے اس مکان میں حجاج کو پانی پلایا جاتا تھا اب بھی اس میں دن کو زمزم کا پانی سرد کر کے شام کو حجاج کے پلانے کے واسطے باہر نکالتے ہیں۔ آب زم زم دستے دار گھڑوں میں ہوتا ہے ان کو یہاں دورق کہتے ہیں۔

قبۂ یہودیہ

قبۂ عباسیہ کے عقب میں کسی قدر آڑا قبۂ یہودیہ ہے۔ ان دونوں قبوں میں حرم شریف کی روشنی وغیرہ کا سامان۔ وقف شدہ کلام اللہ اور کتابیں رہتی ہیں۔ دونوں کے دروازے شمال کی جانب ہیں۔ قبۂ یہودیہ کی کعبہ رخ دیوار کا کونا قبۂ عباسیہ کی مشرق رو دیوار کے بائیں کونے سے ملا ہوا ہے۔

حجر اسود سمت شرقی کے کونے پر حجر اسود نصب ہے۔ کہتے ہیں دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے۔ دو ثلث بالشت کی قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک بند انگشت کے برابر لمبا ہے چاروں ٹکڑے جن کو قرمطی نے توڑا تھا چاندی کے پتروں سے باہم جڑے ہوئے ہیں۔ چاندی کی سفیدی سیاہی کی چمک میں ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ نگاہ کو نظارہ سے سیری نہیں ہوتی۔ بوسہ دیتے وقت کچھ اس لطف کی ملائمت اور رطوبت لبوں کو محسوس ہوتی ہے کہ اس سے منہ علیحدہ کرنے کو جی نہیں چاہتا یہ اللہ تعالےٰ کی عنایتوں کی خصوصیات سے ایک خاصیت ہے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے۔ "انہ یمین اللہ فی ارضہ یصافح بہا عبادہ کما یصافح احدکم اخاہ" (یعنی اللہ کا داہنا ہاتھ زمین پر ہے۔ اس سے وہ اپنے بندوں سے اس طرح مصافحہ کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے کرتا ہے) اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اس سعادت سے مشرف فرمائے۔ حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونے والے کے داہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہوتا ہے گویا وہ اس صفحہ کا خال ہے۔ اس نقطہ کے نظارے سے نگاہ روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اس نقطے کو چومنے کی کوشش کرے۔

مسجد الحرام مسجد الحرام کی چار سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا ایک ہی دالان ہے۔ درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ صحن کم تھا اور چاہ زم زم اس سے باہر تھا۔ رکن شامی کے سامنے اس زمانے کے ایک ستون کی بنیاد باقی ہے اور وہ رکن شامی سے بائیس قدم کے فاصلے پر ہے۔ پہلے کعبہ شریف کے چاروں طرف اسی قدر وسعت تھی۔ دالانوں کے ستون ہم نے خود شمار کئے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد چار سو اکتر ہے دارالندوہ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دارالندوہ حرم شریف میں بڑھالیا ہے۔ مغرب کی طرف سے شمال کو جو سلسلہ عمارت آتا ہے اس میں یہ داخل ہے۔ دالان میں ہو کر اس کے اندر جاتے ہیں۔ دالان کی دیوار میں سراسر محرابیں بنی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے چبوترے ہیں۔ ان چبوتروں پر بیٹھ کر کچھ لوگ لکھتے پڑھتے ہیں اور کچھ کپڑے سیتے ہیں۔ تمام حرم مقدس

میں جابجا اہل علم اور اصحاب درس کے حلقے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے سامنے کے دالان کی دیوار میں جو جنوب سے مشرق کو آتی ہے محرابیں اور چبوترے ہیں باقی دالانوں کی دیواروں کے نیچے بغیر محرابوں کے صرف چبوترے ہیں اور یہ عمارت مکمل ہو چکی ہے باب ابراہیم کی طرف مغرب سے جنوب کو آنے والی لائین میں بھی دالان ہے۔ ابی جعفر بن علی الفنکی القرطبی نے اپنی کتاب میں چار سو اسی ستون لکھے ہیں لیکن ہم نے ابھی باب الصفا کے باہر کے ستون شمار نہیں کئے۔

حرم شریف کے مینار مغرب سے شمال کو جو لائین آتی ہے اس کی دیوار پر یہ عبارت تحریر ہے۔

"امر عبداللہ محمد المہدی امیر المومنین اصلحہ اللہ بتوسیع المسجد الحرام لحاج وعمار فی سنہ ۱۶۷ھ" (حجاج بیت اللہ کے واسطے توسیع مسجد الحرام کا بندہ خدا محمد المہدی امیرالمومنین نے ۱۶۷ھ میں حکم دیا) حرم شریف کے سات مینار ہیں۔ چار چاروں کونوں پر ایک دارالندوہ میں ایک باب ابراہیم پر۔ اور ایک باب الصفا پر۔ یہ آخری مینار اسی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور سب سے چھوٹا ہے۔ تنگی کی وجہ سے اس پر چڑھنا دشوار ہے۔ باب الصفا جنوب سے مشرق کو جانے والے سلسلہ عمارت میں رکن اسود کے مقابل ہے اس دروازے کے سامنے کے دالان میں جو رکن اسود کے محاذات میں ہے دو ستون ہیں اور ان پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے "امر عبداللہ محمد المہدی امیرالمومنین اصلحہ اللہ باقامہ ھذین العلمین علما لطریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الصفا لیتاسی بہ حاج بیت الحرام وعمارہ علی یدی یقطین بن موسیٰ وابراھیم بن صالح فی سنہ ۱۶۷ھ" (۱۶۷ھ میں معرفت یقطین بن موسیٰ وابراہیم بن صالح امیرالمومنین محمد المہدی نے حجاج کی آگاہی اور پیروی کے واسطے اس راہ میں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفا کو تشریف لے جاتے تھے یہ دو ستون بنوائے۔ کعبہ شریف کے دروازہ پر سونے کے پانی سے جلی حرفوں میں نہایت خوش خط یہ عبارت لکھی ہے۔

"امر بعملہ عبد اللہ وخلیفہ الامام ابو عبد اللہ محمد المقتفی لامر اللہ امیر المومنین صلی اللہ علیہ وعلی الائمۃ اباۂ الطاہرین وخلد میراث النبوۃ لدیہ وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ الی یوم الدین فی سنۃ ۵۵۰ھ"
بموجب حکم امیر المومنین ابو عبد اللہ محمد المقتفی لامر اللہ کے ۵۵۰ھ میں تعمیر ہوا۔ اللہ تعالےٰ میراث نبوت کو اس کے قبضہ میں اور اس کا ذخیرہ کو قیامت تک برقرار رکھے۔ دروازے کی چوکھٹ پر موٹے موٹے چاندی کے پتر جڑے ہوئے ہیں۔ بائیں جانب کے کواڑ میں چاندی کی منقش بنی لگی ہوئی ہے اور اس پر سونا چڑھا دیا ہے۔

غلاف کعبہ کعبہ شریف کے غلاف کے چونتیس ٹکڑے ہیں مگر ان کو آپس میں اس طرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے۔ دیوار کے زیریں حصے میں ایک بالشت اونچا اور دو بالشت چوڑا چونے کا گولہ بنا کر اس کے اندر لکڑی کا چوکھٹا جما دیا ہے۔ چوکھٹے میں لوہے کی کیلیں ہیں اور کیلوں کے سروں پر لوہے کے کنڈے ہیں۔ ان کنڈوں میں چاروں طرف موٹی ڈوری پڑی ہوئی ہے۔ پردے کے دامن ڈوری کے نیچے سے نکال کر نیفے کی طرح مضبوط ڈورے سے سی دیئے ہیں کعبہ شریف کے چاروں کونوں پر قدم آدم تک پردے باہم سلے ہوئے ہیں اور قد آدم سے اوپر ٹکوں سے جوڑ دیئے ہیں خانہ کعبہ کی اوپر کی جانب دیوار میں بھی چاروں طرف نیچے کی طرح گولہ بنا کر اس میں لکڑی کا چوکھٹا اور کنڈے لگائے ہیں اور اسی طرح پردے کے دامن ڈوری میں سی دیئے ہیں۔ غرض کہ یہ پردے نہایت مضبوط سلے ہوئے ہیں اور سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں۔

کعبہ شریف کا دروازہ ہفتہ میں دوبار دوشنبہ اور جمعہ کو طلوع آفتاب کے وقت کھلتا ہے لیکن رجب کے مہینے میں روزمرہ کھولا جاتا ہے۔ داخلی کے وقت سب سے آگے خدام ہوتے ہیں پہلے ایک شخص ایک بڑی سی کرسی لے جا کر در مقدس پر رکھتا ہے اس کرسی کی قطع منبر کی سی ہے۔ اس میں لمبی لمبی نو سیڑھیاں ہیں اور لکڑی کے پائے ہیں پایوں میں چار پہیئے لگے ہیں اور ان پر لوہا چڑھا ہوا ہے۔ پہیوں کے ذریعہ سے یہ کرسی زمین پر بآسانی چل سکتی ہے۔ جب یہ کرسی در مقدس پر لگائی جاتی ہے تو اس کے اوپر کی سیڑھی دہلیز کے

قریب ہو جاتی ہے۔ اول بڑے شیبی صاحب اوپر چڑھتے ہیں۔ یہ صاحب خوش رو۔ وجیہہ اور اوسط عمر کے آدمی ہیں ان کے ہاتھ میں قفل کی کنجی ہوتی ہے ایک خادم ہمراہ ہوتا ہے۔ جب تک شیبی صاحب قفل کھولنے میں مصروف رہتے ہیں وہ خادم دروازہ اقدس کے سامنے سیاہ پردے سے آڑ کئے کھڑا رہتا ہے قفل کھولنے کے بعد صرف بڑے شیبی صاحب دہلیز مبارک کو بوسہ دے کر اندر داخل ہوتے ہیں اور دروازہ بند کر لیتے ہیں۔ دو رکعت نماز کے وقفے کے بعد دروازہ کھلتا ہے اور پھر سب خدمتی شیبی خانہ کعبہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں۔ دوگانہ نماز سے فارغ ہو کر دروازہ کھولتے ہیں اور سب مخلوق کو داخلی کی اجازت ملتی ہے۔ اجازت سے پہلے سب حاضرین دست بستہ در اقدس کے سامنے سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں۔ جس وقت دروازہ کھلتا ہے سب لوگ بآواز بلند تکبیر کہتے ہیں اور چلا چلا کر یہ دعا پڑھتے ہیں: "اللھم افتح لنا ابواب رحمتک ومغفرتک یا ارحم الراحمین" (اے ارحم الراحمین اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازے ہم پر کھول) اس کے بعد خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے پتھر

داخل ہونے والے کے مقابل یعنی رکن یمانی اور رکن شامی کی دیوار میں پانچ پتھر کی چٹانیں قد آدم بلند اور پانچ بالشت چوڑی کواڑوں کی طرح نصب ہیں ان میں سے تین سرخ اور دو سبز ہیں اور ہر ایک پر سفید مینا کیا ہوا ہے اول سرخ رنگ کا پتھر رکن یمانی سے ملا ہوا ہے اس سے آگے پانچ بالشت کے فاصلے پر سبز ہے اسی چٹان کے مقابل تین ہاتھ ورے حضرت سرورانام صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا مقام ہے۔ یہاں نماز پڑھنے کے لئے بہت ہجوم ہوتا ہے اس چٹان سے آگے اسی ترتیب سے ایک سرخ اور ایک سبز چٹان پانچ پانچ بالشت کے فاصلے پر نصب ہے دونوں چٹانوں کے درمیان میں ایک ایک نہایت سفید پتھر لگا ہوا ہے اس پر قدرتی نیلگوں نقش و نگار اور درخت وغیرہ بہت خوشنما ہیں اس سفید پتھر کے دونوں بازوؤں پر ایک اور مختلف نقش و نگار کا پتھر ہے۔ ان پتھروں سے سرخ اور سبز چٹانوں کے کنارے دو دو انگل اونچے ہیں۔ اسی صورت سے اس دیوار میں سفید پتھروں کی چھ محرابیں ہیں بائیں طرف کی دیوار میں یعنی رکن اسود اور رکن یمانی کے مابین سفید پتھر کی پانچ محرابیں اور دو سرخ اور دو سبز چٹانیں ہیں۔ رکن یمانی اور

رکن شامی کی طرف یہ چٹانیں بھی دو دو انگل ابھری ہوئی ہیں۔ داہنی طرف یعنی رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان سنگ سفید کی چھ محرابیں اور ایک سبز اور دو سرخ چٹانیں ہیں۔ یہ وہ دیوار ہے جس میں باب الرحمۃ ہے۔ دروازہ تین بالشت چوڑا اور سات بالشت بلند ہے۔ اس دروازے میں داخل ہونے والے کے داہنی طرف کے بازو سے دو ثلث بازو کے فاصلے پر سبز چٹان نصب ہے رکن عراقی اور رکن شامی کی دیوار میں بھی سنگ سفید کی تین محرابیں اور ایک سبز اور دو سرخ چٹانیں ہیں ان میں سے ہر پتھر کے اوپر سونے کے دو ہرے دو ہرے حاشیے ہیں اور ان پر لاجوردی بیل بوٹے بنائے ہیں۔ ہر حاشیہ کی بیل دو بالشت چوڑی ہے اور نصف دیوار تک جہاں سے سونے کا ملمع شروع ہوا ہے یہ حاشیے منتہی ہوئے ہیں۔ مگر داہنی جانب کی دیوار کے پتھروں پر اکہرا ہی حاشیہ ہے کہیں کہیں سے حاشیہ اڑ بھی گیا ہے ہر کونے کے پائیں میں دو چھوٹے چھوٹے سبز پتھر حاشیے کے طور پر لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہر کونے کے اوپر چاندی کی کھڑکیوں کے گرد سبز پتھر کا حاشیہ ہے۔ گویا کھڑکیوں کے بازو سنگ سبز کے بنائے ہیں ہر دیوار کے دونوں کونوں پر اول سرخ چٹانیں ہیں اور درمیان میں ترتیب وار ایک سبز اور ایک سرخ ہے مگر بائیں جانب کی دیوار میں رکن اسود کے قریب پہلے سبز چٹان ہے اور پھر حسب ترتیب بالا چٹانیں لگی ہوئی ہیں۔

خطیب و مؤذن

بیرون کعبہ مقام کریم کے سامنے خطیب کے لئے ایک منبر رکھا ہوا ہے اور اس میں چار پہیے ہیں۔ جمعہ کے روز اس منبر کو رکن عراقی اور رکن اسود کے درمیان کی دیوار سے ملا کر رکھتے ہیں خطیب باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حرم شریف میں آتا ہے یہ دروازہ مشرقی اور شمالی طرف کے دالان میں مقام کریم کے سامنے ہے۔ خطیب سیاہ زرین کپڑے پہنے تھا سر پر زرنگار سیاہ عمامہ اور اوپر ہلکے رنگ کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ خطیب نہایت تمکین اور وقار سے دو سیاہ نشانوں کے درمیان میں آہستہ آہستہ قدمی سے چلتا تھا نشان دو موذنوں کے ہاتھ میں تھے ایک شخص آگے ہاتھ میں ایک سرخ لکڑی لئے ہوئے چلتا تھا۔ لکڑی میں ایک تسمہ بندھا ہوا تھا اور تسمہ کے کناروں پر چھوٹی چھوٹی طریاں تھیں وہ شخص تسمے کو ہلاتا تھا اور طریوں کی

آواز حرم شریف کے اندر اور باہر سب لوگ سنتے تھے گویا یہ آواز خطیب کے داخلے کی اطلاع ہے۔ اس آلے کا نام فرقعہ ہے۔ خطیب نے منبر کے قریب جاکر پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا اور دعا مانگی پھر منبر کی طرف بڑھا۔ موذن الزمزمی حرم کے تمام موذنوں کا سردار ہے۔ وہ بھی سیاہ لباس میں کندھے پر تلوار رکھے ہوئے خطیب کے آگے آگے تھا۔ جب خطیب نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا۔ موذن الزمزمی نے خطیب کے گلے میں تلوار ڈال دی۔ ہر زینے پر قدم رکھنے سے تلوار کی کوتھی منبر پر لگتی تھی اور آواز پیدا ہوتی تھی یہاں تک کہ چوتھے زینے تک چار آوازیں ہوئیں منبر کے اوپر جاکر خطیب نے کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے آہستہ آہستہ دعا مانگی پھر داہنے اور بائیں مڑ مڑ کر سلام علیک کی۔ حاضرین سلام کا جواب دے کر خاموش ہو گئے۔ اور موذن خطیب کے سامنے کھڑے ہو کر ایک آواز میں اذان کہنے لگے۔ اذان کے بعد خطیب نے خطبہ شروع کیا اول خطبے میں ذکر خدا اور پند و نصائح کے بعد بیٹھ گیا۔ اس کے بعد پھر تلوار کی کوتھی سے منبر پر آواز ہوئی اور خطیب نے کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے بعد صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین، ازواج مطہرات عمین مکرمین۔ حسنین شریفین۔ فاطمۃ الزہرا اور خدیجۃ الکبریٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا۔ اور پھر خلیفہ ابوالعباس احمد الناصر اور اس کے بعد امیر مکہ مکثر بن عیسیٰ بن فلیتہ بن قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی ہاشم الحسنی کے واسطے دعا کی اور آخر میں صلاح الدین ابی المظفر یوسف بن ایوب اور اس کے بھائی ابی بکر بن ایوب کے لئے دعا کی۔ صلاح الدین کی دعا کے وقت تمام حاضرین کی زبانوں سے آمین نکلی ؎

بندہ خود را چو خالق برگزید

مہرش اندر جان عالم آفرید

درحقیقت ایسے بادشاہ کے لئے دعا کرنا گویا اس کا حق ادا کرنا ہے اس لئے کہ اس نے ان لوگوں کی کفالت مہمات میں بہت کوشش کی ہے اور محصول کے ناجائز بار گراں سے حجاج کو سبکدوش کیا ہے۔

سلطان صلاح الدین کا امیر مکہ کو حکم

چنانچہ آج ہی ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان صلاح الدین نے حجاج کی خدمت، درستی سامان اور سپاہیوں

کے جبر وظلم سے حفاظت کی بابت امیر مکہ کو ایک تحریر میں سخت تاکید لکھی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس مقصد شریف کی کوشش اور انتظام میں ہم تم دونوں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کے امیدوار ہیں۔ غرض کہ جب تک خطبہ پڑھا گیا دونوں موذن منبر کے پہلے زینے کے دونوں طرف سیاہ نشان لئے ہوئے کھڑے رہے خطبہ کے بعد منبر کے دروازے کے دونوں طرف دو حلقے تھے ان میں نشان لگا دیئے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر دونوں نشان موذن داہنے بائیں لئے ہوئے چلنے لگے اور فرقعہ کی آواز بھی اسی طرح ہونے لگی۔ گویا اب نماز سے فارغ ہو کر واپسی کی اطلاع تھی اور منبر کو اسی جگہ مقام کریم کے سامنے رکھ دیا۔

امیر مکہ کی حرم شریف میں آمد

جس روز جمادی الاول کا چاند دکھائی دیا اس کی صبح کو امیرؒ مکہ حرم شریف میں آیا۔ جب وہ مقام کریم کے پاس پہنچا کتان کا پا انداز بچھایا گیا اور اس پر اس نے دو رکعت نماز ادا کی پھر حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف شروع کیا۔ اس وقت ایک گیارہ برس کا لڑکا موذن الزمزی کا بھائی زمزم کے قبہ پر چڑھ گیا۔ موذن زمری سب موذنوں کا پیشوا ہے اور تمام موذن اذان میں اسی کا اقتدا کرتے ہیں۔ وہ لڑکا سر پر عمامہ باندھے اور مکلف لباس پہنے تھا۔ امیر مکہ نے جب طواف کا ایک دور ختم کیا اس لڑکے نے بلند آواز سے کہا: "صبح اللّٰہ مولانا الامیر بسعادۃ دائمۃ ونعمۃ شاملۃ" اس دعا کے ساتھ جمادی الاول کی تہنیت کہی اور تین چار مدحیہ اشعار امیر مکہ اور ان کے آبا و اجداد کی تعریف میں پڑھے۔ جس وقت امیر طواف کے دوسرے دور میں رکن یمانی سے گزر کر رکن اسود کی طرف بڑھا اس لڑکے نے اسی طرح سے پھر دعا دی اور اشعار سابق کے خلاف اور چند مدحیہ شعروں پر دعا کو ختم کیا طواف کے ساتویں دور میں اس لڑکے نے اسی طرح امیر مکہ کی دعا اور ثنا ادا کی۔ اثنائے طواف میں امیر کے آگے آگے قاری پڑھتے جاتے تھے۔ یہ حسن انتظام۔ لڑکے کی خوش آوازی اور حسن کلام اور قاریوں کا کلام الٰہی کو باواز بلند پڑھنا دل پر اثر کرتا تھا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکاتا تھا۔ طواف سے فارغ ہو کر اس نے ملتزم کے پاس دوگانہ ادا کیا۔ پھر مقام کریم کے پاس دو رکعت پڑھ کر اپنے خیل وحشم کے ساتھ واپس چلا گیا اب یہ امیر اگلے چاند تک حرم شریف میں نظر نہ آئے گا۔

خانہ کعبہ کی بنیاد

خانہ کعبہ کی بنیاد میں بھورے رنگ کے بڑے بڑے سخت پتھر لگے ہیں اور انھیں اس قدر مستحکم کیا ہے کہ گردش زمانہ کا تصرف بھی دشوار ہے۔ رکن یمانی میں پتھر کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا مگر اس میں چاندی کی کیلیں لگا کر پھر اصلی حالت پر درست کر لیا ہے صرف کیلیں نظر آتی ہیں۔ وسط حرم میں خانہ کعبہ بلا تشبیہ ایک بلند برج کی طرح ہے۔

حرم شریف میں کبوتروں کی بہتات

حرم شریف میں کبوتروں کی بہت کثرت ہے اس لئے کہ یہاں ہر قسم کی ایذا سے انھیں امن ہے۔ مگر بیت اللہ شریف کی چھت پر کوئی کبوتر نہیں بیٹھتا ہے۔ کبوتروں کی ٹکڑی کعبہ شریف کی چھت کے مقابل آکر داہنے بائیں پھٹ جاتی ہے یہی حال اور پرندوں کا ہے۔ ہم نے مکہ کے حالات میں پڑھا ہے کہ کعبہ شریف کی چھت پر وہ پرندہ اترتا ہے جس کو کوئی مرض ہوتا ہے اگر قضا ہی آئی ہے تو مر جاتا ہے ورنہ اسی وقت اچھا ہو کر اڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو یہ بزرگیاں عطا فرمائی ہیں۔

خانہ کعبہ کی بزرگی

خانہ مقدس کی دوسری بزرگی یہ ہے کہ داخلہ کے وقت سب آدمی اس میں داخل ہوتے ہیں مگر مکان میں تنگی نہیں ہوتی زمین کے قطعہ قطعہ پر ہر شخص دوگانہ ادا کرتا ہے جس شخص سے دریافت کرو وہ یہی کہتا ہے کہ میں بھی آج داخل ہوا تھا اور فلاں فلاں مقام پر نماز پڑھی تھی اس کے علاوہ آٹھ پہر میں کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ خانہ کعبہ طواف کرنے والوں سے خالی ہو۔ کوئی شخص تنہا طواف کرنا بیان نہیں کرتا یہ قدرتِ الٰہی ہے کہ اس نے اپنے مکان کو تا قیامت بزرگی عطا فرمائی۔

حرم شریف کے کنگورے

حرم شریف کے چاروں طرف دالانوں کی چھتوں پر چوگوشے کنگورے ہیں ہر کنگورے کے ہر ضلع میں تین تین کونے ہیں۔ گویا ہر ضلع بجائے خود ایک کنگورہ ہے۔ ہر کنگورے کی کرسی کا گوشہ دوسرے کنگورے کی کرسی سے ملا ہوا ہے اور ہر ایک کنگورے کے نیچے ایک ایک بالشت گول روزن ہے اور وہ روزن ہوا کا منفذ ہے اس پر جب آفتاب یا ماہتاب کی شعاع پڑتی ہے تو مثل چاند کے نظر آتا ہے کنگورے

ایسے خوشنما بنے ہوئے ہیں گویا ایک سطح پر تراش کر بنائے ہیں ہر طرف چھت پر کنگوروں کے درمیان میں تخمیناً تین بالشت چونے کا سطح سادہ چھوڑ دیا گیا ہے اور یہ ہر ایک سادہ سطح خانۂ کعبہ کے ہر ایک ضلع کے مقابل ہے مینار بھی عجیب صنعت سے بنائے ہیں۔ نیچے آدھے مینار مربع ہیں اور ان پر منقش پتھر لگائے ہیں اور اوپر کا نصف حصہ عمود کے طور پر اینٹوں سے بنایا ہے اور نہایت عمدہ خاتم بندی کی ہے۔ عمود کے اوپر ایک گنبد ہے اور اس کے چاروں طرف لکڑی کی خوبصورت جالیاں لگی ہیں۔ ہر جالی کی علیٰحدہ قطع ہے۔ ایک کو دوسری سے مشابہت نہیں ہے۔

حرم شریف کے قبے

قبہ زمزم۔ قبہ عباسیہ اور قبۂ یہودیہ کے نصف اعلیٰ سطح پر لکڑی کے خوشنما بیل بوٹے بنائے ہیں۔ چھت پر چاروں طرف لکڑی کا کٹہرا ہے اور اس میں نہایت نفیس جالی تراشی ہے۔ اس کٹہرے کے اندر ایک ہموار سطح ہے اور اس میں مینار کے طور پر گنبد ہے یہاں موذن زمزمی اذان کہتا ہے۔ گنبد کی چوٹی پر ایک لوہے کا ظرف ہے رمضان شریف میں روشنی کے واسطے اس میں مشعل لگائی جاتی ہے اس قبہ کی جو دیوار خانہ کعبہ کی جانب ہے اس میں لوہے کی زنجیریں لگی ہوئی ہیں ان میں شب کو لالٹین روشن ہوتی ہے۔ قبہ کی ہر دیوار میں تین تین محرابیں کنج کے چھوٹے چھوٹے ستونوں پر قائم ہیں۔ بعض ستون بلدار ہیں اور نہایت نادر صناعی کی ہے۔ خصوصاً حجر اسود کی طرف کے ستون بہت ہی خوبصورت ہیں ہر ستون کی چوٹی پر تین تین چار چار محرابوں کے کنارے آکر ملے ہیں ان کناروں کے بیچ میں عجیب و غریب نقش و نگار بنائے ہیں محرابوں کے اوپر لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔ حجر اسود کی جانب کی دیوار کے نیچے پتھر کا ایک چبوترا ہے وہاں لوگ بیٹھ کر خانہ کعبہ کی زیارت کرتے ہیں اور اہل نظر اس مقام کی شرافت سے مراتب و درجات آخرت کا اندازہ لگاتے ہیں اس لئے کہ اس مقام کے سامنے حجر اسود داہنی طرف مقام کریم بائیں جانب باب الصفا اور عقب میں چاہ زم زم ہے یہ جگہ انسان کے اعزاز و شرف کے واسطے کافی ہے۔ قبۂ عباسیہ کی جالی کا کونہ قبۂ یہودیہ کی جالی کے کونے سے اس طرح ملا ہوا ہے کہ ایک چھت پر سے دوسری چھت پر جا سکتے ہیں۔ قبوں کے اندر چونے کی استر

کاری پر خوبصورت بیل بوٹے بنائے ہیں۔

ائمہ حرم شریف

حرم شریف میں اہل سنت کے چار امام اور فرقہ زیدیہ کا ایک امام ہے یہ آخری فرقہ تبرائی رفاض کا ہے اس شہر کے اکثر شرفاء کا یہی مذہب ہے اور یہ لوگ اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علیٰ خیرالعمل کا اضافہ کرتے ہیں۔ نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور مغرب کی نماز اہل سنت کے اماموں کے بعد ادا کرتے ہیں۔

اہل سنت کے ائمہ میں سب سے پہلے امام شافعی کے مصلے پر نماز ہوتی ہے یہ عباسی اماموں کے پیشوا ہیں ان کا مصلیٰ مقام کریم کے عقب میں ہے۔ ان کے بعد مالکی نماز پڑھتے ہیں مگر مغرب کی نماز وقت کی تنگی کی وجہ سے سب امام ایک ساتھ ہی ادا کرتے ہیں اس وقت کی نماز میں نمازمیں تمام مقتدی اپنے اپنے موذن اور اماموں کی آوازوں پر بغور متوجہ رہتے ہیں اس لئے کہ چاروں طرف سے کان میں تکبیروں کی آواز آتی ہے اور نمازیوں کو دھوکا ہوتا ہے کبھی مالکی۔ شافعی اور حنبلی موذنوں کی تکبیر پر رکوع و سجود کرتے ہیں اور کبھی اپنے امام کے خلاف دوسرے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں۔

اماموں کے مصلّے

مالکی کا مصلہ رکن یمانی کے مقابل ہے اور اس میں اس قطع کی پتھر کی محرابیں ہیں جیسی کہ آمدورفت کی راہوں پر بنائی جاتی ہیں مالکی کے بعد حنفیوں کے مصلے پر نماز ہوتی ہے یہ مصلّیٰ میزاب کی طرف حطیم کے نیچے ہے اس مصلّے میں شمع وغیرہ کا سامان بکثرت ہے کیونکہ عجمی حکومتیں سب اسی مذہب پر ہیں۔ ان کی نماز سب سے آخر میں ہوتی ہے۔ حنبلیوں کا مصلّیٰ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے ان کی نماز کا وقت مالکیوں کے وقت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ ظہر اور عصر کی نماز حنفیوں کے متصل مغربی اور شمالی دالان میں پڑھتے ہیں حنفی ان دونوں وقتوں کی نمازیں مغربی اور جنوبی دالان میں حنبلیوں کی محراب کے سامنے پڑھتے ہیں۔ اس محراب پر حطیم نہیں ہے۔ شافعیہ کا حطیم مقام کریم کے عقب میں اس قطع کا ہے چھوٹے چھوٹے فیل پایوں پر لکڑیاں نصب ہیں اور اُن میں ہاتھ ہاتھ بھر کے ڈنڈے سیڑھی کی طرح پڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے مقابل

میں بھی دو لکڑیاں ہیں ان لکڑیوں کے اوپر ایک لکڑی کیلوں سے جڑی ہوئی ہے اور اس میں آہنی کہ لالٹینوں کے واسطے لگے ہوئے ہیں اوپر کی لکڑی کے ادھر ادھر محراب دار جالی ہے حنفیہ کے حطیم میں محراب بھی بنی ہوئی ہے۔ حنفیوں کے قریب حنبلیوں کا ایک مصلی بیکار پڑا ہے اور رامشت نامی ایک عجمی دولت مند کے نام سے منسوب ہے یہ تمام مقامات خانۂ کعبہ کے گرد میں ہیں۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر لکڑی کے ستون نصب ہیں اور ان پر لوہے کے ظروف میں مشعلیں روشن کی جاتی ہیں جن سے تمام حرم شریف منور ہو جاتا ہے اماموں کے سامنے شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ مالکیوں کے مصلے میں آرائش اس وجہ سے کم ہے کہ اس مذہب کے لوگ ان ممالک میں بہت تھوڑے ہیں تمام مخلوق شافعی مذہب کی مقلد ہے یہاں کے بڑے بڑے علماء اور فقیہ بھی اسی مذہب کے پیرو ہیں۔ البتہ اسکندریہ کے باشندے اکثر امام مالک کے مقلد ہیں۔ مالکی مذہب کے علمار میں ابن عوف بہت بڑے فقیہ ہیں۔

قبۂ زم زم کی چھت پر جو زینہ ہے موذن زمزمی ہر روز بعد نماز مغرب اس پر چڑھ کر بآواز بلند امام عباسی احمد الناصر الدین اللہ۔ امیر مکثر اور سلطان صلاح الدین کے واسطے دعار کرتا ہے صلاح الدین کے نام پر ختم دعار کے وقت تمام طواف کرنے والے صدق دل اور خالص نیت سے آمین کہتے ہیں۔ ان کے آمین میں اس درجہ خشوع وخضوع ہوتی ہے کہ قلبوں پر اثر کرتی ہے اللہ تعالےٰ نے اس بادشاہ کی تعریف زبانوں پر اور محبت دلوں میں پیدا کر دی ہے سلطان کی دعار کے بعد اس کے امرائے صالح۔ عمال یمن۔ حجاج اور مسافروں کے واسطے دعار کی جاتی ہے۔

زیارت کلام مقدس

قبۂ عباسیہ کے تہہ خانے میں ایک بڑے صندوق کے اندر خلفائے اربعہ میں سے کسی صاحب کے ہاتھ کا قرآن شریف لکھا ہوا رکھا ہے اور اس پر زید بن ثابت کے ہاتھ کا سنہ تحریر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اٹھارہ برس بعد لکھا ہے۔ اس کے بہت سے ورق جاتے رہے ہیں۔ کلام اللہ لمبے چوڑے ورقوں پر لکھا ہوا ہے اور لکڑی کی دفتیوں میں مجلد ہے اور اس پر برنجی قبضے لگے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کلام مقدس کی زیارت کی۔ بوسہ دیا اور اس کے

نقوش کو تبرکاً چھوا۔ قبہ کے متولی کی زبانی معلوم ہوا کہ اہل مکہ پر جب قحط وغیرہ کی کوئی آفت آتی ہے تو خانہ کعبہ کا دروازہ کھول کر اس کلام اللہ اور مقام کریم کو دہلیز پر رکھ کر تمام حاضرین سر برہنہ کھڑے ہو کر ان تبرکات کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں۔ اس جگہ سے ہٹنے بھی نہیں پاتے کہ اللہ تعالیٰ مشکل آسان کر دیتا ہے۔

خانہ کعبہ سے متصلہ مکانات

حرم شریف کے سامنے دار زبیدہ۔ دار قاضی اور اور دار عجلہ وغیرہ کی طرح بہت سے مکان ہیں ان کے دروازوں میں سے حرم شریف کی راہ ہے یہ جوار کریم رہنے کے واسطے خوب ہے اس کے سوا چاروں طرف حرم شریف کے بہت سے مکانات ہیں ان مکانوں کے حجروں کے اور چھتیں حرم شریف سے ملی ہوئی ہیں اور ان پر سے حرم شریف کی چھت پر آنے کو راہیں ہیں۔ ان مکانوں میں لوگ رہتے چھتوں پر پانی سرد کرتے ہیں رات دن بیت اللہ شریف کے نظارے سے بہرہ اندوز ہیں اور دائمی عبادت میسّر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہمسائیگی انھیں مبارک کرے۔

خانہ کعبہ کا رقبہ

ہم نے ابی جعفر الفنکی القرطبی کی تحریر میں دیکھا ہے کہ حرم شریف کا عرض وطول ہماری تحریر کے مطابق ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مقدس تین سو ہاتھ لمبی اور دو سو ہاتھ چوڑی ہے اور اس کا کل مربع چوبیس مرجع مغربی ہوا اور ہر مرجع پچیس سو ہاتھ مربع کا ہوتا ہے اور اس میں تین سو ستون اور تین مینار ہیں۔ مسجد بیت المقدس جو اہل اسلام کے زمانے میں درست ہوئی ہے اس کو سات سو اسی ہاتھ لمبا اور چار سو پچاس ہاتھ چوڑا لکھا ہے اور یہ کل رقبہ ایک سو پینتالیس مربع مرجع ہوا۔ چار سو چودہ ستون اور پچاس دروازے ہیں۔ پانچ سو قندیلیں روشن ہوتی ہیں۔

ابواب حرم شریف

حرم شریف کے ۱۹ دروازے ہیں اور ہر دروازے میں متعدد مخرج ہیں باب الصفا کے پانچ مخرج ہیں اور اس کا قدیمی نام بنی مخزوم ہے۔ باب الخلقین میں دو مخرج ہیں۔ یہ جدید دروازہ ہے اور اُسے جیاد الاصغر بھی کہتے ہیں۔ باب العباس اور باب علی کے تین مخرج ہیں۔ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مخرج ہیں۔ باب بنی شیبہ کے تین مخرج ہیں۔ یہ دروازہ بنی عبد الشمس کا ہے۔ خلفائے عباسیہ اسی دروازہ

سے داخل ہوتے ہیں۔ اسی دروازے کے سامنے ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اور ایک مخرج ہے مگر اس کا کوئی کام نہیں ہے۔

باب دارالندوہ کے تین مخرج ہیں۔ دو دارالندوہ سے ملے ہوئے ہیں۔ اور تیسرا دارالندوہ کے مغربی گوشے میں ہے۔ اس تنہا مخرج کی وجہ سے حرم شریف کے بیس دروازے شمار کئے جاتے ہیں۔ باب صغیر ایک کھڑکی کے طور پر ہے اس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ چونکہ رباط صوفیہ میں جانے کی راہ اسی دروازے سے ہے اس لئے اس کو باب الرباط کہتے ہیں۔ اور باب بنی شیبہ کے سامنے ہے۔ باب صغیر دار عجلہ کے واسطے نیا بنایا گیا ہے۔ باب سدہ۔ باب ابراہیم اور باب عمرہ کا ایک ایک مخرج ہے۔ باب حَزْوَرَہْ نام کے دو دروازے ہیں اور ان کے دو دو مخرج ہیں باب جیاد الاکبر کے نام سے دو دروازے ہیں اور ان کے دو دو مخرج ہیں۔ ایک دروازہ دقاقین سے منسوب ہے اس کے دو مخرج ہیں۔ لیکن ہم نے بڑی کوشش سے تحقیق کی تو ثابت ہوا یہ دروازہ بھی جیاد سے متعلق ہے۔ گویا چار دروازے جیاد یہ ہیں۔ باب ابراہیم اس بڑے وسیع گوشے میں ہے جس میں فقیہ مالکی مکناسی کا مکان ہے اس مکان میں ایک کھڑکی ہے اور اس میں حرم شریف کی کتب موقوفہ متعلق مذہب مالکی کا مخزن ہے۔ یہ گوشہ مغربی اور جنوبی دالان کے قریب دالان کی حد سے خارج ہے۔ باب ابراہیم کے سامنے داخل ہونے والے کے داہنی طرف ایک مینار ہے اس کی قطع اور میناروں سے جدا ہے۔ مینار کے سطح پر لمبے لمبے شگاف محرابوں کی طرح چونے سے بنا کر ان کے گرد بہت نادر بیلیں بنائی ہیں۔ باب ابراہیم پر اس قدر بلند قبہ ہے کہ اس کی اونچائی مینار تک ہے۔ قبہ کے اندر چونے کے بہت خوبصورت نقش ونگار ہیں۔ قبہ کے باہر بھی چھوٹے چھوٹے گولے کئی دائروں میں بنائے ہیں اور وہ مثل گول پالوں کے نظر آتے ہیں۔ مینار کے اوپر اذان کا گنبد پیل پایوں پر بنایا ہے۔ پیل پایوں کے درمیان میں خالی جگہ ہے۔ باب الصفا سب دروازوں سے بڑا ہے۔ اسی دروازے سے صفا مروہ کو جاتے ہیں کیونکہ مستحب یہ ہے کہ عمرہ سے آکر باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہوں اور باب الصفا کی راہ سے ان ستونوں پر ہو کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے کے نشان ہیں صفا مروہ کو جائیں رکن یمانی سے ان ستونوں تک چھیالیس قدم اور ستونوں سے باب الصفا تک تیس قدم

اور باب الصفا سے مقام صفا تک چھہتر قدم کا فاصلہ ہے۔ صفا کی چودہ سیڑھیاں ہیں اوپر کی سیڑھی چبوترے کی طرح بہت چوڑی ہے اور اس پر اونچی اونچی تین محرابیں ہیں۔ یہ جگہ سترہ قدم چوڑی ہے اور اس کے اطراف میں لوگوں کے مکانات ہیں۔

صفا و مروہ

صفا سے مروہ کو جاتے ہوئے پہلے داہنی طرف ایک میل (ستون) ملتا ہے۔ یہ ستون اوپر سے سبز رنگا ہوا ہے اور حرم شریف کے رکن شرقی والے مینارے کے کونے کے پاس پانی کی راہ کے کنارے پر نصب ہے اس کے آگے دو سبز میل (ستون) ہیں۔ ایک باب علی کے سامنے بائیں طرف کو حرم شریف کی دیوار پر اور دوسرا اسی دروازے کے مقابل امیر مکہ کے برابر والے مکان پر ہے ان دونوں میلوں پر ایک ایک لوح لگی ہوئی ہے اوران میں یہ عبارت تحریر ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ امر بعمارۃ ھذا المیل عبد اللہ وخلیفہ ابو محمد المستضی با مر اللہ امیر المومنین اعزاللہ نصرہ فی سنہ ۵۷۳ھ۔ (اس ستون کی تعمیر کے واسطے ۵۷۳ھ میں امیر المومنین خلیفہ ابو محمد المستضی بامر اللہ نے حکم دیا) مقام صفا سے اول میل تک ترانوے[93] قدم کا فاصلہ ہے اور وہاں سے دونوں میلوں تک پچھتر قدم کا بعد ہے اول میل سے ان دونوں میلوں تک کے فاصلے کو آمد و رفت میں دوڑ کر طے کرتے ہیں اور ان دونوں میلوں سے مروہ تک تین سو چھبیس قدم کا فاصلہ ہے اس حساب سے صفا مروہ کے درمیان کا فاصلہ چار سو ترانوے قدم کا ہے۔ مروہ کی پانچ سیڑھیاں ہیں اور ان کے اوپر کی چوڑائی صفا کی طرح سترہ قدم ہے اور سیڑھیوں کے اوپر ایک بڑی محراب ہے صفا و مروہ کے درمیان کی زمین بارش کے پانی کی مرور کی جگہ ہے فی الحال یہاں میوہ اور کھانے وغیرہ کا بہت خوبصورت بازار ہے صفا مروہ کے دوڑنے والوں کو انبوہ کی وجہ سے بڑی دقت ہوتی ہے۔ اس شہر میں بجز بزازوں اور عطاروں کے بازار کے ایسا بارونق کوئی بازار نہیں ہے۔ عطاروں اور بزازوں کا بازار بھی باب بنی شیبہ کے متصل ہے اور اسی بازار سے ملا ہوا ہے

جبل ابی قبیس

جبل ابی قبیس حرم شریف سے ملا ہوا ہے اور شرق کی جانب حجر اسود کے سامنے ہے اس پہاڑ پر ایک رباط اور مسجد ہے۔ مسجد کے پاس ایک قلعہ ہے وہاں سے تمام شہر کی عمارت کی خوبی۔ حرم شریف کی وسعت اور اس کے درمیان میں خانہ کعبہ کا حسن

وجمال بخوبی نظر آتا ہے۔ میں نے اخبار مکہ میں ابی الولید ازرقی کی تصنیف میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام دنیا کے پہاڑوں سے پہلے اس پہاڑ کو پیدا کیا۔ طوفان نوح کے وقت حجراسود اسی پہاڑ میں امانت رکھا گیا تھا اس لئے اہل قریش نے اس کا نام امین رکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حجراسود یہاں سے صحیح وسالم ملا تھا اسی پہاڑ میں حضرت آدم علیہ السلام کا مزار ہے مکہ معظمہ کے گرد میں جو دو پہاڑ ہیں وہ اخشبان کہلاتے ہیں ان میں سے ابوقبیس بھی ایک اخشب ہے اور دوسرا اخشب مغرب کی جانب قعیقعان کے قریب ہے۔ ہم جبل ابوقبیس پر چڑھے اور مسجد مبارک میں نماز پڑھی۔ یہاں وہ بھی جگہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شق القمر کے معجزے کا اظہار فرمایا تھا۔ اس پہاڑ پر پختہ عمارتوں کے نشان باقی ہیں۔ یہ عمارت عیسیٰ امیر مکہ کی جائے پناہ تھی۔ عراق کے امیر حاج نے امیر مکہ کی مخالفت کی وجہ سے اس عمارت کو منہدم کر دیا۔

ستونوں پر عبارات

باب الصفا کے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کے ستونوں کے مقابل جو داخل حرم ہیں ایک ستون پر یہ عبارت ہے امر عبداللہ محمد المهدی امیر المومنین اصلحہ اللہ تعالیٰ بتوسعۃ المسجد الحرام ممایلی باب الصفا لتکون الکعبۃ فی وسط المسجد فی ۱۶۷ھ (۱۶۷ھ میں امیر المومنین محمد المہدی نے صفا کی طرف وسعت حرم کا حکم دیا تاکہ کعبہ وسط مسجد میں آجائے) اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے خانہ کعبہ وسط حرم شریف میں نہ تھا۔ بلکہ کسی قدر باب الصفا کی جانب مائل تھا۔ اور اب بالکل وسط میں ہے اس بنا پر ہم نے کعبہ شریف کے چاروں طرف پیمائش کی اور عبارت مذکورۂ بالا کی تصدیق ہوئی۔ اس تحریر کے نیچے ستون کے پائیں میں یہ دوسری عبارت لکھی ہوئی ہے۔

° امر عبد اللہ محمد المهدی امیر المومنین اصلحہ اللہ بتوسیعہ الباب الا وسط الذی بین ھاتین الاسطوانتین و ھو طریق رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الصفا۔

(امیر المومنین محمد المہدی نے ان دو ستونوں کے درمیان کے دروازے کی وسعت کا حکم دیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفا کو جانے کی راہ پر واقع ہیں) اور اس ستون کے برابر کے ستون پر یہ عبارت ہے۔

"امر عبد اللہ محمد المھدی امیر المومنین اصلحہ اللہ بصرف الوادی الی مجراہ علی عھد ابیہ ابراہیم صلعم وتوسعۃ وبالرحاب القحول المسجد الحرام لحاج بیت اللہ وعمادتہ۔" اس عبارت کے نیچے بھی وہی عبارت مرقوم ہے جو ستون اول کے پائیں میں توسیع دروازہ کے متعلق ہے۔

وادی ابراہیم یہاں وادی سے وہ وادی مراد ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے منسوب ہے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اس وادی کا تذکرہ ابراہیم علیہ السلام کے قول سے یوں فرمایا ہے "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع" (اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر میں کعبہ کے پاس اس بیابان مکہ میں جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد لاکر بسائی ہے۔ سورۂ ابراہیم آیت ۳۷) اس وادی کے پانی کا مرور باب الصفا تھا۔ بارش کے وقت حرم شریف کے چاروں طرف پانی بہتا تھا اور حرم میں بھی آجاتا تھا۔ خلیفہ مہدی نے آبادی کی بلندی کی طرف ایک بند باندھا جس کو راس الروم کہتے ہیں۔ مگر جب بارش زیادہ ہوتی ہے پانی اس بند سے بھی گزرکر اپنے قدیمی مرور میں آجاتا ہے اور باب ابراہیم کے سامنے مقام مسفلہ میں ہوکر شہر کے اندر ہوتا ہوا باہر نکل جاتا ہے۔

اخبار و آثار مکہ معظمہ شہر کی آبادی دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس وادی مقدس کا بہت بڑا قطعہ ہے۔ یہاں اس کثرت سے آدمی جمع ہوتے ہیں کہ ان کا شمار سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم ہے۔ شہر کے تین دروازے ہیں۔ پہلا دروازہ باب المعلیٰ جحون میں ہے اس دروازے سے جبانۃ المبارک کو جاتے ہیں اس کے بائیں طرف کے پہاڑ پر نہایت دشوارگذار راہ (عقبہ) ہے اور وہاں برج کے طور پر ایک نشان بنا ہوا ہے وہیں سے عمرہ کو جاتے ہیں۔ اس رستے کا نام کدار ہے اس مقام کو حسان اپنے شعر میں لکھتا ہے

"تثیر النقع موعدھا کدار" (غبار اٹھتا ہے اور وعدہ گاہ کدار ہے)

جحون فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادخلو من حیث قال حسان" (اس سمت سے داخل ہو جس کو حسان نے بیان کیا ہے) اس حکم کے موافق سب اسی عقبہ سے داخل ہوئے اس جگہ کا نام جحون ہے اسکی بابت حارث بن مضاض الجرہمی کہتا ہے۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا انیس ولم یسمر بمکة سامر
بلی نحن کنا اهلها- فابادنا صروف اللیالی والجدود العواثر

(گویا حجون اور صفا کے درمیان میں کوئی انیس اور قصہ گو نہ تھا- نہیں - ہم تو اس کے باشندے تھے - گردش زمانہ اور کمین گاہوں نے ہمیں تباہ کر دیا)

جبانہ جبانہ میں بہت سے صحابۂ کرام - تابعین - اولیا - اور صالحین کے مزارات ہیں مزار کہنہ اور بے مرمت ہو گئے ہیں - باشندوں کو اہل مزار کے نام بھی یاد نہیں رہے اسی جگہ وہ مقام ہے جہاں حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نعش کو لٹکایا تھا - اب تو صرف ایک نشان باقی ہے - پہلے اس پر بڑی عمارت تھی اہل طائف نے اسے منہدم کر دیا اس لئے کہ عمارت کو دیکھ کر لوگ حجاج پر لعنت کرتے تھے اور حجاج اہل طائف سے تھا جبانہ سے ورے داہنی طرف دو پہاڑوں کے درمیان میں وہ مسجد ہے جس میں جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف بیعت حاصل کیا تھا - اسی دروازے سے عراق - طائف اور عرفات شریف کے جانے کی راہ ہے اور یہ دروازہ گوشۂ شرق و شمال میں کسی قدر شرق کو بچا ہوا ہے -

تنعیم دوسرا دروازہ باب المسفل جنوب کی طرف ہے اس دروازے سے یمن کو جاتے ہیں - خالد بن الولید رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے تیسرا دروازہ باب الزہرا غرب کی جانب ہے اس دروازے سے مدینہ منورہ جدہ اور شام کو جانے کی راہ ہے اور اسی دروازے سے تنعیم کو جاتے ہیں عمرہ کو جانے والے تنعیم میں احرام باندھتے ہیں اس لئے اسے باب عمرہ بھی کہتے ہیں تنعیم شہر سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور راہ نہایت کشادہ اور عمدہ ہے راہ میں شیریں پانی کے کنوئیں ہیں ان کو شبیکہ کہتے ہیں - شہر سے نکلتے ہی ایک میل کے فاصلے پر مسجد ہے مسجد کے سامنے چبوترہ کی قطع کا ایک پتھر راہ میں ملتا ہے اس پتھر کے اوپر دوسرا پتھر بطور تکیہ کے لگا ہوا ہے اس میں پرانے اور خراب شدہ کچھ نقوش ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے واپسی میں اسی پتھر پر استراحت کے واسطے بیٹھے تھے لوگ اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں منہ رگڑتے ہیں اور تکیہ لگاتے ہیں تاکہ تمام جسم اس سے مس ہو جائے -

ابولہب کی قبر یہاں سے ایک پرتاب تیر کے فاصلے پر بائیں طرف راستے کے کنارے دو

قبریں ہیں ان پر پتھروں کے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہیں۔یہ دونوں قبریں ابولہب اور اسکی بیوی کی ہیں۔زمانہ قدیم سے اب تک لوگ ان قبروں کو سنگسار کرتے ہیں اس لئے ان پر پہاڑوں کی طرح پتھروں کے انبار لگ گئے ہیں۔

عمرہ کرنے والوں کے لئے پانی کا انتظام

یہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک اور بارونق مقام ہے رستے کے دونوں جانب مکانات اور باغ ہیں یہ عمارتیں ایک شخص کی ملک میں ہیں عمرہ کو جانے والوں کے واسطے وضو کے ظروف رکھے ہوئے ہیں اور سقائے بنا دیئے گئے ہیں۔راستے کے دونوں طرف لمبے لمبے سایہ دار چبوتروں پر لوٹے چنے ہوئے ہیں اور پانی سے بھری ہوئی نا ندیں رکھی ہیں۔ناندوں کی قطع دھوبیوں کے کپڑے دھونے کے برتنوں کی سی ہے یہاں میٹھے پانی کا ایک کنواں بھی ہے اس کے پانی سے یہ ظروف بھرے جاتے ہیں۔غرض کہ عمرہ والوں کو اس جگہ طہارت۔وضو اور پانی پینے کی بڑی آسائش ہے اور صاحب مکان کو بے حد اجر و ثواب ملتا ہے۔

متبرک پہاڑ

یہاں راستے کے دونوں طرف چار پہاڑ ہیں دو اس طرف اور دو اُس طرف پہاڑوں پر پتھر کے میل بنے ہوئے ہیں۔کہتے ہیں یہ وہ متبرک پہاڑ ہیں جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرند کے ٹکڑے کر کے پھینکے تھے اور پھر وہ پرندہ حکم الٰہی سے اڑ کر ان کے پاس آگیا۔اس کی خبر کلام اللہ میں بھی ہے۔ان پہاڑوں کے گرد اور پہاڑ ہیں ان کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیل اللہ نے پرند کے سات ٹکڑے کر کے ان سات پہاڑوں پر پھینکے تھے۔

شبیکہ

اس مقام سے گزر کر وہ میدان ملتا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے کے وقت مقیم ہوئے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا تھا اور پھر مکہ میں داخل ہوئے تھے اس میدان کے اطراف کے کنوؤں کو شبیکہ کہتے ہیں۔

مسجد ابراہیمؑ

یہاں ایک مسجد حضرت خلیل اللہ کے نام سے منسوب ہے اس راہ کے برکات مقدسہ غور و خوض کے قابل ہیں اس میدان کے آگے ایک تنگ جگہ سے گزر کر چند میل ملتے ہیں ان میلوں سے مکہ شریف تک کی کل جگہ داخل حرمت ہے اور میلوں سے باہر داخل حلت ہے۔

یہ میل برجوں کی طرح کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل قریب قریب واقع ہیں راستے کے داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں۔ داہنے پہاڑ کے اوپر سے نیچے تک اور پھر وہاں سے بائیں سمت کی پہاڑ کی چوٹی تک برابر برابر میل بنے ہوئے ہیں اور یہی جگہ عمرہ والوں کے احرام باندھنے کی ہے۔

مساجد حضرت عائشہؓ و حضرت علیؓ

پتھر کی یہاں کئی مسجدیں ہیں ان میں نماز پڑھ کر احرام باندھتے ہیں۔ ان نشانوں یا میلوں سے دو پرتاب تیر کے فاصلے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مسجد ہے اس مسجد میں مالکی مذہب کے لوگ نماز پڑھ کر احرام باندھتے ہیں اس کے سامنے ایک مسجد حضرت علی شیر خدا، رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے

باب بنی شیبہ

باب بنی شیبہ کی دہلیز بڑے بڑے لمبے پتھروں کی ہے یہ پتھر گویا دروازے کا چبوترہ ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں یہ پتھر اہل قریش کے بت ہیں ایام جاہلیت میں ان کی پرستش کرتے تھے ان میں سب سے بڑا بت ہبل ہے وہ سب کے بیچ میں اوندھا پڑا ہوا ہے اور آدمیوں کے قدموں سے پامال اور ان کی جوتیوں سے ذلیل و خوار ہوتا ہے مگر اس بلا کو اپنے سر سے نہیں ٹال سکتا۔ معبودیت و یکتائی اللہ تعالےٰ کی ذات کے واسطے زیبا ہے لیکن اس دہلیز کی نسبت یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بتوں کے توڑنے اور جلانے کا حکم دیا تھا۔ غالباً دہلیز کے بڑے بڑے پتھر دیکھ کر ان کو بتوں سے مشابہ پایا اور اس طور پر مشہور کر دیا۔

جبل حرّا

مکہ معظمہ کے مشرق میں تین میل کے فاصلے پر جبل حرّا ہے۔ یہ پہاڑ نہایت بلند اور منا سے ملا ہوا ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر چڑھتے ہیں اور بیشتر عبادت میں مشغول رہے ہیں۔ قرآن شریف کی پہلی آیت اسی پہاڑ پر نازل ہوئی تھی ایک مرتبہ جناب رسول کریم صلی اللہ وآلہ وسلم اس پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ لرزنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اسکن حرّا فما علیک الا نبی و صدیق و شہید" (ٹھہر اے حرّا تجھ پر سوائے نبی۔ صدیق اور شہید کے اور کوئی نہیں ہے) اس وقت حضرت کے ہمراہ صدیق اکبر اور عمر

رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے صدیق و شہید اف فرمایا ہے۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہمرکاب تھے۔ یہ پہاڑ مغرب سے شمال کی طرف چلا گیا ہے اور اس کے شمالی حصہ کے پرے جبانہ ہے۔ مکہ کے چاروں طرف پہاڑ محیط ہیں چار دیواری کی کوئی ضرورت نہیں ہے پہلے ان تینوں دروازوں کے قریب قریب کچھ چاردیواری تھی مگر اب منہدم ہو گئی ہے صرف نشان باقی ہیں اور دروازے ہنوز قائم ہیں۔

دیگر زیارات مکہ معظمہ

اس آبادی کی اس سے زیادہ اور کیا شرافت ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالٰے نے اسکو اپنے مقدس مکان کے لئے مختص کیا۔ مقام دعوت ابراہیم علیہ السلام قرار دیا اور جائے حرمت و امن مقرر فرمایا سب سے اعلیٰ یہ بزرگی ہے کہ ولادت گاہ حضرت سرورِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام نزول وحی اور مورد جبریل علیہ السلام ہے اس کے سوا جمہور انبیا علیہم السلام کا مامن۔ گروہ صحابۂ کرام۔ اہل قریش اور مہاجرین کا مسکن ہے یہاں مقامات متبرکہ اور زیارات بکثرت ہیں جن مقاموں کی ہم نے زیارت کی ہے۔ صرف ان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

قبہ وحی

یہ عمارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کی بنی ہوئی ہے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان مقدس میں واقع ہے۔ اس مکان میں ایک چھوٹا سا قبہ ہے اس جگہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحب زادے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ یہ عمارتیں نہایت نفیس ہیں اور ہمیشہ بند رہتی ہیں۔

رسول اکرمؐ کی جائے ولادت

دوسرا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے۔ یہاں نہایت خوشنما اور نادر مسجد بنی ہوئی ہے اور اس پر بکثرت سونے کا کام ہے۔ جس زمین کو ولادت کے وقت جسم مطہر نے مس کیا تھا اس کے گرد چاندی کا حلقہ لگا ہوا ہے۔ یہ مکان ربیع الاول میں پیر کے دن کھلتا ہے اور تمام مخلوق تبرکاً داخل ہوتی ہے۔ چونکہ پیر کا دن یوم ولادت ہے اس لئے یہ دن بہت مشہور رہے۔ پیر کے دن سابق الذکر دونوں قبے بھی کھلتے ہیں۔

دارالخیزران ایک مکان دار الخیزران ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں ابتدائے دعوت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ سابق الاسلام کے ساتھ پوشیدہ عبادت الہٰی میں مشغول رہتے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوئے علانیہ اظہارِ دعوتِ اسلام ہونے لگا۔

دارالابوبکر الصدیق رضؓ ایک مکان دار الابوبکر ہے یہ عمارت پرانی اور بے مرمت ہے۔ اس کے سامنے ایک دیوار میں پتھر ہے اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت ابوبکر صدیق کے مکان پر تشریف لے گئے اور دروازے پر آواز دی۔ مکان میں کوئی نہ تھا اللہ تعالے کے حکم سے پتھر نے کہا۔ یارسول اللہ لیس بحاضر۔ (یا رسول اللہ یہاں کوئی نہیں ہے) اس روز سے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف کو تشریف لے جاتے تھے یہ پتھر سلام علیک کرتا تھا۔

قبہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفا و مروا کے درمیان میں ایک قبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ حضرت عمر اس جگہ بیٹھ کر انصاف فرماتے تھے مگر ہمیں ایک معتبر بزرگ کی زبانی تحقیق ہوا کہ یہ قبہ عمرو بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا ہے اور ان کے مکان کے سامنے ہے۔ یہ ان کی اولاد یا ملازموں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ مگر جس زمانے میں وہ مکہ معظمہ کے متولی تھے اسی قبہ میں انصاف و قضاء کے واسطے بیٹھا کرتے تھے ہم نے اندر جاکر مکان دیکھا، خوشنما اور ہموار جگہ ہے۔ کہتے ہیں پہلے اس عمارت میں کنواں بھی تھا مگر اب نہیں ہے۔

ہماری قیام گاہ کے قریب ایک مکان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کا لقب ذی الجناحین تھا۔

مسجد صدیق رضؓ منتہائے شہر پر ایک مقام مفسل ہے یہاں ایک مسجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب ہے۔ مسجد کے چاروں طرف باغ ہے اور اس میں خرمے۔ انار۔ عناب۔ اور حنا کے درخت ہیں۔ مسجد کے آگے ایک مختصر سے مکان میں محراب ہے۔ حضرت صدیق اکبر اسی مکان میں مشرکوں سے چھپ کر رہے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کا مکان یہاں سے قریب حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان ہے۔ جس گلی میں مکان واقع ہے اس میں تکیہ دار ایک چبوترا بنا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چبوترے پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور چبوترے کے کونوں سے لپٹتے ہیں۔

جبل ثور مکہ کے داہنی طرف آبادی سے تین میل پر جبل ثور ہے اسی پہاڑ کے غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کفار مکہ سے پوشیدہ ہوئے تھے اس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ ابوالولیدارزقی کے اخبار مکہ میں میں نے دیکھا ہے کہ اس پہاڑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر کہا۔

"الیّ یا محمد الیّ یا محمد فقد اٰویت قبلک نبیاً" (میری طرف آئیے اے محمدؐ میری طرف آئیے اے محمدؐ آپ سے پہلے بھی نبیوں کو میں نے جگہ دی ہے) یہ غار بطور شگاف کے ہاتھ بھر لمبا اور دو ثلث بالشت کی برابر چوڑا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں داخل ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے مکڑی نے اس کے منہ پر جالا بنایا اور کبوتر نے گھونسلہ رکھ کر بچے نکالے کفار قدم مبارک کا کھوج لیتے ہوئے جب غار پر پہنچے وہاں نشان نظر نہیں آیا۔ آپس میں کہنے لگے کہ یہاں سے تو آسمان پر چلے گئے یا زمین میں دھنس گئے۔ غار کے دہن پر جالا اور گھونسلہ دیکھ کر انھیں یقین ہوا کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کو دیکھ کر عرض کیا کہ "اگر یہ لوگ غار میں آگئے تو ہم کیا کریں گے؟" آپ نے ایک طرف اشارہ کرکے فرمایا: "ہم اس راہ سے نکل جائیں گے۔" بمجرد اشارہ مبارک قدرت الٰہی سے اس طرف ایک دروازہ نظر آنے لگا۔

اکثر لوگ اس غار پر جاتے ہیں اور اس راہ کو چھوڑ کر جو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ ظاہر کی ہے اس شگاف سے داخل ہونے کی تدبیر کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدخل ہے۔ اس شگاف میں داخل ہونے والا زمین پر لیٹ کر پہلے دونوں ہاتھ اور سر داخل کرکے اندر جانے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض لاغر اور ضعیف الجثہ تو اندر چلے جاتے ہیں۔ مگر قوی الجثہ اور فربہ اندام بیچ میں پھنس کر بڑی تکلیف اور صعوبت پاتے ہیں۔ نہ تو اندر ہی جا

سکتے ہیں اور نہ باہر آسکتے ہیں آخر باہر کے لوگ بڑی کوشش سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی جان کو ہرگز اس مصیبت میں نہ ڈالے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے بلکہ مرتبۂ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ جو شخص اس شگاف میں نہ داخل ہو سکے اور درمیان میں پھنس جائے وہ اہل رشد و ہدایت سے نہیں ہے ایسی حالت میں کیا ضرور ہے کہ باوجود اس مشقت اور تکلیف کے یہ الزام اور فضیحت اپنے ذمہ عائد کرے۔ اس سبب سے بعض لوگوں میں یہ بات ضرب المثل ہے۔ لیس یصعد جبل ابی قبیس اکاثور دجبل ثور پر سوائے بیل کے کوئی نہیں چڑھتا۔

قبۂ جبریلؑ غار کے قریب پہاڑ میں سے ایک قدرتی عمود قد آدم برابر اونچا ہے۔ اس کی چوٹی پر قبہ کی طرح ایک چٹان ہے۔ جس کے سایہ میں بیس آدمی بیٹھ سکتے ہیں اس کا نام قبہ جبریل علیہ السلام ہے۔

غسل زیر میزاب انیسویں جمادی الاولیٰ کو (۹ ستمبر) جمعہ کے دن کچھ خفیف سے بادل اٹھے بارش کی امید پر اغیں دیکھ کر لوگ خوش ہوتے تھے آخرکار بعد نماز عصر ان بادلوں سے دریائے رحمت جاری ہوا مقام حجر میں میزاب کے نیچے لوگ جمع ہوئے۔ ہر شخص پرنالے کا پانی اپنے منہ اور سر پر لیتا تھا اور رحمت الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا تھا۔ خلائق کے اژدحام سے بڑی کشمکش تھی دعاء اور گریہ وزاری کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ عورتیں حجر کے باہر باچشم پر آب اس آرزو میں کھڑی تھیں کہ کاش ہم بھی وہاں پہنچ کر رحمت سرمدی سے مستفید ہوں۔ بعض اصحاب شفقت کپڑے تر کرکے لاتے تھے اور عورتوں کے ہاتھوں پر نچوڑتے تھے اس پانی کو وہ پیتی تھیں اور اپنے منہ اور بدن پر ملتی تھیں بعض نے برتنوں میں بھی پانی بھر لیا۔ مغرب کے قریب تک پانی برساکیا اور بدستور مخلوق کا جماؤ رہا۔ یہ ایک مبارک جلسہ تھا۔ ہر شخص کو نزول رحمت اور اجابت دعاء کا کامل یقین تھا اس لئے کہ جمعہ کا دن قبولیت دعاء کے واسطے مشہور ہے اور نزول باران رحمت کے وقت آسمان کے دروازوں کا کھلنا صحیح اور درست ہے ادھر مقام زیر میزاب بھی قبولیت دعاء کے واسطے مخصوص ہے بندگان خدا کا کعبہ کی دیوار کے سامنے آب

رحمت ایزدی سے نہانا گویا نجاست معصیت سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی طہارت معصیت اور اختصاص رحمت سے سرفراز فرمائے۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے اور ذات غفورالرحیم ہے ہم نے سنا ہے کہ امام ابو حامد الغزالی نے کعبہ شریف میں حاضری کے وقت چند دعائیں مانگی تھیں ان میں سے ایک دعا نزول باران رحمت اور میزاب کے نیچے نہانے کی بھی تھی اللہ تعالےٰ نے انکی چند دعائیں قبول فرمائیں۔ مگر نزول باران کی دعا قبول نہ ہوئی۔ ہمارے لئے بڑے شکر کی جگہ ہے کہ اپنے خاص بندہ کے تصدق میں ہمارے واسطے یہ کرامت بھی عطا ہوئی امید ہے کہ ہماری دعاؤں کو بھی اپنے کرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے۔

خیر و برکات مکہ معظمہ!

حضرت ابراہیمؑ کی مکہ معظمہ کے لئے دعائے خیر

اس آبادی اور یہاں کے باشندوں کے واسطے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں باظہار قول خلیل اللہ اس طور پر تذکرہ فرمایا۔ "فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" (تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف کو مائل ہوں۔ دوسرے ملکوں کی پیداوار سے ان کو روزی دے تاکہ یہ تیرا شکر کریں (سورہ ابراہیم آیت ۳۷) دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔ اولم نمکن لھم حرماً آمنا یجبی الیہ ثمرات کل شئی (کیا ہم نے ان کو حرم میں جہاں ہر طرح کا امن ہے اور اطمینان ہے جگہ نہیں دی کہ ہر قسم کے پھل یہاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ سورہ قصص آیت ۵۸) اس مضمون کی مصداق ظاہر ہے کہ اطراف عالم سے دور دور کے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے میوے اور غلے آتے ہیں اس لئے یہاں تمام شہروں سے زیادہ نعمتیں۔ غلے اور میوے میسر ہوتے ہیں۔ سامان تجارت مثل جواہر یاقوت۔ مشک عنبر۔ عود اور کافور کے ہند۔ یمن۔ خراسان۔ عراق اور مغرب وغیرہ سے بے شمار آتا ہے اور منفعت کثیر کے ساتھ فروخت ہوتا ہے۔ خصوصاً حج کے موسم میں جس قدر اسباب تجارت فروخت ہوتا ہے اگر اس کو تمام ممالک پر تقسیم کریں تو ہر شہر میں اس کے واسطے جداگانہ

بازار قائم ہو جائے۔ مگر یہاں یہ تمام مال حج کے بعد اسی روز میں فروخت ہوتا ہے۔ سال بھر تک جو مال یہاں کے صرف کے واسطے یمن وغیرہ سے آتا رہتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

میوہ اور اجناس کی افراط

کسی ملک کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو یہاں نہ مل سکے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا اثر ہے اور اس آبادی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ میوے اور غلے کی وہ افراط ہے کہ کسی اور جگہ نہ ہوگی۔ ہم کو خیال تھا، اندلس ان چیزوں کے حق میں تمام ممالک سے بہتر ہے۔ مگر یہاں کے میووں کی خوبی و فراوانی نے وہ خیال غلط کر دیا میوہ اور ترکاری کی اقسام میں ہم نے یہاں انگور انار۔ انجیر۔ بہی۔ ترنج۔ شفتالو۔ اخروٹ۔ مقل (ایک قسم کا میوہ ہے بیر کی طرح۔) تربوز۔ ککڑی۔ کھیرا۔ کدو۔ بیگن۔ شلغم۔ گاجر اور چقندر وغیرہ اور نیز تمام خوشبودار چیزیں نہایت تازہ اور عمدہ پائیں۔ خاص کر تربوز ککڑی اور بیگن بارہ مہینے ملتے ہیں۔ اور بہ نسبت اور ممالک کے میووں کے بڑے خوش رنگ ہوتے ہیں ان میں تربوز کو خاص ترجیح ہے اس قدر بڑا اور خوش رنگ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا نہایت خوشبودار اور مزے میں گویا قند گھول دیا ہے یا شہد ملا دیا ہے۔ ناظرین خیال کریں گے کہ شاید توصیف میں مبالغہ کیا ہے۔ بخدا! جو کچھ بیان کیا ہے اس سے یہاں کی حالت کہیں زیادہ ہے۔ یہاں ایک قسم کا شہد نہایت خوش رنگ اور بامزا ہوتا ہے اس کو مسعودی کہتے ہیں اسی طرح دودھ کی قسمیں بھی بہت لطیف اور نفیس ہیں۔ جب دودھ سے مکھن نکالتے ہیں تو اس کا رنگ اور ذائقہ بالکل شہد کا سا ہوتا ہے۔ اہل یمن میں سے ایک قوم سرد ہے یہ لوگ سرخ اور سیاہ خشک انگور اور بادام لاتے ہیں یہ انگور بہت مزیدار ہوتا ہے۔ یہاں گنا اور شکر بھی بکثرت آتی ہے۔ شکر سے طرح طرح کی مٹھائیاں اور مزیدار حلوے بناتے ہیں۔ شہد کے حلوے بھی عجیب وغریب ترکیب کے بنتے ہیں۔ مٹھائی سے خشک و تر میوے خوشنما اور خوبصورت بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ رجب۔ شعبان اور رمضان ان تینوں مہینوں میں صفا مروہ کے درمیان میں دکانیں لگائی جاتی ہیں اس خوبی اور نظم کا بازار ہم نے نہ مصر میں دیکھا اور نہ کہیں اور نظر آیا۔ بازار میں طرح طرح کی مٹھائیاں

اس انداز سے چنی جاتی ہیں گویا پھولوں کا گلدستہ ہے۔ شیرینی سے انسان اور حیوان کی شکلیں اور میوے بنا کر خوانچوں میں کچھ اس سلیقے سے لگاتے ہیں گویا عروس کو رونمائی کے واسطے آراستہ کیا ہے۔ مٹھائیوں کی خوبی نظر کو گرویدہ کرتی ہے اور دام و درم کو کھینچتی ہے۔

بھیڑ اور دنبے کا گوشت

یہاں بھیڑ اور دنبے کا گوشت تمام دنیا سے بہتر اور عمدہ ہوتا ہے۔ اور ملکوں میں اگر اس قدر چکنا گوشت ہو تو منہ میں چپٹنے کی وجہ سے اگلنے کو جی چاہے اور دوبارہ ہرگز نہ کھایا جائے۔ مگر یہاں کے گوشت میں باوجود اس چکنائی کے یہ خوبی ہے کہ منہ میں رکھتے ہی بغیر چبائے گھل جاتا ہے اور معدے میں پہنچتے ہی ہضم ہو جاتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جس قدر چکنائی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر طبیعت کو مرغوب ہوتا ہے۔ یہ بات یہاں کی چراگاہوں اور آبادی کی برکت کے سبب سے ہے۔ اللہ تعالےٰ اس بستی کے مشتاق اور مسافروں پر رزق اور نعمت کی فراوانی کرے۔

زراعت کی فراوانی

اکثر میوے یہاں طائف سے آتے ہیں۔ طائف یہاں سے تین منزل ہے۔ اس کے علاوہ اور گرد و نواح کی بستیوں سے بھی میوے آتے ہیں۔ یہاں سے قریب ہی ایک مقام ہے جس کا فاصلہ ایک منزل سے کچھ زیادہ ہے اور اس میں کئی گاؤں ہیں۔ یہ گاؤں طائف کے مضافات سے ہیں چند گاؤں مضافات مرّمین سے ہیں ان کا فاصلہ ایک منزل سے کچھ کم ہے اسی قدر فاصلے پر ایک اور جگہ ہے جس کو نخلہ کہتے ہیں۔ چند قطعات اراضی کے عین سلیمان وغیرہ مکہ کے قریب ہیں۔ ان میں اہل مغرب نے کھیتیاں اور باغات تیار کئے ہیں۔ مغربی فن فلاحت و زراعت میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ نے انھیں یہاں کی فراوانی زراعت کا سبب بنادیا ہے۔

خُرمۂ تر

یہاں کے نادر میووں میں خرمہ تر ہے اس کے ذائقہ کی تعریف سے زبان کو لطف آتا ہے۔ حقیقتاً ایسی لذیز چیز ہم نے عمر بھر نہیں کھائی یہ خرمے سبز انجیروں کی طرح درختوں سے چن کر توڑتے ہیں خوش ذائقہ ایسے کہ کھانے سے سیری

نہیں ہوتی ان کی تیاری کا وقت اس ملک میں بڑی خوشی کا زمانہ ہے۔ جس طرح کہ اہل مغرب انگور اور انجیر کے پکنے کے وقت اپنے دیہات کو جایا کرتے ہیں اسی طرح یہاں کے لوگ گروہ گروہ جمع ہو کر باغات کو جاتے ہیں خرمے درختوں سے توڑ کر پہلے زمین پر پھیلا دیتے ہیں۔ جب وہ کسی قدر خشک ہو جاتے ہیں اس وقت انھیں بڑے بڑے کاسوں اور برتنوں میں بھر کر رکھ دیتے ہیں۔

ہم سے پہلے جو لوگ یہاں آئے ہیں ان کی زبانی یہاں کے چوروں کی لوٹ مار۔ اور غارت گری کی شکایت بہت سنی۔ یہ لوگ حرم شریف میں جس کو ذرا غافل پاتے ہیں جو کچھ اس کی جیب و کمر میں ہوتا ہے عجیب و غریب حیلوں سے نکال لے جاتے ہیں اس خوف سے ہر شخص کا ہر وقت ایک ہاتھ جیب و کمر پر رہتا ہے۔ لیکن ابکی سال امیر مکہ کی تہدید سے اس گروہ کا زور بہت کم رہا اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس سال گرمی کی شدت اور لوؤں کی سختی بھی بہت کم رہی۔ شب کو ہمارے مکان کی چھت پر اتنی خنکی ہوتی ہے کہ بعض وقت عبا وغیرہ پہننے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس ملک میں یہ بات بہت ہی عجیب ہے۔

اجناس کی ارزانی

اہالیانِ شہر بھی اس سال کے اعتدال۔ کثرت اجناس اور میوے کی افراط کے مقر ہیں۔ اب کے گیہوں کا نرخ اور سالوں سے ارزاں ہے ایک دینار مومنیہ کو چار صاع گیہوں آتے ہیں۔ چار صاع دو ادیبہ مصری کے مساوی ہیں۔ اور یہ دو ادیبہ مصری کے اڑھائی مغربی قدح ہوتے ہیں۔ یہاں کی گرانی کا یہ باعث ہے کہ یہاں زمین زراعت کے قابل نہیں ہے۔ دور دراز مقامات سے کل سامان غلہ وغیرہ آتا ہے لیکن ابکے سال ارزانی کا باعث خلائق کی کثرت ہے اس لئے کہ جس قدر لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں اسی قدر ان کے ہمراہ سامان وغیرہ زیادہ آتا ہے۔ ہمیں ایک جماعت کی زبانی جو مدت سے یہاں مقیم ہے معلوم ہوا کہ کئی سال سے اس قدر اجماع انھوں نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عنایت و کرم سے اس مجمع کو مرحوم اور معصوم فرمائے۔ غرض کہ اس سال کی خوبیاں سب کی زبانوں سے سنی جاتی ہیں۔ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ اب کے آب زمزم کی شیرینی بھی کسی قدر زیادہ ہو گئی ہے اور اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔

آب زم زم اس آب مقدس کی ایسی عجیب وغریب خاصیتیں ہیں جن کی تعریف بیان سے باہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا ہے (روی اللہ منہ کل ظامئی الیہ بغتہ وکس مدیۃ۔ داللہ تعالےٰ اس کے تشنہ کاموں کو اس سے سیراب کرے) آب زمزم اگر کنوئیں سے نکالتے ہی پیا جائے تو اس کا مزہ بالکل تھن تلے کے دودھ کا سا ہوتا ہے اگر کثرت طواف یا عمرہ کو پیادہ پا جانے سے کوئی تکان یا سستی بدن میں پائی جائے تو اس پانی کو بدن پر چھڑکنے سے رنج وتعب زائل ہو جاتا ہے اور فرحت وراحت پیدا ہوتی ہے۔

جمادی الآخر ۵۷۹ھ

امیر مکثر کا طواف کعبہ ۲۱ ستمبر کو بدھ کی رات میں چاند دکھائی دیا۔ صبح کو امیر مکثر عادت قدیم کے موافق اپنے خدم وحشم کے ساتھ حرم شریف میں آیا۔ موذن زمزمی دور طواف کے ختم پر امیر مکہ کی دعا اور ثنا خوش الحانی سے کرتا تھا قاری آگے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اس ترتیب سے طواف ختم کر کے مکان کو پلٹ گیا یہاں کے باشندوں میں یہ نہایت عمدہ اور پسندیدہ رسم ہے کہ ہر مہینے کا چاند دیکھ کر باہم مصافحہ کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں۔ بعض لوگ دعوتیں بھی کرتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمارے یہاں عیدیں ہوا کرتی ہیں۔ اس رسم سے آپس میں اخلاص بڑھتا ہے اور ان کے اجتماع اور محبت سے رحمت الٰہی زیادہ ہوتی ہے۔

حمام جمال الدین اس شہر میں دو حمام ہیں اس میں سے ایک حمام فقیہ میانشی کے نام سے منسوب ہے۔ یہ صاحب بزرگان حرم شریف سے ہیں۔ دوسرا حمام اس سے بڑا ہے اور جمال الدین وزیر موصل کے نام سے مشہور ہے۔ اس شخص کے آثار کریمہ یہاں اور مدینہ منورہ میں بکثرت ہیں۔ اس نے ان شہروں میں پندرہ برس سے زیادہ زمانہ امور خیر اور رفاہ عام کی کوششوں میں صرف کیا۔ بہت سا روپیہ راہ خدا میں مسافر خانوں۔ کنوؤں اور حوضوں کی تعمیر میں صرف کیا صرف عرفات میں پانی اسی شخص نے پہنچایا اور وہاں کے باشندے

بنی شعبہ کا بہت بڑا وظیفہ مقرر کرکے انھیں پانی روکنے سے ممانعت کی اس کی وفات کے بعد وہ لوگ پھر اپنی عادت کے موافق حجاج کا پانی روکنے لگے۔ مدینہ منورہ کی دوہری چاردیواری زرکثیر خرچ کرکے بنوائی۔ حرم شریف کعبۃ اللہ کے تمام دروازے ازسرنو درست کرائے خانہ کعبہ کا نیا دروازہ بنا کر اسے چاندی سے منڈھوایا اور اوپر سونے کا کام تیار کرایا چوکھٹ کے اوپر طلائی خالص کی ایک لوح لگائی جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ خانہ کعبہ کے پرانے دروازے کا اپنے لئے تابوت بنوایا۔ مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے اس تابوت میں رکھ کر حج کے وقت عرفات کو لے جائیں بعد وہاں ایک طرف علیحدہ رکھ کر تابوت کا منہ کھول دیں اس شخص نے زندگی میں حج نہیں کیا تھا۔ مرنے کے بعد وصیت کے موافق اس کا تابوت عرفات کو لے گئے اور تمام مناسک حج سے فارغ ہو کر واپس لائے اور واپسی کے طواف کے بعد مدینہ منورہ کو لے گئے۔ اس کی خیرات وحسنات کے باعث وہاں اس کے تابوت کو لوگ سروں پر رکھتے تھے۔ روضہ مقدس کے سامنے اس کا مقبرہ تعمیر ہوا اور اس میں ایسا منظر رکھا گیا کہ روضہ مبارک سامنے سے دکھائی دیتا ہے۔

افعال کریمہ کی خیر و برکت

افعال کریمہ کے سبب سے یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تربت مقدس اور جوار کریم عنایت فرمایا۔

اس نواح میں اس شخص کے امورات خیر اس کثرت سے ہیں کہ اس سے پہلے کسی وزیر یا خلیفہ وقت سے صادر نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اس کی تعریف اور دعا لوگوں کی زبان پر ہوتی ہے۔ اس کی ساری ہمت اصلاح امور اہل اسلام اور حجاج کی راہ کی درستی پر متوجہ تھی۔ شام۔ عراق اور حجاز کے رستوں کو درست کیا۔ جابجا پانی کے چشمے نکلے۔ کنوئیں بنائے جنگلوں میں منزل گاہیں قائم کیں اور ان میں مسافروں کے واسطے عمارتیں بنائیں تاکہ بے بضاعت مسافروں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ منازل اور مسافر خانوں کے محافظین کے لئے ہمیشہ کے واسطے اوقاف مقرر کئے جو آج تک برقرار ہیں۔

ایک سوداگر نے جو موصل میں بہت رہا ہے اس کی بود و باش کے حالات ہم سے اس طور پر بیان کئے کہ یہ شخص ایک وسیع مکان میں رہتا تھا۔ ہر روز غربا کو اس کی طرف سے اذن

عام ہوتا تھا۔ بہت سے آب و خورشس سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ہر مسافر کی فرودگاہ اسی مکان میں تھی۔ زندگی بھر یہی حالت رہی اور مرنے کے بعد اپنا ذکر خیر خلائق کی زبان پر چھوڑ گیا سچ ہے اہل سعادت کا ذکر جمیل گویا ان کے لئے حیات ثانی ہے اور ان کے اعمال کی جزا کے واسطے اللہ تعالےٰ کافی ہے۔

قبۂ چاہ زم زم کی مرمت

کعبہ شریف کی ممنوعات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ حرم شریف کے اندر جدید عمارات۔ مرمت یا ایجاد کی اجازت نہیں ہے اگر ممانعت نہ ہوتی تو صاحب حوصلہ اس کے در و دیوار جواہر کے اور خاک مشک و عنبر کی بنادیتے جب کبھی کسی صاحب ثروت کو یہاں کسی عمارت کی درستی یا کسی رسم خیر کی ایجاد کی ہمت ہوتی ہے تو پہلے خلیفہ وقت سے اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ اگر اس عمارت پر کوئی کتبہ ہوتا ہے تو اسے خلیفہ کے نام اور حکم کے حوالے سے مزین کرتے ہیں کارپرداز کا نام درج نہیں ہوتا۔ لیکن ایسی اجازت حاصل کرنے کے وقت امیر مکہ کو بہت کچھ بطور ہدیہ دینا پڑتا ہے۔ جسکی تعداد اس کام کی لاگت کے برابر ہوتی ہے اور اس لئے کام کرنے والے کو المضاعف خرچ کرنا پڑتا ہے سنا ہے کہ امیر مکثر کے دادا کے زمانے میں ایک چالاک عجمی نے چاہ زمزم اور اس کے قبہ کی مرمت کا قصد کیا اس نے امیر مکہ سے درخواست کی کہ آپ خلیفہ سے اجازت منگا دیں اور اپنی طرف سے ایک آدمی مقرر کر دیں تاکہ روزانہ عمارت کا صرف لکھا جائے۔ کام کے ختم پر زر لاگت کے برابر رقم میں آپ کی نذر کر دوں گا۔ امیر مکہ نے جب اس درخواست پر غور کیا تو ہزاروں دینار کا صرف معلوم ہوا ایسی بڑی رقم کی طمع پر تعمیر کی اجازت ہو گئی اور مصارف کی تحریر پر ایک آدمی بھی مقرر ہو گیا۔ جب کامل استحکام اور عمدگی سے کام ختم ہو گیا (جس طرح کہ ہم قبہ زم زم کے حالات میں لکھ چکے ہیں) منشی نے حساب بنا کر پیش کیا اور امیر مکہ نے عجمی کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ عجمی اسی شب میں اونٹ پر سوار ہو کر اپنے ملک کو چلا گیا۔ امیر مکہ کو اس صریح غبن کا کمال افسوس ہوا۔ مگر مجبور تھا کہ حرم شریف کی عمارت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ عجمی اپنی چالاکی سے مقصد پر کامیاب ہوا اور نقصان سے محفوظ رہا۔ اس کی یہ چالاکی امیر مکہ کے حق میں عبرت کا باعث ہوئی۔

اور اس کا خلوص نیت اس کی ذات کے لئے اجر آخرت کا سبب ہوا۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما انفقتم من شیٔ فهو یخلفه و هو خیر الرازقین (اور تم لوگ کچھ بھی راہ خدا میں خرچ کرو۔ وہ اس کا عوض دیگا۔ سورہ سبا آیت ۴۰) جو شخص آب زم زم پیتا ہے عجمی کے حق میں دعا کرتا ہے۔

ماہ رجب المرجب ۵۷۹ھ

ماہ رجب کا عمرہ

۱۰ر اکتوبر کو جمعرات کے دن حرم شریف میں کسی نے چاند نہیں دیکھا۔ مگر قاضی کے سامنے جمہور کی گواہیوں سے (جن کو جبل قبیس اور جبل قعیقعان پر ہلال نظر آیا تھا) رویت ثابت ہوئی۔ یہ مہینہ اس نواح میں عید کے برابر مانا جاتا ہے اور ان لوگوں میں بڑی خوشی کا زمانہ ہے اس قوم کی یہ قدیمی رسم ہے اور ایام جاہلیت سے اسی طرح چلی آتی ہے اس وجہ سے اس مہینے کا نام مُنَصِّل الاسِنَّۃ ہے ان چار متبرک مہینوں میں سے ایک یہ مہینہ بھی ہے جن میں جدال وقتال حرام تھا حدیث شریف میں اس مہینے کی نسبت لفظ اصم وارد ہوا ہے۔ اطراف و جوانب متصلہ سے لوگ عمرہ کے واسطے آتے ہیں۔ اس ہنگامے میں اس قدر خلق کثیر جمع ہوتی ہے کہ اس کا حساب سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ حتی الوسع کوئی شخص اس ہنگامہ میں زیب و زینت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ عمرے کا وقت چاند رات سے صبح تک ہے اس کے لئے ایک روز قبل سے اہتمام کرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ بدھ کے دن عصر کے بعد سے لوگ تنعیم کو جانے لگے۔ مکہ کے تمام گلی کوچے عماری دار اونٹوں سے بھرے ہوئے تھے عماریوں پر اعلیٰ قسم کے ریشم اور باریک کتان کے پردے اس قدر بڑے بڑے لگے ہوئے تھے کہ ان کے دامن زمین پر گھسٹتے جاتے تھے اور اونٹوں کی گردنوں میں ریشمی پٹے پڑے تھے خصوصاً امیر مکہ کی چچی جمانہ بنت فلیتہ کے اونٹ کی زینت عماری کی زیبائش اور پردوں کی درازی بیان سے باہر ہے۔ اس سے دوسرے درجہ پر امیر مکہ اور اس کے سرداروں کی بیویوں کے محملوں کی آرائش تصور کرنی چاہیے محمل اور عماریوں کا شمار امکان سے باہر تھا۔ عماریاں اونٹوں پر قبوں کی طرح چمکتی تھیں۔ دور سے

ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی آبادی میں نئے نئے رنگ کے مکان بنے ہوئے ہیں۔

شب بیداری

پنجشنبہ کی شب میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ عمرہ کے واسطے نہ گیا ہو ہم بھی اس مجمع کے ساتھ تھے۔ آدمیوں کی کثرت اور اونٹوں کی قطاروں سے تمام راہیں گھری ہوئی تھیں۔ ہمیں اس ہجوم میں سے گذرنا سخت دشوار تھا۔ بڑی مشکل سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مسجد تک پہنچے راستے کے دونوں طرف جابجا لوگ آگ جلاتے تھے عماری دار اونٹوں کے آگے شمعیں روشن تھیں جب عمرہ سے فارغ ہو کر پلٹے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے صفا مروہ پر گئے تو ایک ثلث کے قریب رات گذر چکی تھی۔ اس وقت یہاں آگ کی روشنی اور چراغوں کی بڑی کثرت تھی۔ صفا مروہ کا تمام میدان محمل اور عماریوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور محمل باہم ٹکراتے تھے۔ آدمیوں کی اس قدر بھیڑ تھی کہ مشکل سے اونٹوں کے پاؤں کے نیچے سے ہو کر نکلتے تھے۔ یہ رات تمام دنیا کی راتوں سے عجیب دیکھی مخلوق کی کثرت اور سب کی زبانوں پر صدائے لبیک ہر شخص احرام باندھے ہوئے گریہ وزاری میں مصروف تھا۔ اس انبوہ کثیر سے نمونۂ محشر نظر آتا تھا۔ مکہ کے دونوں طرف پہاڑیوں میں لوگوں کی آوازیں ایسی گونجتی تھیں کہ کان گنگ ہوئے جاتے تھے۔ ہیبت سے دل پگھلتے تھے اور آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے اس رات کو حرم شریف میں روشنی ہوئی روشنی نے ہر در و دیوار کو منور کر دیا۔

امیر مکہ کا جلوس

رویت ہلال کے اعلان کے واسطے امیر مکہ کے حکم سے نقارے اور بگل بجے۔ صبح کو امیر مکہ بڑے احتشام اور اہتمام سے عمرہ کو روانہ ہوا مکہ کے لوگ مسلح جلوس میں اس کے ساتھ تھے ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے مرتبہ کے موافق سوار و پیادہ ہمرکاب تھا۔ اس مجمع کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ اس لئے کہ اس قدر جماعت کا متفرق شہروں سے بھی جمع ہونا دشوار ہے اور یہ مجمع خاص ایک شہر کا تھا۔ یہ بات اس آبادی کی برکت اور عظمت کے باعث سے ہے۔ اس مجمع میں سواروں نے نیزہ بازی اور کرتب شروع کئے۔ پیادے باہم ڈھال و تلوار کی کثرت کرتے تھے بعض لوگ ہتھیاروں کو اوپر اچھال کر بڑی چابک دستی سے ہاتھ میں لیتے تھے۔ حالانکہ بھیڑ کی یہ کثرت تھی کہ ہتھیاروں کی نوکیں آدمیوں کے سروں پہ آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں مگر وہ لوگ اس چالاک

دستی سے ان کے قبضوں کو پکڑ لیتے تھے گویا ہاتھ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے غرض کہ بڑی صفائی سے بہت نادر نادر کرتب دکھائے۔ جب امیر مکہ اپنے لشکر کے ہمراہ آہستہ آہستہ باہر آیا نشانوں کو حرکت دی گئی اور نقارے بجنے لگے امیر کے اس ساز و سامان سے رعب و داب پیدا ہوتا تھا اس کے نوجوان لڑکے آگے آگے تھے۔ اس ترتیب سے سواری آگے بڑھی۔ تماشائیوں سے رستے اور پہاڑوں کی چوٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس جلوس کے ساتھ سواری میقات تک پہنچی۔ وہاں کے ارکان سے فارغ ہو کر امیر پلٹ آیا واپسی میں بھی اسی طرح لوگ تماشے اور کثرت کرتے ہوئے آئے۔ دیہات کے عرب عمدہ عمدہ اونٹوں پر سوار امیر کے آگے آگے باوزِ بلند دعا و ثنا کرتے چلے آتے تھے۔

امیر مکہ کا عمرہ

امیر نے حرم میں آکر طواف کیا حسب قاعدہ قاری اس کے آگے آگے پڑھتے جاتے تھے اور موذن زمزمی دعا و ثنا میں مصروف تھا۔ طواف کے بعد ملتزم کے پاس دوگانہ ادا کیا اور پھر مقام کریم کے عقب میں نماز پڑھی مقام کریم کو خانہ کعبہ میں سے لاکر لکڑی کے قبہ میں رکھا۔ جب امیر نماز سے فارغ ہوا لکڑی کا قبہ اٹھایا گیا اور امیر نے مقام کریم کو تبرکاً مس کیا پھر اس پر قبہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد امیر مکہ حرم شریف سے نکل کر صفا و مروہ کی طرف گیا اس کے سامنے سے بھیڑ پھٹ گئی اور اس نے سوار ہو کر اس رکن کو بھی ادا کیا۔ فوج کے لوگ آس پاس تھے اور عصا بردار آگے آگے۔ جب سعی سے فارغ ہوا سپاہی برہنہ تلواریں لے کر اس کے آگے آگے ہو لئے اور خدام نے چاروں طرف سے حلقہ بنا لیا۔ اس تجمّل سے مکان کو آہستہ آہستہ گیا آج یہی دن بھر صفا و مروہ کا میدان مخلوق سے بھرا رہا دوسرے دن جمعہ تھا جمعہ کو بھی عمرہ کا راستہ مرد اور عورتوں سے معمور رہتا عورتیں حصول ثواب کی وجہ سے پیدل تھیں اور اس راہ میں مردوں سے سبقت لے جاتی تھیں اللہ تعالیٰ سب کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ راہ میں جو لوگ آتے جاتے ملتے تھے باہم مصافحہ اور مغفرت کی دعاء کرتے تھے۔ یہی طریقہ عورتوں کا تھا۔

ماہ رجب کا جشن

یہاں کے باشندوں کے واسطے یہ زمانہ بالکل عید کا سا ہے۔ طرح طرح کے ساز و سامان کرتے ہیں اور ہر قسم کی مباہات

سے دل خوش رکھتے ہیں ۔ بازاروں ... میں نئی نئی صنعت کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ اس ہنگامے میں لوگ بہت کچھ صرف کرتے ہیں اور اس کا اہتمام ایک مہینے پہلے سے شروع ہوتا ہے اس ہنگامہ کی رونق کا ایک اور بھی قدرتی سبب ہے۔ یمن کے قبائل میں سے کچھ لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں ان پہاڑوں کو سراۃ کہتے ہیں اور اس لئے اس قوم کا نام سرو ہوگیا ہے ہمیں یہ حال فقیہ یمنی ابن ابی صیف سے معلوم ہوا ہے سرو قوم کے لوگ دس روز قبل سے عمرہ کی نیت کرکے چلتے ہیں اور یہاں کی ضرورت کا سامان گیہوں۔ لوبیا وغیرہ اجناس۔ شہد گھی خشک انگور اور بادام وغیرہ میوہ جات اونٹوں میں بھر کر لاتے ہیں ان کے آنے سے اہل مکہ کے عیش وعشرت میں افزائش ہو جاتی ہے۔ اس سامان کو خرید کر صرف کرتے ہیں اور سال بھر کے واسطے ذخیرہ بھی کر لیتے ہیں اس لئے گرانی کے عوض ارزانی ہو جاتی ہے اگر رسد رسانی کا یہ ذریعہ نہ ہو تو اہل مکہ کی معیشت نہایت تنگ ہو جائے سب سے عجیب بات یہ ہے کہ لوگ اپنا مال درم ودینار کے عوض نہیں فروخت کرتے ۔ بلکہ جامہ۔ عبا۔ عمامہ۔ نقاب اور چادروں سے مبادلہ کرتے ہیں۔ اہل مکہ ان کے لئے یہ چیزیں تیار رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کسی سال یہ لوگ یہاں نہ آئیں تو ان کے ملک میں قحط اور مویشی میں بیماری پھیل جاتی ہے اور یہاں آنے سے پیداوار کی کثرت اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ اگر وہ تساہل کرتے ہیں تو ان کی عورتیں جمع ہو کر سفر پہ مجبور کرتی ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی وسعت معاش اور ان لوگوں کی برکت اموال وزراعت کے لئے یہ محض الطاف الٰہی ہے جس قدر ان کے غلہ اور میوے میں افزونی ہوتی ہے اسی قدر ان کا اعتقاد رسد رسانی کی بابت بڑھتا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ سودمند تجارت میں مصروف ہوتے ہیں۔

یمنی قبائل

یہ لوگ خالص صحیح النسل اور فصیح زبان عرب ہیں شہری تہذیب اور تکلف سے انھیں کوئی تعلق نہیں اور نہ احکام شرعی سے کوئی واسطہ ہے ان کے اعمال وعبادت سوائے خلوص نیت کے اور کچھ نہیں ہیں طواف کے وقت خانہ کعبہ کو اس شوق سے لپٹتے ہیں جیسے بچے اپنی ماؤں کو۔ پردوں کو اس گرم جوشی سے کھینچتے ہیں

کر کشمکش کی شدت سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے ان کی زبانوں سے دعائیں کچھ اس اخلاص سے ادا ہوتی ہیں کہ سننے والوں کے دل پھٹتے ہیں اور آنکھوں سے نہریں بہتی ہیں اکثر لوگ ان کے ساتھ ہاتھ پھیلائے آمین کہتے جاتے ہیں اور بعض دعائیں انھیں بتاتے جاتے ہیں ان کے قیام کے زمانے تک کسی کو نہ طواف کرنے اور نہ حجراسود چھونے کا موقع ملتا ہے۔ داخلہ کے وقت تیس۳۰ تیس اور چالیس چالیس آدمی ایک ایک صف میں اس طرح ملے ہوئے پے درپے حاضر ہوتے ہیں گویا باہم بندھے ہوئے ہیں اگر ایک آدمی بھی جگہ کی تنگی کے باعث باہر رہ جائے تو تمام صف وہیں رک جاتی ہے۔ لوگوں کو یہ حرکت دیکھ کر بڑی ہنسی آتی ہے۔ انکی نماز کا بھی عجیب ڈھنگ ہے۔ بہت سے نیت باندھتے ہی بغیر رکوع کے سجدے میں چلے جاتے ہیں اور سجدے میں سر رکھتے ہی فوراً اٹھا لیتے ہیں۔ کوئی تو ایک ہی سجدہ کرتا ہے اور کوئی تین تین چار چار سجدے کرتا ہے۔ دو سجدوں کے درمیان میں زمین سے فقط تھوڑا سا سر اٹھاتے ہیں اور ہاتھ ویسے ہی پھیلے رکھتے ہیں۔ سجدے کے وقت خوف زدہ ہیبت سے ادھر ادھر دیکھتے جاتے ہیں کوئی سلام پھیر کر اور کوئی بغیر سلام کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تشہد کے واسطے کوئی بھی وقفہ نہیں کرتا۔ بعض تو نماز میں باتیں بھی کرتے جاتے ہیں۔ ایک شخص سجدے سے سر اٹھا کر اپنے برابر والے کو جو بات یاد آتی ہے سمجھا دیتا ہے اور پھر سجدے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

یمنی قبائل کے اوصاف

یہ قوم لباس میں میلی چادریں یا جانوروں کی کھال پہنتی ہے دلیر و بہادر بھی بے مثل ہے بڑی بڑی عربی کمانیں ہر وقت سفر میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ جب وہ کعبہ شریف کو آتے ہیں غارت گر قومیں ان کی راہ سے علیحدہ ہو جاتی ہیں اور کچھ تعرض نہیں کرتیں۔ جو حاج ان کے ساتھ حج کو آتے ہیں ان کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ لوگ نہایت خوش اعتقاد ہیں اور ایمان صحیح رکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے۔ علموھم الصلاۃ یعلموکم الدعاء۔ (تم ان کو نماز سکھاؤ وہ تم کو دعا سکھائیں) ایک حدیث شریف میں وارد ہے الا یمان یمان اسی طرح بہت سی حدیثیں یمن اور اہل یمن کی تعریف میں ہیں۔ اور ان کی بزرگی کے واسطے یہ شرف کافی ہے۔ کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے

طواف کے وقت تبرکاً ان کی جماعت میں داخل ہوا کرتے تھے اس قوم میں سے ایک لڑکے کو ہم نے مقام حجر میں بیٹھے ہوئے دیکھا حاجیوں میں سے ایک شخص اسے سورہ فاتحہ اور اخلاص پڑھا رہا تھا۔ معلم نے بتایا قل ھو اللہ احد لڑکے نے کہا اللہ احد معلم نے ہرچند محنت اور کوشش کی مگر لڑکا یہی کہے گیا۔ پھر معلم نے کہا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین۔ لڑکے نے کہا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ رب العالمین۔ معلم نے کہا والحمد نہ کہو الحمد کہو۔ اس نے جواب دیا اگر بسم اللہ کے بعد کہوں گا تو اتصال کی وجہ سے والحمد کہوں گا اور اگر ابتداً شروع کروں گا تو الحمد کہوں گا ہمیں اس بچے کی ذکاوت طبع اور لطافت ذہن پر تعجب ہوا۔ غرض کہ اس قوم کی فصاحت بے مثل ہے۔ اوران کی دعا ر دلوں میں اثر پیدا کرتی ہے اللہ تعالےٰ ان کے اور تمام مسلمانوں کے احوال میں اصلاح فرمائے۔ اس ماہ مبارک میں رات دن مرد عورتیں عمرہ کو جاتی ہیں لیکن بڑا مجمع چاند رات کو ہوتا ہے۔ کعبہ شریف کا دروازہ روزمرہ کھلتا ہے انیسویں تاریخ خاص عورتوں کے داخلے کے واسطے ہے اس روز کوئی مرد داخل نہیں ہوتا اس دن مکہ کی عورتیں بہت آمائش وزیبائش کرتی ہیں۔ ان کے ہاں یہ دن زیب وزینت کے لئے مشہور ہے۔

امیر مکہ کا طواف کعبہ

جمعرات کے دن پندرھویں تاریخ ہے۔ جمعرات کو بھی بہت سے لوگ عمرہ کو گئے یہ مجمع بھی پہلے دن کے قریب قریب تھا کوئی مرد وعورت مکہ میں باقی نہیں رہا یہ پورا مہینہ عمرہ اور دیگر عبادات کے واسطے مخصوص ہے۔ اور پہلی۔ پندرھویں اور ستائیسویں تاریخیں نہایت متبرک مشہور ہیں پندرھویں تاریخ شب کو ہم حجر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عشاء کے قریب امیر مکہ احرام باندھے ہوئے میقات سے پلٹ کر اپنے گروہ کے ساتھ حرم شریف میں آیا اس کے لڑکے بھی احرام باندھے پیچھے پیچھے تھے۔ حسب عادت طواف کیا موذن زمزمی اپنے صغیرالسن بھائی کے ساتھ دعا ر وثنا ر میں مشغول رہا۔ جس وقت امیر مکہ طواف سے فارغ ہوا عشا کا وقت ہو گیا تھا اس نے امام شافعی کے پیچھے نماز پڑھی اور صفا مروہ کے واسطے مراجعت کی۔

سولھویں تاریخ جمعہ کے دن ایک بڑا قافلہ۔ جس میں تخمیناً چار سو اونٹ ہوں گے

شریف داؤد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے روانہ ہوا۔ اس سے قبل جمادی الثانی میں ایک چھوٹا سا قافلہ زیارت مقدس کو جاچکا ہے اب ایک قافلہ باقی ہے جو شوال میں جائے گا اور اس سے چند روز بعد عراقی قافلہ کے ہمراہ بھی حجاج زیارت مبارک کو جائیں گے۔ بڑا قافلہ انشاء اللہ تعالےٰ انیسویں شعبان کو واپس آئے گا۔

عمرۃ المکہ

۲۷ رجب کو منگل کی رات میں پھر تمام شہر کے آدمی بڑے سازوسامان سے عمرہ کو گئے یہ مجمع بھی پہلے مجموں سے کم نہ تھا۔ رات بھر تمام زن و مرد پہلی ترتیب کے موافق میقات کو روانہ ہوئے۔ اس لئے کہ یہ رات متبرک ہے۔ صبح کو اہل شہر نے زینت و آرائش میں بہت کچھ تکلفات کئے۔ اس عمرہ کو عمرۃ المکہ کہتے ہیں اور اس کا احرام اس ٹیلے کے پاس باندھا جاتا ہے جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مسجد کے سامنے ایک پرتاب تیر کے فاصلے پر اور حضرت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی مسجد کے قریب ہے اس کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے اس کے شکریہ میں تمام اہل مکہ کے ساتھ برہنہ پا عمرہ کو تشریف لے گئے اور اس ٹیلے کے پاس احرام باندھا۔ اس روز رجب کی ۲۷ رتھی۔ اہل مکہ نے انکی اتباع میں یہ طریقہ جاری کیا اسی طرح آج تک جاری ہے جس طرح کہ عقبہ مجوں سے باب المعلی میں داخل ہونے کا طریقہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے اتباع میں فتح مکہ سے اس وقت تک جاری ہے اور اس کا مفصل بیان اوپر ہو چکا ہے۔

یوم عمرہ حضرت عبداللہؓ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عمرہ کا دن یہاں بہت مشہور و معروف ہے۔ اس روز انھوں نے عمرہ میں بہت سی قربانیاں کی تھیں اور تمام شرفائے مکہ بہت سے جانور قربانی کے واسطے لے گئے تھے۔ سب نے وہاں دو روز قیام کیا تھا اور نفیس نفیس کھانے پکواکر لوگوں کو کھلائے تھے غرض کہ اس عمارت کے شکریہ میں بہت خوشی منائی تھی یہ عمارت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کی بنیادوں پر تعمیر ہوئی تھی۔ اہل قریش نے ان بنیادوں سے کچھ گھٹا کر خانہ کعبہ بنایا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوجہ قربت عہد کفار اپنے زمانے میں بھی اسی

حالت پر قائم رکھا۔ یہ امر روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور اس معاملہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق ہے اس جدید بنا یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کو حجاج بن یوسف نے منہدم کرکے اہل قریش کی بنیادوں پر اسی طرح تعمیر کیا جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اب تک انھیں بنیادوں پر قائم ہے۔

مستورات کا طواف کعبہ

۲۹ رجب کو جمعرات کے دن خاص عورتوں کے واسطے خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا۔ تمام مکہ کی عورتیں نہایت اہتمام اور تکلفات کے ساتھ چاروں طرف سے حرم شریف میں جمع ہوئیں جب شیبی اپنی عادت کے موافق در اقدس کو کھول کر علیٰحدہ ہوئے اور تمام مرد مقام طواف اور حجر کے قریب سے ہٹ گئے عورتوں کے بڑے بڑے جھرمٹ نہایت ذوق و شوق سے ایسے بیتابانہ داخل ہونے لگے کہ شیبیوں کو باہر نکلنا دشوار ہوگیا عورتوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے پر گری پڑتی تھی کوئی چلاتی تھی کوئی روتی تھی اور کوئی تسبیح و تہلیل میں مصروف تھی۔ یہ ہنگامہ اقوام سرو کے مجمع سے کم نہ تھا۔ دوپہر تک یہی کیفیت رہی عورتوں نے طواف حجر اسود کے بوسہ اور ارکان کعبہ کے مس کرنے سے کامل حظ حاصل کیا۔ ان کے واسطے یہ دن بہت غنیمت ہے۔ کیونکہ سال بھر تک دور سے طواف کرنے اور حجر اسود کے نظارہ کے سوا کوئی لطف نہیں ملتا ہے۔ خانہ کعبہ کو دیکھتی ہیں مگر داخل نہیں ہو سکتیں حجر اسود کا نظارہ کرتی ہیں لیکن چھو نہیں سکتیں اس لئے مردوں کی نسبت یہ گروہ مسکین اور مرحوم ہے تمام سال میں یہی ایک دن ان کی حصول آرزو کا ہوتا ہے۔ اسی روز کی زینت کے لئے بہت دن پہلے سے سامان کئے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ اس دن کے اہتمام اور اشتیاق میں ان کے حسن نیت اور اخلاص کا اجر عطا فرمائے

غسل کعبہ شریف

دوسرے دن صبح کو کعبہ شریف کو غسل دیا گیا۔ غسل کا یہ سبب ہے کہ عورتوں کے ساتھ داخلے کے وقت کم سن اور شیر خوار بچے بھی آئے تھے اگر کسی نافہم کے قلب میں خطرات نامناسب پیدا ہوں اور اس کی فراست اسے اتنا بھی نہ سوچنے دے کہ ایسے مقدس اور مطہر مکان میں حادثہ نجاست کا کیا امکان ہے ان خطرات کے پاک کرنے کے واسطے بطور تعظیم و تکریم اس مکان اطہر کو آب زم زم سے دھویا گیا۔ جب غسل کا پانی بہنے لگا لوگ ہاتھ منہ دھونے کو اسکی طرف دوڑے اور اکثر نے بغیر لحاظ علت غسل اس آب مطہر کو ظرفت میں بھر لیا گر بعض بے

عقل اس سعادت سے محروم رہے شاید ان کے ناجائز خیال اور کج فہمی نے اس دولت سے بے نصیب رکھا۔ کیا ارباب شعور کا یہ خیال نہیں ہے کہ آب زم زم سا پاک پانی کعبہ مقدس کے اندر ڈالا جائے اور اس کی دیواروں پر مل کر رکن اسود اور ملتزم کے سامنے بہایا جائے وہ پانی حمام و دہن میں لینے اور سر و چشم پر ملنے کے قابل ہے؟ پناہ خدا اگر اس خیال سے طبیعت میں رکاوٹ پیدا ہو یا اس عقیدہ کے خلاف دل میں کوئی شبہ جاگزیں ہو۔ حسن نیت اللہ کے نزدیک مقبول ہے اس کے حرموں کی تعظیم اس کی رضا مندی کا باعث ہے۔ وہ علیم و دانا ہے اور اسے تمام خطرات خفی و جلی پر بخوبی آگاہی ہے۔

ماہ شعبان المبارک ۵۷۹ھ

انیسویں نومبر کو ہفتہ کی شب میں چاند دیکھا صبح کو امیر مکہ حسب عادت اپنے بھائی بیٹے اور خدام کے ساتھ حرم شریف میں آیا اور موذن زمزمی معہ اپنے بھائی کے دعا و ثنا میں مصروف ہوا۔

قبہ زم زم پر اجتماع

اس مہینے کی تیرھویں تاریخ (یکم دسمبر) جمعرات کی سحر کے وقت جب کہ سب لوگ صبح کی نماز میں مشغول تھے چاند گہن ہوا اور قریب ایک تہائی کے گھ کر غروب ہو گیا اس کے دوسرے دن جمعہ کی صبح کو تمام شہر کے لڑکے حرم شریف میں آئے اور قبہ زم زم میں جمع ہو کر چلا چلا کر کہنے لگے "اے بندگان خدا کلمہ پڑھو اور تکبیر کہو" کل حاضرین ان کی ندا کے موافق تکبیر و تہلیل میں مصروف ہو گئے بعض عوام بھی لڑکوں میں شامل ہو کر یہی ندا کرنے لگے۔ تمام زن و مرد کا قبۂ زم زم پر ہجوم تھا اس لئے کہ انھیں گمان بلکہ یقین ہے کہ زم زم کا پانی شعبان کی پندرھویں شب کو زیادہ ہو جاتا ہے اور اس مہینہ کے چاند کی نسبت یہاں یہ خبر مشہور ہے کہ یمن کی طرف شب جمعہ کو دیکھا گیا ہے۔ اس لئے آج پندرھویں تاریخ کے گمان پر لوگ قبہ زم زم کے گرد اس کے پانی سے برکت حاصل کرنے کو اس کثرت سے جمع ہوئے کہ ایسا اژدہام کبھی نہیں ہوا۔ سقے کنوئیں پر چڑھے ہوئے ڈول کھینچ کھینچ کر آدمیوں پر پانی ڈالتے تھے پانی کسی کے سر پر اور کسی کے منہ پر پڑتا تھا اور آدمیوں کا شوق اور بڑھتا جاتا تھا اور آنسو بہتے تھے۔ دوسری طرف عورتیں کھڑی ہوئی رو رو کر اپنے کپڑے تر کرتی تھیں اور نہایت ذوق و شوق سے دعا مانگتی تھیں لڑکے اسی طرح بآواز بلند تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے اس مجمع کا بھی عجیب و غریب

منظر تھا۔ انبوہ کے سبب سے طواف کرنا اور شور وغل کی وجہ سے نماز پڑھنا دشوار تھا۔

چاہ زم زم کے متعلق غلط روایت ہمارے گروہ میں ایک شخص بڑی محنت و مشقت سے قبہ کے اندر گیا اس نے لوگوں کی زبانی سنا کہ کنوئیں کا پانی سات ہاتھ بڑھ گیا اس لئے ایک سقہ آدمی کی تلاش ہوئی۔ ایک بوڑھے شخص سے دریافت کیا تو اس نے آبدیدہ ہو کر کہا۔

"یہ خبر صحیح ہے" اس نے دریافت کیا "تم نے خود اس کا امتحان کیا؟" تو کہنے لگا۔

"بے شک اس میں کوئی شبہ نہیں ہے" اسی جماعت میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جمعرات کی صبح کو میں نے آب زم زم کو کنوئیں کی من سے قد آدم نیچے دیکھا تھا۔ نعوذ باللہ! اس کذب و افتراع سے نہیں معلوم کیا فائدہ ہے۔ ہم نے اس ہنگامے سے پہلے مکہ کے عوام سے پانی بڑھنے کی خبر سنی تھی اس واسطے جمعہ کی شب میں ہم میں سے ایک شخص نے قبہ زم زم میں جا کر کنوئیں میں ڈول ڈالا جب ڈول سطح آب پر پہنچا تو من کے کنارے سے ناپ کر رسی میں گرہ لگا دی صبح کو اس بھیڑ کے وقت بڑی کوشش سے اندر جا کر اسی ڈول کو کنوئیں میں ڈالا مگر کنوئیں کی گہرائی اسی گرہ کے برابر تھی۔ کمی بیشی کا کوئی وجود نہ تھا۔ بلکہ سنیچر کی رات میں اسی پیمانے سے ناپا تو پانی گھٹا ہوا پایا۔ کیونکہ اگر کسی دریا سے بھی اس قدر صرف کیا جاتا تو وہ بھی گھٹ جاتا سنیچر کی صبح کو ہم نے پھر اسی رسی سے پانی ناپا تو اصلی حالت میں پایا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس پانی کو بہت سی خصوصیات کا شرف عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہاں اگر یہ بات کوئی منہ سے نکالے کہ کنوئیں کا پانی بدستور رہا تو یہ لوگ یا تو اسے کنوئیں میں دھکیل دیں گے یا پاؤں سے روند ڈالیں گے اللہ تعالےٰ عوام کے غلبۂ طبیعت اور انکی خواہشات کے جوش سے محفوظ رکھے۔

عبادت شبینہ اہل مکہ کے نزدیک شعبان کی پندرھویں شب بڑی خیر و برکت کی ہے اس رات کو تمام شہر کے باشندے اعمال خیر کی کوشش کرتے ہیں رویت ہلال کے حساب سے پندرھویں شب سنیچر کی رات تھی اس شب میں حرم شریف میں بڑی زیب و زینت ہوئی۔ نماز عشا کے بعد سب نے چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ساتھ نماز تراویح شروع کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور گیارہ قل ہو اللہ پڑھی گئی اس طرح سو رکعتیں پچاس سلاموں کے

ساتھ ادا کیں۔ ہر جماعت کے واسطے چٹائیاں بچھیں اور شمع و چراغ روشن ہوئے ان سب پر یہ طرہ تھا کہ چاند اور تاروں کی روشنی منتشر ہو کر کعبۂ اقدس کے انوار سے دست و گریباں تھی اور آسمان ایک نورانی گنبد نظر آتا تھا ایسی رات کبھی وہم و خیال میں بھی نہیں گزری تھی لوگوں نے طرح طرح کی عبادت کا التزام کیا تھا۔ بعض نے مقام حجر میں بلا جماعت نمازیں پڑھیں بعض عمرہ کو گئے۔ اور بعض نے کثرت سے طواف کئے ان سب عبادات میں فرقہ مالکی اور کل گروہوں سے غالب رہا۔ حاصل کلام اس رات کے فضائل اور برکات مشہور و معروف ہیں اللہ تعالے ہر شخص کو اس کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔

ایک عجمی کا واقعہ اسی رات میں احمد بن حسان نے ایک عجیب امر کا مشاہدہ کیا ایک ثلث رات باقی رہے احمد حسان پر نیند کا غلبہ ہوا وہ قبہ زمزم کی دیوار کے پاس اس چبوترے پر جو حجر اسود کے سامنے ہے سونے کو لیٹے ان کے سرہانے اسی چبوترے پر ایک عجمی بیٹھا ہوا بڑے ذوق و شوق سے کچھ اشعار پڑھ رہا تھا اور ہر شعر کے بعد جگر گداز آہ کھینچتا تھا کبھی آواز کو پست کر کے نامعلوم سی کر دیتا تھا اور کبھی آواز کو بلند کر کے دلوں کو ہلا دیتا تھا اس سوز و گداز اور حسن کلام نے احمد حسان کی نیند اچاٹ کر دی عجمی نے اپنے اشعار کو اس بیت پر ختم کیا۔

ان کان سوء الفعال العدنی   فحسن ظنی ایک قربنی

(اگرچہ میرے افعال بدنے دور کر دیا ہے مگر تمہارے ساتھ میرا حسن ظن قرب کا باعث ہے) اس بیت کی کچھ اس خوش الحانی سے تکرار کی کہ دلوں کے ٹکڑے ہوتے تھے اور پتھر پگھلے جاتے تھے اس بیت کی تکرار سے اسکی آواز ضعیف ہو گئی اور آنسو تھم گئے احمد بن حسان کو خیال ہوا کہ کہیں اس شخص کو غش نہ آ جائے سر اٹھا کر دیکھا تو واقعی عجمی بے ہوش ہو کر چبوترے سے نیچے گر پڑا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ ابن حسان اس حادثے سے پریشان ہو کر اٹھا اور اسکی موت و حیات میں متردد ہو گیا اس لئے کہ چبوترا زمین سے بہت اونچا تھا ایک اور شخص اسی چبوترے کے نیچے سو رہا تھا وہ بھی گرنے کی آواز سے اٹھ کھڑا ہوا اور یہ دونوں متحیر اور متردد اس عجمی کو دیکھ رہے تھے۔ نہ تو کوئی اس کے پاس جاتا تھا اور نہ کوئی اسے ہلاتا تھا۔ اتنے میں

ایک عجمی عورت اس طرف سے گزری اس نے کہا۔
تم نے کیا غضب کیا اسے اس حال میں چھوڑ رکھا ہے؟ اور جلدی سے تھوڑا زمزم کا پانی لاکر اس کے منہ پر چھڑکنے لگی تب یہ دونوں بھی آگے بڑھے اور عجمی کو زمین سے اٹھایا اس نے ہوش میں آتے ہی دونوں آدمیوں سے منہ چھپاکر باب بنی شیبہ کی راہ لی یہ دونوں شخص کھڑے ہوئے اس کی طرف دیکھتے رہے ابن حسان کو اس امر کا کمال افسوس ہوا کہ ایسے شخص کی دعا سے کیوں محروم رہا اور اسکی صورت کیوں نہ پہچان لی تاکہ دوسرے وقت اسکی صحبت سے فائدہ حاصل کرتے ان عجمیوں کی عباداتـ۔ مجاہدات اور رقت قلبی کے عجیب و غریب افسانے ہیں اور ان کی استقامت اور کرامت مشہور و معروف ہے۔ یہ شرف اللہ تعالےٰ کے ہاتھ ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

ماہ رمضان المعظم ۵۷۹ھ

حرم شریف کی آرائش

انیسویں دسمبر کو پیر کی شب میں رمضان شریف کا چاند دکھائی دیا۔ مگر اہل مکہ نے اتوار کے دن سے روزہ رکھا اس لئے کہ امیر مکہ نے اپنے مذہب کے موافق اتوار کی شب میں چاند کے اعلان کے نقارے بجانے کا حکم دیا تھا حالانکہ اس شب کو چاند کی صحت نہیں ہوئی تھی مگر ان کے مذہب میں یوم شک کا روزہ بھی فرض ہے اس ماہ مبارک کے لئے حرم شریف میں ہر قسم کی آرائش کی گئی۔ نئے فرش بچھے۔ شمعیں اور مشعلیں روشن ہوئیں۔ تمام حرم شریف نور سے معمور اور شعاعوں سے منور ہوگیا ہر فرقہ کے امام نے علیٰحدہ علیٰحدہ نماز تراویح کی جماعتیں قائم کیں۔ شافعیوں کی جماعت سب سے آگے حرم شریف کے ایک کونے میں قائم ہوئی۔ اسی طرح حنبلی۔ حنفی اور زیدیوں کی جماعتیں قائم کیں۔ مگر مالکیوں کی جماعت میں سامان زینت شمع وغیرہ بھی اوروں سے زیادہ ہے اس لئے کہ مالکی تاجر اس سال کعبہ کے واسطے بہت سی شمعیں لائے ہیں دو شمعیں بہت بڑی ہیں اور امام کی محراب کے سامنے نصب ہیں ان کا وزن ایک قنطار[1] ہے ان کے گرد اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی شمعیں لگائی ہیں جن

---

[1] ایک قنطار گائے کے ایک پوست کے برابر ہے وزن بارہ سو اوقیہ۔ ہر اوقیہ سات مثقال کا اور
(باقی صفحہ ۱۱۸ پر)

کی شعاعوں سے نظر خیرہ ہوتی ہے۔ غرض کہ حرم شریف کا کوئی گوشہ قاری اور جماعتوں سے خالی نہیں ہے۔ تمام مسجد الحرام قاریوں کی آواز سے گونج رہی ہے اس جلسے کے دیکھنے اور قرأت کے سننے سے نفوس میں انکسار اور قلبوں میں رقت پیدا ہوتی ہے بعض اہل غربت نے حجر میں صرف نماز ہی پر اکتفا کی اور طواف کو غنیمت سمجھا۔ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہوئے اس لئے کہ انھیں ایسے وقت میں تمام مختص مقامات کی قربت اور قیام میسّر ہو سکتا ہے۔

بدعت تراویح میں شافعیوں کے امام نے سب سے زیادہ مجاہدہ کیا ہر چار رکعتوں کے بعد تمام جماعت کے ساتھ خانہ اقدس کا طواف کرنے جاتے تھے ہر طواف کے ختم پر جماعت کی اطلاع کے واسطے فرقعہ کے آواز اس زور سے ہوتی تھی کہ تمام مسجد گونج جاتی تھی اسی ترتیب سے بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پوری کیں اور وتر وغیرہ پڑھ کر گھروں کو چلے گئے اور مذاہب کے اماموں نے حسب معمول تراویح ادا کیں۔ شافعیوں میں تراویح کے واسطے پانچ امام ہیں امام اول امام الفریضہ ہے اور امام وسطی فقیہ ابو جعفر بن علی الفنکی القرطبی ہیں ان کی قرأت سنگ خارا کو پانی کرتی ہے۔

اس ماہ مبارک میں فرقعہ کی آواز کئی موقعوں پر ہوتی ہے تین بار بعد اذان مغرب اور تین بار عشا کی اذان کے بعد اس مقدس مکان میں یہ رسم بالکل بدعت ہے۔

سحری موذن زمزمی اور اس کا خورد سال بھائی سحری کے وقت شرقی مینار پر چڑھ کر خوش الحانی سے ذکر الٰہی اور دعا میں مصروف ہوتا ہے امیر مکہ کے گھر سے یہ جنار قریب ہے اس کے اوپر ایک بلند لکڑی نصب ہے اور لکڑی کے سرے پر ایک ہاتھ بھر کی آڑی لکڑی لگی ہوئی ہے اور دونوں سروں میں چرخیاں ہیں ان چرخیوں پر کھینچ کر دو بڑی بڑی لالٹینیں ٹکائی جاتی ہیں اور لالٹینیں سحری کے وقت سے صبح تک روشن رہتی ہیں طلوع صبح کے قریب موذن زمزمی کئی بار بلند آواز سے سحری کے ختم کرنے کا اعلان کرتا ہے اور دونوں لالٹینیں نیچے اتار دیتا ہے اس کے بعد فجر کی اذان کہتا ہے اس وقت اور موذن بھی اپنے اپنے

(باقی حاشیہ ص۱۱۷) ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک ایک قنطار سو رطل کا ہے انگریزی ایک من پختہ کا ایک قنطار سمجھا جاتا ہے۔

میناروں پر چڑھ کر اذان شروع کرتے ہیں۔ اس اعلان سحر اور اذانوں کی آواز سن کر لوگ سحری کو شروع اور ختم کرتے ہیں۔ جن کے کانوں تک آواز نہیں جاتی وہ لالٹینوں کے چڑھنے اترنے سے سحری کا وقت دریافت کر لیتے ہیں۔

امیر مکہ کی امیر سیف الاسلام سے ملاقات

دوسری رمضان المبارک کو منگل کی رات میں امیر مکہ نے خانہ مقدس کا رخصتی طواف کیا۔ وہ طغتگین بن ایوب برادر سلطان صلاح الدین کی ملازمت کے واسطے مکہ سے نکلا ہے۔ ایک عرصہ سے سیف الاسلام صلاح الدین کے بھائی کی مصر آنے کی خبر گرم تھی۔ مگر اب تحقیق ہوا کہ وہ ینبوع میں اتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے مدینہ منورہ کو گیا ہے اور اپنا سامان وغیرہ یمن جانے کے لئے صعفرار کو روانہ کر دیا ہے۔ کہتے ہیں امرائے یمن کے فتنہ و فساد کی خبر مصر میں پہنچی تھی اس کے انسداد کے واسطے جاتا ہے۔ مگر اہل مکہ کے دلوں میں بھی اس کی طرف سے خوف وہراس پیدا ہوا اس لئے امیر مکہ اظہار اطاعت اور محبت کی غرض سے اس کے استقبال کو گیا۔

امیر سیف الاسلام کا طواف کعبہ

تیسری رمضان المبارک کو بدھ کے دن پہر دن چڑھے ہم حجر المکرم میں بیٹھے تھے کہ یک بیک امیر مکہ کی سواری کے نقارہ کی صدا اور مکہ کی عورتوں کی چیخ و پکار ہمارے کان میں پہنچی۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ امیر مکہ سیف الاسلام کی ملاقات سے پلٹ کر حرم شریف میں آیا اور خانہ کعبہ کی حاضری کا طواف کیا لوگوں نے اسکی مراجعت اور سلامتی پر خوشی ظاہر کی اور سیف الاسلام کی آمد اور بیرون شہر قیام کی خبر شہر میں شائع ہوئی۔ اس کے لشکر کا ایک دستہ حرم شریف میں آکر امیر مکثر کے پاس طواف میں جمع ہوا۔ اتنے میں شور و غوغا کی صدا آنے لگی اور امیر سیف الاسلام باب بنی شیبہ سے حرم شریف میں آیا۔ اس کے آگے آگے برہنہ تلواریں اس طرح چمکتی تھیں کہ نظر خیرہ ہوتی تھی اس کے داہنی طرف قاضی اور بائیں طرف بڑے شیبی صاحب تھے۔ تمام مسجد حرام مہمان اور تماشائیوں سے بھر گئی۔ ہر شخص کی زبان سے اس کے اور اس کے بھائی سلطان صلاح الدین کے واسطے دعائے خیر نکل رہی تھی۔ مؤذن زمزمی اپنی جگہ دعا و ثناء میں مصروف تھا۔ لوگوں کی آوازیں اسکی آواز کو دبائے دیتی تھیں۔ یہ مجمع بھی قابل دید تھا۔ جب امیر خانہ مقدس کے قریب پہنچا تلواروں کو

غلاف میں رکھا۔ زینت کے لباس اتارے گئے اور خانۂ کریم کی تعظیم میں گردنیں جھک گئیں اللہ تعالیٰ کے خوف اور وہشت سے عقلیں گم ہوگئیں ترکوں کا یہ گروہ خانہ کعبہ کو اس طرح گھیرے ہوئے تھا جیسے شمع کو پروانہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوئی جاتی تھیں اور فروتنی سے سر جھکے جاتے تھے۔ قاضی اور شیبی نے بھی امیر سیف الاسلام کے ساتھ طواف کیا۔ امیر مکثر کو بھیڑ نے ایسا دبایا کہ وہ جلدی سے طواف پورا کرکے اپنے مکان کو چلا گیا۔

امیر سیف الاسلام کا عمرہ سیف الاسلام نے طواف کے بعد مقام کریم کے عقب میں دوگانہ نماز ادا کیا پھر قبۂ زمزم میں جاکر پانی پیا اور وہاں سے پلٹ کر باب الصفا کے راستے سے حرم شریف سے باہر آیا اور پاپیادہ صفا مروہ کی سعی شروع کی برہنہ تلواریں اس کے آگے آگے تھیں اور راہ کے دونوں جانب سپاہی صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اسی طرح طواف کے وقت بھی سپاہیوں نے صفیں بنالی تھیں۔ صفا مروہ کے دو پھیرے پاپیادہ کئے اور باقی پھیرے ماندگی کے سبب سے سواری پر پورے کئے۔ سعی سے فارغ ہوکر دوبارہ حرم شریف میں آیا اور چمکیلی تلواروں کے حلقے میں خراماں خراماں چلتا رہا۔ آج خاص اس کے واسطے خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا پہلے زینے کی کرسی دروازہ کے قریب لگائی گئی اس پر امیر اور شیبی چڑھے۔ جب شیبی نے دروازہ کھولنے کا قصد کیا ان کے ہاتھ سے بھیڑ میں کنجی گر گئی اس کے ڈھونڈنے میں کچھ دیر لگی اور اس وقت تک امیر زینے پر کھڑا رہا۔ جب کنجی ملی تو دروازہ کھلا اور فقط امیر اور شیبی داخل ہوئے اور دروازہ بند ہوگیا باہر زینے پر بڑے بڑے افسر کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور مقرب لوگ داخل ہوئے۔ امیر بہت دیر تک خانہ اقدس میں حاضر رہا۔ جب وہ باہر آیا تو باقی لشکریوں کو داخلہ کی اجازت ملی اس وقت ان لوگوں کا اژدہام باہم کشمکش۔ ایک دوسرے پر گرنا اور ہجوم کرکے داخل ہونا قابل دید تھا اور اقوام سرد کے تجمع سے بہت مشابہ تھا اس کے بعد امیر سیف الاسلام سوار ہوکر اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہوا اہل مکہ کے واسطے یہ دن بڑی خوشی اور تماشے کا تھا امیر کے ہمراہ مصر وغیرہ سے بہت سے حجاج آئے ہیں جو راہ کے امن کے باعث سے لشکر کے ساتھ ہولئے تھے۔

امیر مکثر کو امیر سیف الاسلام کا عطیہ جمعرات کے دن ایک پہر دن چڑھے ہم نے جمعہ

میں بیٹھے بیٹھے نقارے وغیرہ کی آوازیں سنیں اور ہم اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں امیر مکثر اپنے عزیزوں اور قریبوں کے ساتھ حرم شریف میں آیا ایک عمدہ زرکار خلعت پہنے اور اس پر ایک دراز دامن زرین چادر اوڑھے تھا۔ چادر شعلۂ آتش کی طرح چمکتی تھی اور اس کے دامن زمین پر گھسٹے جاتے تھے۔ آسمانی رنگ کا زرکار عمامہ سر پر تھا عمامہ کے اس قدر پیچ تھے کہ گویا بادلوں کا ایک تودہ تھا۔ یہ خلعت اسے امیر سیف الاسلام نے دیا تھا۔ اس کی خوشی میں اپنی منزلت کے اعلان کے واسطے نقارے بجوائے اور ادائے شکر کے واسطے خانہ اقدس کے طواف کو حاضر ہوا۔ اللہ تعالےٰ اس کو صلاحیت عطا فرمائے۔

امیر سیف الاسلام کی مکہ معظمہ سے روانگی

جمعہ کے روز امیر سیف الاسلام اول وقت نماز کے واسطے آیا اور کعبہ کا دروازہ کھولا گیا۔ امیر مکہ کے ساتھ خانہ اقدس میں داخل ہوا دونوں بہت دیر تک وہاں حاضر رہے۔ جب باہر آئے تو ترکوں نے داخلے کے لئے بڑا ہجوم کیا۔ بھیڑ کی زیادتی کے باعث زینہ بھی علیحدہ کر لیا گیا مگر ان کے اژدحام میں کوئی کمی نہ ہوئی ایک دوسرے کے کندھوں پر چڑھ کر داخل ہوتے تھے۔ جس وقت خطیب خطبہ کے لئے منبر پر چڑھا اسوقت خطبہ سننے کے لئے آدمی باہر آئے۔ اور دروازہ بند کیا گیا امیر سیف الاسلام نے امیر مکثر کے ساتھ قبۂ عباسیہ میں نماز پڑھی بعد فراغ نماز باب الصفا کے راستے سے باہر نکل کر سوار ہوا اور اپنی قیام گاہ کو چلا گیا۔ دسویں رمضان المبارک کو بدھ کے دن امیر سیف الاسلام اپنے لشکر کے ساتھ یمن کو روانہ ہوا۔

اس ماہ مبارک کے آخری عشرہ کی ہر ایک طاق تاریخ کی شب میں باری باری سے ایک ایک جماعت میں کلام اللہ شریف کا ختم ہوتا ہے۔ ۲۱ر شب کو اہل مکہ میں سے ایک لڑکے نے قرآن شریف ختم کیا۔ قاضی اور شہر کے بڑے بڑے بزرگ ختم میں شریک ہوئے۔ ختم سے فارغ ہو کر لڑکے نے کھڑے ہو کر حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھا اس کے باپ نے لوگوں کی دعوت کی۔ اور گھر لے جا کر کھانا اور نفیس حلوا کھلایا۔

ایک امیرزادے کا خطبہ

۲۳ر تاریخ امرائے مکہ میں سے ایک لڑکے کا ختم تھا۔ اس کے باپ نے اس شب کو آرائش کا بہت ہی اہتمام کیا تھا۔ وسط

حرم میں باب بنی شیبہ کی جانب ایک مربع محراب جالی دار لکڑیوں کی بنائی۔ محراب چار پایوں پر قائم تھی اوپر دو آڑی لکڑیاں باندھ کر اس میں قندیلیں لٹکائی تھیں اور جابجا چراغ اور مشعلیں لگائی تھیں محراب کے گرد لوہے کی کیلوں میں موسی بتیاں روشن کیں۔ محراب کے قریب ہی ایک خوش نما روشنی کا درخت بنایا تھا چھوٹی چھوٹی شاخوں میں ہر قسم کے پھول اور پھل لگے ہوئے تھے امام جس وقت محراب میں آیا روشنی کی کثرت سے اس پر نظر قائم نہیں ہوتی تھی حرم شریف کے سب زن و مرد اس روشنی کی سیر دیکھنے کو جمع ہوئے تھے۔ محراب کے پاس مختلف رنگ کی پوشش کا ایک منبر رکھا ہوا تھا۔ تراویح کے ختم کے بعد وہ لڑکا محراب سے نکل کر منبر کی طرف آیا۔ اسکی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی نہایت مکلف اور دراز دامن لباس زیب تن تھا۔ آنکھوں میں سرمہ اور ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی۔ چہرہ سے تمکین و وقار ظاہر تھا۔ آدمیوں کی کثرت سے منبر تک جانا دشوار تھا ایک خادم نے ہاتھوں میں اٹھا کر منبر پر کھڑا کر دیا۔ وہ لڑکا مسکراتا ہوا منبر پر چڑھا اور حاضرین کو سلام کیا قاریوں نے اس کے سامنے بیٹھ کر ایک لہجہ میں قرآن خوانی شروع کی۔ جب دس آیتیں پڑھ چکے لڑکے نے کھڑے ہو کر بہت خوش الحانی سے خطبہ شروع کیا اس کی خوش الحانی سے . . . . . قلبوں میں جوشش پیدا ہو گیا خطیب کے سامنے منبر کی سیڑھی پر دو آدمی شمعیں لئے کھڑے تھے اور خطبہ کی ہر فصل پر با آواز بلند یارب یارب کہتے تھے۔ قاری خطیب کے ٹھہرتے ہی قرأت شروع کر دیتے تھے۔ قرأت کے ختم پر خطیب پھر خطبہ پڑھنا تھا دیر تک اسی طرح ذکر و اذکار میں مشغول رہے خطبہ میں خطیب بیت اللہ کا بھی ذکر کرتا جاتا تھا اور آنکھیں چڑھا کر مکان مقدس کو ہاتھ کے اشارہ سے بتاتا جاتا تھا۔ اس نے مقام کریم اور زمزم کا بھی ذکر کیا اور دونوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ آخر خطبہ کو وداع ماہ مبارک پر ختم کیا اور خلیفۂ وقت اور دیگر امرا کے واسطے حسب قاعدہ دعا کی۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔ حق یہ ہے کہ اس لڑکے نے نہایت بلیغ اور پر تاثیر خطبہ پڑھا۔ لیکن نفسوں میں نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے ورنہ جو تذکرہ زبان سے نکلتا ہے کانوں میں ضرور پہنچتا ہے مجلس کے ختم ہونے پر لڑکے کے باپ نے قاضی اور دوسرے بزرگوں کو گھر لے جا کر کھانا اور حلوہ کھلایا۔ اس رات میں لڑکے کے باپ نے اس خوشی میں بہت کچھ صرف کیا۔

امام حنفی کے لڑکے کا خطبہ

۲۵ رتاریخ امام حنفی کے یہاں ختم تھا۔ انھوں نے بھی اپنے لڑکے کے ختم کی خوشی میں بڑے زیب وزینت کا سامان کیا۔ اپنے حطیم کے اوپر تختے اور لکڑیاں لگا کر چاروں طرف چراغ اور شعلیں روشن کیں جن کے باعث تمام حطیم منور ہو گیا اور اوپر کا حصہ تاج کی طرح چمکنے لگا اس کے سامنے چار موم کے درخت نرالی صنعت کے لگائے تھے بعض میں شاخیں اور پھول پھل بھی بنے ہوئے تھے اور بعض سادے تھے ایک جالی دار محراب لکڑیوں کی بنا کر اس کے چاروں طرف بتیاں روشن کیں بتیوں کو اس طور سے لگایا تھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک ایک بتی لگن میں لگا کر اس کے گرد اور بتیوں کا حلقہ بنایا تھا اس وجہ سے ہر طرف نور کے ہالے نظر آتے تھے محراب کے سامنے رنگین پوشش کا منبر رکھا ہوا تھا۔ اس آرائش کے دیکھنے کے واسطے پہلے مجمع سے بھی زیادہ آدمی تھے۔ ختم کے بعد لڑکا محراب سے نکل کر منبر کی طرف آیا۔ اس کی عمر بھی پہلے لڑکے کے برابر تھی۔ بہت نفیس لباس پہنے اور دامن زمین پر لٹکائے ہوئے نہایت شرم کے ساتھ منبر پر چڑھا اور حاضرین کو سلام کیا۔ خطبہ بہت نرم اور شرمگیں آواز سے شروع کیا اول الذکر لڑکے کی نسبت اسکی حالت نہایت تمکین و وقار کی تھی اس کی نصیحت نہایت بلیغ اور بیان بہت فصیح تھا۔ قاریوں نے اس کے سامنے بیٹھ کر قرآن شریف شروع کیا جب تک وہ قرآن شریف پڑھتے تھے لڑکا خاموش کھڑا رہتا تھا۔ آیات مقررہ کے ختم پر خطبہ پڑھتا تھا۔ منبر کی سیڑھیوں پر خدام شمع دان اور انگیٹھیاں لئے کھڑے تھے اور عود سلگاتے تھے۔ یہ لوگ خطبہ کے دفعۃً کے وقت باآواز بلند تین یا چار بار یارب یارب کہتے تھے بعض وقت حاضرین بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے خطبہ کے ختم کے بعد خطیب منبر سے اترا لڑکے کے باپ نے حاضرین مجلس کو کھانا کھلایا یا تو اپنے گھر لے گیا۔ یا تعظیماً ان کے مکانوں پر بھیج دیا۔

حرم شریف میں روشنی

اتوار کی پہلی کے حساب سے ستائیسویں شب جمعہ کی رات تھی یہ رات تمام راتوں سے افضل اور قبولیت میں اکمل ہے خانہ کعبہ اور مقام کریم کے پیچھے ایسی شب میں ختم قرآن مجید بالکل موجب خیر و برکت ہے اس رات کی آسائش کے لئے دو تین روز قبل سے اہتمام ہوا تھا۔ شافعیوں کے حطیم کے سامنے اونچی اونچی

لکڑیاں کھڑی کر کے تین تین لکڑیوں میں ہاتھ ہاتھ بھر کے ڈنڈے جڑ کر حطیم تک اسی طرح صفیں بنائی تھیں ڈنڈوں کے اوپر لمبے لمبے تختے جڑ دیئے تھے ان تختوں کے اوپر اسی ترتیب سے اور تختے لگائے تھے غرض کہ اس طور سے تختوں کے تین طبقے قائم کر کے اوپر کے حصہ فقط لمبی لمبی لکڑیاں نصب کی تھیں۔ طبقہ اعلیٰ کی لکڑیوں میں برابر کیلیں جڑ کر ان میں بتیاں لگائی تھیں اور نیچے طبقوں میں سوراخ کر کے ڈنڈی کے گلاس لگائے اور تینوں طبقوں کے چاروں طرف چھوٹی قندیلیں لٹکائیں۔ قندیلیں پیتل کے برتنوں کی طرح چاروں طرف سے سوراخ دار تھیں اور ان پر تین زنجیروں کے سہارے سے لٹک رہی تھیں۔ ان کے نیچے لمبا خانہ تھا اس میں ڈنڈی کے گلاس رکھ دیئے تھے قندیلوں کی وجہ سے ہر طبقہ اس طرح نظر آتا تھا گویا ایک نورانی پایوں کی میز ہے۔ قبہ زمزم کے جنوبی گوشے کے سامنے والے حطیم سے قبہ زمزم کی دیوار تک روشنی کے واسطے اسی قسم کی ٹٹیاں بنائی تھیں اور قبہ کے اوپر اذان کہنے کی جگہ میں مشعل روشن تھی قبہ کی جو دیوار کعبہ شریف کے محاذی ہے اس کی جالیوں کی پیشانی پر برابر برابر بتیاں لگا دی تھیں۔

مقام کریم کے گرد لکڑی کی جالی دار محرابیں بنا کر محرابوں کے اطراف میں لوہے کی کیلوں میں بتیاں لگائی تھیں اور مقام کریم کے دونوں طرف لگنوں میں موٹی موٹی بتیاں روشن تھیں لگنیں اونچی اونچی صندلیوں پر رکھی ہوئی تھیں حجر کی دیوار پر بھی برابر شمع دان چنے ہوئے تھے اور موم کی بتیاں روشن تھیں یہ مقام ایک دائرۂ نور معلوم ہوتا تھا۔ کعبہ شریف کے گرد مشعلوں کا ایک حلقہ روشن تھا۔ حرم شریف کے کنگروں پر مکّہ کے لڑکے نلیتے روشن کر کے لگا رہے تھے ہر سطح پر روشنی کے کام میں ایک ایک جماعت مصروف تھی اور آپس کی بحث میں بڑی تیزی کے ساتھ روشنی کر رہے تھے دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگ کا شعلہ ایک کنگرہ سے اڑ کر دوسرے کنگرہ پر پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ روشنی کی چمک میں روشنی کرنے والوں کی پوری پوری ہیئت نظر نہیں آتی تھی سب روشنی کرنے والے ایک زبان ہو کر بلند آواز سے یارب یارب کہتے جاتے تھے ان کی آوازوں سے کل حرم شریف کی عمارت گونج جاتی تھی جب پوری روشنی ہو چکی تو روشنی کی کثرت سے آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی جس طرف دیکھو نور ہی نور نظر آتا تھا۔

اس رات کی رونق دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ شاید اس مقدس شب کی بزرگی کی وجہ

سے رات کا سیاہ لباس دھو کر تاروں کے نور سے مزین کیا ہے۔ اول قاضی نے مقام کریم کے پیچھے کھڑے ہو کر عشاء کے فرض پڑھائے پھر ختم کے واسطے سورہ قدر سے شروع کیا اور دو رکعتوں میں آخر تک ختم کر کے قبلہ رو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا لیکن شور و غوغا کی وجہ سے خطبہ سننے میں نہیں آیا مقام کریم کو کعبہ شریف سے باہر لا کر مصلے کے سامنے لکڑی کے قبہ میں رکھا تھا اور تمام فرقوں کے امام ختم کی تعظیم کے سبب سے اسی مصلے پر جمع ہوئے تھے شب گزشتہ میں سب اماموں نے سورہ قدر سے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ ختم قرآن سے فارغ ہو کر سب امام اپنے اپنے مصلوں پر تراویح کے واسطے چلے گئے اور یہ مجمع متفرق ہو گیا ہر شخص کے دل پر خوف طاری تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس رات کی عظمت اور بزرگی دیکھ کر ہر ایک کو گمان تھا کہ لیلۃ القدر یہی رات ہے اللہ تعالےٰ اس شب مقدس کے مشاہدہ سے سرفراز فرمائے۔

تراویح

ستائیسویں شب کے بعد تراویح میں پانچ اماموں کے ہاں متفرق آیتیں کلام اللہ کی پڑھی جاتی ہیں اور ہر جماعت دو دو رکعت کے بعد طواف کرتی ہے۔ انتیسویں شب کو ہر ایک امام نے تراویح کے بعد خاتمہ کا خطبہ پڑھا مالکی امام نے اپنی محراب کے سامنے لکڑی کی چھوٹی چھوٹی محرابیں نصب کیں محرابوں کی بلندی قد آدم سے کم تھی۔ دو دو محرابوں پر ایک ایک چوڑی لکڑی جڑ کے اس کے چاروں طرف بتیاں لگائی تھیں۔

اسی طرح محرابوں کے نیچے اور وسط میں بکثرت روشنی تھی۔ محراب کے سامنے شمعیں لگنوں کے عوض پتھر کی تپائیوں پر نصب تھیں۔ یہ مختصر منظر بھی نہایت خوشنما تھا عظمت و غرور کی شان سے خارج اور عجز و انکسار کی حالت میں داخل تھا اس مختصر زیبائش سے بجز اجر و ثواب کے اور کچھ مقصود نہ تھا مالکیوں کی جماعت جب ختم تراویح کے واسطے کھڑی ہوئی قاریوں نے نوبت بہ نوبت بڑی عجلت سے نماز کو ختم کیا اور ان میں سے ایک نے محراب کے سامنے شمعوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا یہ خطبہ امام حنفی کے خطبہ کا انتخاب تھا خطیب نے بہت تشریح کے ساتھ خطبہ پڑھا مگر اس کی بدآوازی سے آنکھ میں آنسو تک نہ آیا اور جلسہ درہم برہم ہو گیا محراب کے سامنے کی شمعوں پر لوگوں نے دست غنیمت دراز کیا اور بے خوف و ہراس لوٹ کرلے گئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خانہ کعبہ کے سامنے ہم پر یہ ماہ مبارک بعافیت تمام گزرا خداوند ذوالجلال ہمیں اسکی برکت سے مالامال کر کے اپنے مغفور و مرحوم بندوں میں شامل اور اس نعمت بے مثال کے شکر کی ہمارے قلبوں میں توفیق پیدا کرے اور تمام اہل اسلام کا خاتمہ دین حق پر فرمائے۔

ماہ شوال ۵۷۹ھ

شب بیداری

۱۶ر جنوری کو منگل کی شب عید کا چاند دیکھا۔ یہ حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ہے جن کی شان میں کلام اللہ میں آیا ہے اشہر معلومات اس کے بعد کے تین متصل مہینے الشہر الحرام ہیں جن میں جدال وقتال حرام تھا چاند رات کو تمام حرم شریف میں رمضان کی ۲۷ر کی طرح شمعیں اور مشعلیں روشن ہوئیں۔ سب میناروں کے چاروں طرف روشنی ہوئی جبل قبیس کی مسجد کے سطح پر بھی چراغ وغیرہ جلائے گئے قبہ زمزم پر موذن نے تسبیح وتہلیل شروع کی اماموں نے شب بیداری کی اور اکثر لوگوں نے تمام رات طواف اور نماز میں بسر کی۔ اللہ تعالے سب کی کوششیں قبول فرمائے۔

خانہ کعبہ کی عید الفطر

صبح کو بعد نماز فجر سب لوگوں نے کپڑے بدلے اور عید کی نماز کے واسطے حرم شریف میں جمع ہوئے یہاں کوئی عید گاہ نہیں ہے خانہ کعبہ کے شرف وعظمت کے باعث حرم شریف ہی میں عید کی نماز ہوتی ہے پہلے شیبی لوگ کعبہ شریف کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور بڑے شیبی چوکھٹ پر کھڑے رہے اتنے میں امیر مکثر کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ شیبی نے باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک استقبال کیا امیر مکثر نے آکر پہلے خانہ اقدس کا طواف شروع کیا اور موذن زمزمی اپنی عادت کے موافق دعا وثنا میں مصروف ہوا۔ طواف کے بعد امیر قبہ زمزم کے چبوترے پر جاکر بیٹھ گیا۔ داہنے بائیں اس کے لڑکے تھے اور پیچھے وزرار اور عمائدین کھڑے تھے آدمیوں سے تمام حرم شریف بھر گیا تھا شیبی لوگ امیر کو چبوترے تک پہنچا کر اپنی جگہ پلٹ آئے تمام حاضرین ان کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتے تھے اور انکی شرف ومنزلت پر رشک کرتے تھے امیر کے ساتھ چار شاعر بھی تھے اور باری باری کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔

عید کی نماز

اس عرصہ میں نماز کا وقت کامل ہوگیا۔ خطبہ کے واسطے قاضی حرم شریف میں داخل ہوا۔ اس کے دونوں طرف سیاہ نشان تھے اور آگے آگے فرقعہ کی صدا ہوتی جاتی تھی جس سے تمام حرم شریف گونج رہا تھا۔ قاضی سیاہ لباس میں تھا۔ جب قاضی مقام کریم کے پاس آیا سب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے نماز سے فارغ

ہو کر قاضی منبر پر چڑھا۔ منبر کعبہ شریف کی دیوار کے پاس رکھا تھا جہاں ہر جمعہ کو رکھا جاتا ہے خطیب نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھا موذن منبر کے زینے پر بیٹھے ہوئے خطبہ کی ہر فصل پر تکبیر کہتے تھے۔ خطبہ کے بعد سب لوگ باہم سلام و مصافحہ کرنے لگے اور ایک دوسرے کو مبارکباد اور دعا کہتے تھے پھر گروہ گروہ کعبہ شریف میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ عید اس جماعت پر مبارک کی اسی طرح ان کے درجات آخرت میں بھی افزونی فرمائے اس کے بعد سب آدمی مقام معلیٰ میں جبانہ کی زیارت کو گئے تاکہ یہ قدم عبادت میں شمار کئے جائیں اور صاحبان زیارت کی برکت سے مستحق رحمت الٰہی ہوں اللہ تعالیٰ اس گروہ مقدس کی محبت سب کے دلوں میں پیدا کرے اور قیامت کے دن انہیں کے ساتھ حشر کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان جس گروہ سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر کیا جاتا ہے۔

۱۹ تاریخ (۳ فروری) ہفتہ کے روز ہم سب منیٰ کے مقامات متبرکہ کی زیارت اور ایام حج میں قیام کے واسطے مکان کرایہ کرنے گئے۔

منیٰ کے حالات

یہ آبادی نہایت فراخ اور کشادہ ہے بہت قدیم زمانے کی بستی ہے آثار قدیمہ بہت ہیں۔ ایک راستہ نہایت کشادہ دور تک چلا گیا ہے اور اس کے دونوں طرف حجاج کے واسطے بکثرت کرایہ کے مکان ہیں۔ بستی میں داخل ہونے سے پہلے بائیں طرف ایک مسجد ملتی ہے۔ پہلی بار بیعت اسلام اسی مسجد میں ہوئی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معاونت کے واسطے بموجب روایت مشہورہ یہ بیعت کی تھی اس کے آگے آبادی کے بائیں طرف جمرۃ العقبہ یعنی کنکریاں مارنے کا مقام ہے۔ یہ نشان راہ کے کنارے پر ہے اور وہاں کنکریوں کا ڈھیر ہے۔ اگر یہاں اسرار قدرت الٰہی نہ ہوتا تو یہ مقام کنکریوں کے انبار سے بجائے خود ایک پہاڑ بن جاتا۔ کیونکہ سالہا سال سے اس مقام پر بے شمار کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ اس کے قریب مسجد مبارک ہے اور مسجد کے پاس صفا مروہ کے میلوں کی طرح ایک میل ہے۔ اس میل کو داہنے بازو پر لے کر اور قبلہ رو کھڑے ہو کر عید اضحیٰ کے دن اس مقام پر سات کنکریاں مارتے ہیں اس کے بعد قربانی کرتے ہیں اور سر منڈاتے ہیں۔ سر منڈانے کی جگہ نشان کے پاس ہی ہے اور قربانی منیٰ میں ہر جگہ ہو سکتی

ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام منیٰ مقام قربانی ہے۔ اس جگہ جب تک طواف افاضہ نہ کیا جائے عورتوں سے قربت اور خوشبو لگانا حرام ہے۔

جمرہ اس جمرہ سے ایک پرتاب تیر کے فاصلہ پر جمرۃ الوسطی ہے۔ یہاں بھی جمرہ اول کی طرح ایک میل نصب ہے اس سے آگے اسی قدر فاصلے پر جمرۃ الاولیٰ ہے ان دونوں مقامات پر عید کے دوسرے دن زوال کے وقت سات سات کنکریاں مارتے ہیں اور جمرۃ العقبہ پر بھی اس روز اور سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ عید کے تیسرے دن پھر زوال کے وقت تینوں جگہ سات سات کنکریاں پھینکتے ہیں۔ تینوں دن کی کل کنکریاں انچاس ہوتی ہیں۔ پہلے زمانہ میں چوتھے دن بھی مذکورۂ بالا ترتیب کے ساتھ ۲۱ کنکریاں پھینکی جاتی تھیں اور کنکریوں کی مجموعی تعداد ستر ہوتی تھی۔ مگر آج کل اعراب بنی شعبہ کے خوف سے چوتھے روز تک لوگ نہیں ٹھہرتے اس لئے چوتھے دن کی کنکریاں موقوف کرکے صرف انچاس پر اکتفا کرلیا ہے اور اب تیسرے روز کنکریاں پھینک کر مکہ کو چلے جاتے ہیں۔

قربان گاہ جمرۃ الاولیٰ کے قریب رستے سے بچا ہوا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کرنے کا مقام ہے جہاں بہت بڑی قربانی ہوئی تھی۔ یہاں کوہ ثبیرہ کے قریب ایک مسجد ہے۔ قربان گاہ میں ایک دیوار پر پتھر نصب ہے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذبیحہ کے قدم کا نشان ہے۔ اسے لوگ بوسہ دیتے ہیں اور چھوتے ہیں۔

مسجد خیف اس کے آگے مسجد خیف ہے اور یہ مقام منیٰ کی آبادی کی انتہا ہے اور پرانی عمارتوں کے نشان اس مسجد سے آگے دور تک چلے گئے ہیں۔ مسجد جامع مسجد کی طرح بہت وسیع ہے اس کے وسط میں مینار ہے۔ مسجد کی عمارت میں تہرا دالان ہے اور تینوں درجوں کی چھت ہموار ہے۔ یہ مسجد ایک مشہور اور متبرک مقام ہے۔ اس کی ثابت حدیث شریف میں وارد ہے کہ یہاں بہت سے انبیا علیہم السلام مدفون ہیں اس مسجد کے قریب رستے کے داہنی طرف ایک پہاڑ میں ایک پتھر باہر کو نکلا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار اس پتھر کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ سر مبارک اس میں جا لگا اللہ تعالٰے کی

قدرت سے پتھر نرم ہوگیا اور سر اقدس کا نشان بن گیا۔ اس لئے لوگ اس پتھر کے نیچے بیٹھکر نشان پاک سے سر کو مس کرتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے آتش دوزخ اثر نہ کرے ہم ان مقامات کی زیارت سے فارغ ہوکر قریب ظہر مکہ کو پلٹ کر آئے۔

۲۰ر شوال کو اتوار کے روز ہم نے جبل حرا پر جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عبادت کے غار کی زیارت کی۔ جبل حرا مکہ سے تین میل ہے اور پہلی بار یہیں وحی نازل ہوئی تھی۔

نماز استسقا

۲۲ر تاریخ کو (۶ر فروری) منگل کے دن پہر دن چڑھے تمام مکہ کے لوگ۔ نماز استسقا کے واسطے کعبہ شریف کے سامنے آکر کھڑے ہوئے تین روز قبل سے قاضی نے ان لوگوں کو آمادہ کرکے روزے رکھوائے تھے۔ آج چوتھے دن سب آدمی بہ نیت خالص حرم شریف میں آئے۔ شیبیوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا۔ پہلے قاضی آگے بڑھا۔ سفید لباس تھا اور داہنے بائیں سیاہ نشان تھے۔ مقام کریم اندر سے نکال کر خانہ کعبہ کی دہلیز مبارک پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا قرآن شریف قبہ عباسیہ کے خزانہ سے نکال کر خانۂ اقدس کے دروازہ پر لائے۔ قرآن شریف کھول کر ایک دفتی دہلیز پر اور ایک مقام کریم پر رکھی گئی پھر نماز کے واسطے ندا ہوئی۔ قاضی نے مقام کریم کے پیچھے مصلے پر کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھائی۔ اول رکعت میں سبح اسم ربک الاعلےٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی۔ منبر مقام مقررہ پر کعبہ شریف کی دیوار سے لگا کر رکھا گیا قاضی نے بہت عمدہ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو توبہ و استغفار کی کثرت کی ترغیب دلائی اور بارگاہ صمدی میں رجوع کی نصیحت کی۔ یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو خشک ہوگئے۔ اور منہ سے چیخیں، نکلنے لگیں پھر قاضی نے بطریق مسنون چادر کو گردانا۔ اس کی تقلید میں جماعت نے بھی چادریں گردانیں۔ تین روز تک متواتر اسی صورت سے استسقا کی نماز ہوئی۔ اس لئے کہ اہل حجاز کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچی ہے اور خشک سالی سے مولیشی مرگئے ہیں۔ سال بھر سے بوندا باندی کے سوا کوئی کافی بارش نہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ ان کی سختیوں کی تلافی فرمائے اس لئے کہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور گناہوں پر مواخذہ نہیں کرتا۔

جبل ثور[1]

چوبیسویں شوال کو جمعرات کے دن ہم نے جبل ثور پر چڑھ کر اس غار کو دیکھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کفار مکہ سے پوشیدہ ہوئے تھے۔[2] ہم اس غار میں بھی داخل ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدخل ہے تاکہ جن پتھروں سے جسم مطہر مس ہوا ہے ہمارا بھی جسم چھو جائے آج ایک مصری نے اس مدخل سے داخل ہونے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ لوگ اس کے حال پر متاسف ہو کر اس کے حصول مقصد کی دعا مانگتے تھے اور وہ شخص نہایت خجل اور شرمسار کھڑا ہوا تھا۔ زیادہ تعجب کی تو یہ بات ہے کہ ایک اس کا ساتھی اس سے بھی زیادہ موٹا تھا مگر وہ غار میں چلا گیا۔ یہاں سے پلٹنے پر ہم نے سنا کہ آج تین آدمیوں کو اس غار میں نہ داخل ہونے سے شرمندگی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے فضیحت دنیا و عقبیٰ سے محفوظ رکھے پہاڑ کی چڑھائی بہت سخت ہے چڑھتے چڑھتے دم ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں تھک کر بیکار ہو جاتے ہیں۔ مکہ سے یہ پہاڑ تین میل کے فاصلے پر ہے غار کا طول اٹھارہ بالشت اور عرض گیارہ بالشت ہے غار کا ایک منہ دو ثلث بالشت کی قدر اور دوسرا پانچ بالشت چوڑا ہے۔

یمنی سرو قوم کی آمد

دوسرے دن جمعہ کو یمن کی اقوام سرو کا بڑا گروہ مدینہ منورہ کو جانے کے واسطے مکہ میں آیا۔ حسب عادت اہل مکہ کے واسطے وہ بہت سامان ہمراہ لاتے ہیں ان کے آنے سے سب کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کے ورود کو باران رحمت کے نزول سے کم نہ سمجھا۔ مجاورانِ حرم شریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف ہیں اور وہ اپنے بندوں کے حال پر شفیق و مہربان ہے۔

ماہ ذیقعدہ ۵۷۹ھ

چودھویں فروری کو بدھ کے دن قاضی کے سامنے رویت ہلال گواہوں سے ثابت

---

[1] مکہ کے قریب ایک مشہور پہاڑی ہے۔

[2] قرآن مجید میں سورہ توبہ آیت ۴۰ میں اس غار کا ذکر موجود ہے۔

ہوئی مگر مسجد الحرام میں کسی نے چاند نہیں دیکھا حالانکہ بعد مغرب دیر تک چھتوں پر دیکھتے رہے بعض کو دھوکا سا ہوا مگر جب نظر غور سے دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ یہ چاند اشہر الحرام اور اشہر الحج کے دوسرے مہینے کا ہے۔

مولد النبیؐ کی زیارت

تیرھویں تاریخ پیر کے دن ہم مولد النبیؐ کی زیارت کو گئے۔ اس جگہ ایک خوشنما مسجد بنی ہوئی ہے۔ پہلے یہ مکان عبد اللہ، بن عبد المطلب کا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا مقام حوض کی طرح تین بالشت چوڑا ہے۔ اس کے بیچ میں ایک سبز پتھر دو ثلث بالشت کی قدر چاندی کے حلقے میں جڑا ہوا ہے اور اس کی وسعت مع چاندی کے حلقے کے ایک بالشت ہے۔ اس پتھر پر حصول برکت کے لئے ہم نے منہ رگڑا اور اس مقام مقدس کی زیارت سے شرف و اعزاز حاصل کیا۔ اس مقام کے سامنے ایک بہت خوشنما محراب ہے اور اس پر طلائی کام ہے۔ یہ جگہ کعبہ شریف کے شرق میں جبل ابی قبیس سے نیچے واقع ہے۔ اس کے قریب ایک اور مسجد ہے جس پر لکھا ہے۔ یہ مولد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی۔ پہلے یہ مقام ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان تھا۔

زیارت مکان ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ

آج ہی حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان کی زیارت کی۔ اسی جگہ قبۂ وحی اور حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مولد شریف ہے یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے کسی قدر لمبا ہے۔ جائے ولادت چھوٹے سے حوض کی صورت ہے اس کے بیچ میں سیاہ رنگ کا پتھر لگا ہوا ہے۔

حضرت امام حسنؓ وحضرت امام حسینؓ کے مولد شریف کی زیارت

اسی مکان میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے مولد مبارک ہیں ان مولدوں کا نشان دیوار سے ملا ہوا ہے اور دو سیاہی مائل پتھر لگے ہوئے ہیں۔ ان نشانات پر ہم نے چشم و رخسار کو خوب ملا۔ اسی مکان میں وہ جگہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ ہوئے تھے۔ وہ

قبہ کی شکل پر ہے اور اس میں ایک غار سا دیوار کے اندر ہے اور دیوار میں سے ایک پتھر باہر نکلا ہوا غار کو ڈھانکے ہوئے ہے۔ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں چھپے تھے تو اس پتھر نے آپ کو چھپا لیا تھا۔ ان تمام مولدوں پر لکڑی کے چھوٹے چھوٹے قبہ رکھے ہوئے ہیں۔ جب کوئی زیارت کو جاتا ہے قبہ علیحدہ کر کے بخوبی زیارت کرا دیتے ہیں۔

شیبی محمد بن اسمٰعیل کی معزولی

چوبیسویں شوال کو جمعہ کے روز بڑے شیبی محمد بن اسمٰعیل کی معزولی کی بابت امیر مکثر کا حکم صادر ہوا۔ ان کی نسبت ایسا الزام لگایا گیا جو ایسی بارگاہ کے خدام کی شان کے خلاف ہے۔ اس مہینے میں یمنی سرو قوم کے متواتر قافلے یہاں آئے اور کھانے پینے کا بہت سامان مثل غلہ اور میوہ کے ہمراہ لائے جس کے باعث سے اہل مکہ کی معاشں میں فراخی ہوگئی۔ خشک سالی اور گرانی کی وجہ سے بڑی تکلیف میں تھے۔ ان کے قافلے جو یہاں پہلے سے آئے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے مدینہ منورہ کو گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں بڑی بڑی منزلوں سے مسافت طے کر کے زیارت مبارک سے مشرف ہوئے۔ جو لوگ ان کے ہمراہ گئے تھے وہ انکی صحبت کی بہت تعریف کرتے تھے۔ مگر جو قافلے بعد کو آئے ہیں وہ ایام حج کی قربت کے باعث یہیں ٹھہر گئے ہیں اور ان کے سبب سے عرصہ حرم شریف تنگ ہے۔

۲۷ر ذلیقعدہ کو خانہ کعبہ کا داخلہ

ستائیسویں تاریخ پیر کے روز کعبہ شریف کا دروازہ کھلا اور یہ خدمت معزول شیبی کے بچیرے بھائی کے سپرد ہوئی اس کے عادات وخصائل بھی معزول شیبی کی طرح سُنے گئے ہیں۔ دروازہ کھلتے ہی سرو لوگوں نے اپنی عادت کے موافق ایسا ہجوم کیا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ غول کے غول آتے تھے اور دروازہ میں پھنس کر رہ جاتے تھے۔ نہ کوئی آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ غرض بہزار مشقت اندر جاتے اور پھر جلدی سے بہ مشکل باہر آتے تھے آنے والے گروہ کا جانے والے سے مقابلہ ہو کر بہت بے ترتیبی ہوتی تھی۔ کبھی جانے والوں کے ہجوم سے نکلنے والے پس پا ہو جاتے تھے اور کبھی نکلنے والوں کی یورش سے جانے والے دب کر رہ جاتے تھے اس کشمکش میں ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور کوئی آدمیوں کے سروں

پر سے کود کر نکل جاتا تھا۔ یہ انبوہ دیکھنے میں ایک تماشا سا معلوم ہوتا تھا اسی ہنگامہ میں بعض شیبیوں نے اندر جانے کا قصد کیا مگر بھیڑ کی وجہ سے نہ جا سکے اور در اقدس کے پردوں کی رسیاں پکڑ کر آدمیوں کے سروں پر پاؤں رکھتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ آدمیوں کی یہ کثرت تھی کہ ان کا کوئی قدم زمین پر نہ لگنے پایا۔ اور سالوں کی نسبت اب کے ان لوگوں کی بڑی کثرت ہے۔

احرام کعبہ

آج کعبہ شریف کے چاروں طرف کے پردے قدآدم بلند کر دیئے گئے۔ نصف دیوار کے قریب قریب چاروں طرف سے کھل گئی ہے۔ اس تاریخ کو ہمیشہ یہ رسم ہوتی ہے اور اس کو احرام کہتے ہیں آج کے بعد ایک عرصہ تک پھر در اقدس نہیں کھلتا۔ یہ قاعدہ گویا اعلان وداع ہے۔ اللہ تعالےٰ دوبارہ ہمیں اس کی زیارت سے مشرف فرمائے اسی خیال سے ہم نے پہلے جمعہ کو ۲۴ر تاریخ رخصتی داخلہ کر لی تھی کہ پھر کثرت خلائق کے سبب سے داخلہ کا موقع ملے یا نہ ملے اور امیر الحاج عراق کے ہمراہ عجمی بہت آتے ہیں ان کا اژدحام یعنی جماعت کی کثرت اور بے تمیزی کو بھی بھلا دیتا ہے۔ احرام کعبہ کے روز مقام کریم کی جگہ سے لکڑی کا قبہ اٹھا کر لوہے کا رکھ دیا جاتا ہے۔ اگر لوہے کے سوا کسی اور چیز کا قبہ ہوتا تو غالباً عجمی اس کو کھا جاتے کیونکہ ان لوگوں کو ایسی زیارت کے دیکھنے اور اس پر گرنے کا بہت شوق ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے اخلاص کی جزا عطا فرمائے۔

شیبی محمد بن اسمٰعیل کی بحالی

اٹھائیسویں تاریخ منگل کے دن معزول شیبی اپنے بیٹوں کے ساتھ بڑے ناز و تبختر سے حرم شریف میں آیا۔ کعبہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ یہ خدمت پھر اسے مل گئی۔ اس نے کعبہ کا دروازہ کھولا اور اپنے بیٹوں سمیت رسیوں کے ذریعہ سے کعبہ میں داخل ہوا۔ یہ رسیاں کعبہ شریف کی چھت پر لوہے کی میخوں میں باندھ کر نیچے لٹکا دی ہیں اور رسیوں میں محمل کی قطع کی ایک لکڑی بندھی ہوئی ہے۔ جب کبھی ہوا سے کوئی پردہ پھٹ جاتا ہے شیبیوں میں سے ایک شخص اس میں بیٹھتا ہے اور رسیوں کو چرخیوں کے ذریعے سے کھینچتے ہیں تب وہ شخص اس مقام پر پہنچ کر پردہ درست کر دیتا ہے۔ ہم نے معزول شیبی سے عفو جرم کا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ پانچ

سو دینار مکیہ قرض لے کر تاوان میں داخل کئے تب جرم بخشی ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کارروائی کچھ کعبہ شریف کی غیرت کے خیال سے نہ تھی۔ تعجب ہے کہ ایسے مقدس مقام میں ان لوگوں کے ہاتھوں اس طرح کے فساد ہوں گے ان کا حال اس آیت شریف کے مطابق ہے۔ ان الظالمین بعضهم اولیاء بعض۔

دارالخیزران کی زیارت

انیسویں تاریخ بدھ کے دن ہم دارالخیزران میں گئے اسی مکان میں اسلام نے نشوونما پائی ہے۔ یہ مکان صفا کے سامنے ہے مکان میں داخل ہوتے وقت داہنے ہاتھ کو اس سے ملا ہوا ایک اور چھوٹا سا مکان ہے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔ یہاں ایک عمارت سرائے کے طور پر ہے اس میں حجاج کے کرایہ پر رہنے کے واسطے بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تعمیر جدید ہے۔ جمال الدین مذکورہ سابق نے ایک ہزار دینار میں اسے درست کرایا ہے۔ مکان میں داخل ہونے والے کے داہنی طرف ایک دروازہ ہے اور اس میں ایک بڑا اور خوشنما قبہ ہے اس قبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور وہ پتھر بھی نصب ہے جس پر آپ تکیہ لگاتے تھے قبہ کے داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جائے قیام اور اس کے داہنے جانب کو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ ہے۔ جس .. پتھر سے حضرت علی شیر خدا تکیہ لگاتے تھے۔ وہ ایک دیوار کے اندر بطور محراب کے لگا ہوا ہے۔ اسی دارالخیزران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کے ہاتھ سے اسلام کا اظہار ہوا۔ اللہ تعالے ان مقامات مقدس کی برکت سے ہمیں کامیاب کرے اور اس گروہ مطہر کی محبت میں ہمارا انجام فرمائے۔

ماہ ذی الحجہ ۵۷۹ھ

چاند کے متعلق گواہیاں

پندرھویں مارچ کو جمعرات کی شب میں چاند کی بابت قاضی کے سامنے گواہیاں گذریں۔ روایت کے بارہ میں یہاں عجیب وغریب شعبدے اور بہتان کئے جاتے ہیں تاکہ یوم حج جمعہ کو واقع ہو۔ گویا ان کے نزدیک جمعہ کے سوا اور کسی دن حج نہیں ہوتا۔ بدھ کے دن ۱۹ تاریخ تھی اور مطلع پر بالکل ابر گھرا ہوا

تھا۔ اس۔۔ ابر پر غروب کے بعد شفق کی کچھ سرخی نمایاں ہوئی لوگوں کو گمان ہوا کہ شاید بادلوں کے شگاف میں سے چاند نظر آجائے سب لوگ اسی جستجو میں تھے کہ یک بیک ایک شخص نے تکبیر کہی اور اس کے ساتھ سب آدمی تکبیریں کہنے لگے اور چاند دیکھنے کی فکر میں مبتلا ہوئے ہر شخص اپنے وہم وگمان پر اشارہ کرتا تھا اور خیالی چاند دیکھنے میں مصروف تھا اسی بنا پر مصرا ور مغرب کے لوگ بہت سی شہادتیں بنا کر قاضی کے سامنے ادائے شہادت کے واسطے جمع ہوئے قاضی نے ان کی شہادتوں کو جرح کے وقت بڑی فضیحت سے رد کیا اور کہا اگر کوئی ایسے ابر میں سورج کی بھی گواہی دیتا تو میں قبول نہ کرتا ۲۹ر تاریخ کے ہلال کا تو کیا ذکر ہے اور کہا کہ شاید تمہاری ابرو کا کوئی بال نظر کے سامنے آگیا ہوگا۔ اس کو تم نے ہلال تصور کیا۔ اس قاضی جمال الدین کی تحقیق اور تنقیح اس معاملہ میں قابل تحسین وآفرین ہے کیونکہ مناسک حج اہل اسلام کے واسطے بڑی معتبر چیزیں ہیں ان کے واسطے دور دراز سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اگر اس میں رعایت اور مروت کی جائے تو سب کی سعی بیکار ہو جائے۔

قاضی کا فیصلہ جمعہ کی شب میں بادلوں سے چاند نظر آیا اور تیسویں تاریخ کے باعث دیر تک روشن رہا اس واسطے عوام نے بہت شور وغوغا لیا اور جمعہ کے حج کی بشارت دینے لگے۔ گویا ان کے نزدیک علاوہ جمعہ کے اور ایام کا حج غیر مقبول ہے جمعہ کے روز اس گروہ نے قاضی کے سامنے حاضر ہو کر صحت رویت پر بے سروپا گواہیاں دیں قاضی نے ان کی گواہیاں رد کیں اور کہا کب تک اپنی نفس پرستی سے کج روی اختیار کروگے۔ امیر مکہ کا حکم ہے کہ اگر جمعہ کے روز عرفات میں جانے کا قصد ہو تو شب کو وہیں رہو اور ہفتہ کے دن بھی عرفات میں ٹھہر کر اتوار کی شب میں مزدلفہ میں قیام کرو۔ اگر حج کا دن خاص جمعہ ہوگا تو مزدلفہ کے قیام میں تاخیر کرنا ائمہ اہل اسلام کے نزدیک جائز ہے اور اگر ہفتہ کے دن حج ہوگا تو اس روز عرفات کی حاضری ضرور ہے لیکن صرف جمعہ کا دن مقرر کرنے میں مسلمانوں کے واسطے نقصان ہے اور انکے مناسک میں باعث فساد ہے اس لئے کہ وقفہ عرفات یوم ترویہ یعنی ۸ر ذی الحجہ کو جائز نہیں ہے اس تقریر سے سب رضامند ہو گئے اور قاضی کا شکر ادا کر کے چلے آئے۔

اعلان ایام حج شہر الحرام میں سے یہ تیسرا مہینہ ہے اور اس کا عشرۂ اولی مخلوق کے جمع ہونے

کا زمانہ اور حج کا وقت ہے۔ تکبیریں پڑھنے۔ قربانی کرنے اور نزول برکت و رحمت کا یہ مہینہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ماہ مبارک کے حسنات سے مالا مال کرے اور بار معصیت سے سبک دوش فرمائے اب سب کو امیر الحاج عراق کے آنے کا انتظار ہے امید ہے کہ اسے پورے طور پر چاند کی صحت ہوگی۔ ان گزشتہ ایام میں اقوام سرو اور دیگر حجاج مع سامان ضرورت اہل مکہ اس کثرت سے آئے ہیں کہ سوائے خدا کے ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا اس شہر کی یہ ظاہر کرامت ہے کہ آبادی کا ایک چھوٹا سا میدان ہے جسکی چوڑائی ایک پرتاب تیر کے فاصلے کی قدر یا اس سے بھی کم ہوگی اور اس قدر بڑی جماعت کی اس میں گنجائش ہے! اگر یہ مجمع کسی بڑے شہر میں ہوتا تب بھی اس قدر مخلوق کو کافی نہ ہوتا اس شہر کی بزرگیاں اگرچہ بیان بشری سے باہر ہیں مگر علما نے صرف اس قدر تشبیہ دی ہے " اہل درود کے واسطے اس شہر کی وسعت اسی طرح ہے جسطرح رحم مادر کی وسعت مولود کے لئے اسی طرح مقام عرفات اور تمام زیارات اس مبارک شہر کے برکات اور کرامات سے معمور ہیں اس ماہ مبارک کے شروع سے عرفات کے جانے تک روزمرہ صبح وشام اور نماز کے وقت امیر مکہ کے حکم سے نقارے بجتے ہیں گویا یہ ایام حج کا اعلان ہے

امیر عثمان عدنی کی آمد

پیر کے روز چوتھی یا پانچویں تاریخ امیر عثمان بن علی حکمران عدن سیف الاسلام کے خوف سے بھاگ کر یہاں آیا۔ اس نے عدن میں سیف الاسلام کی آمد کی خبر سنکر بہت سامال واسباب کشتیوں میں بھر کر براہ دریا بھاگنے کا قصد کیا مگر کشتیاں ساحل تک نہ پہنچی تھیں کہ سیف الاسلام کی جماعت نے آگھیرا اور کشتیوں کا مال لوٹ لیا۔ عثمان اپنے خدام میں سے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر بعافیت ساحل پر پہنچ گیا اور وہاں سے مکہ شریف کو آیا اول رات میں اپنا نقد وجنس خدام کے ساتھ شہر میں بھیجا اور دن کو خود شہر میں آکر اپنے مکان میں جو پہلے سے بنا رکھا تھا مقیم ہوا اس کا حال بہت طول وطویل ہے وہ مدت تک یمن میں حکمران رہا اور خوب مال جمع کیا رعایا کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت برا تھا۔ تاجروں کا مال طرح طرح سے لوٹتا تھا۔ صلاح الدین کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی جب کسب ناجائز سے خزانہ قارون جمع کر لیا اس وقت اعمال کے وبال نے بلا میں پھنسا دیا۔ سچ ہے " دنیا اپنے احباب کو فنا کرنے والی اور اپنی اولاد کو کھانے والی ہے " اطاعت خداوندی

سب سے بہتر غنیمت اور ثواب آخرت سب سے عمدہ ذخیرہ انسان کی بہبود کا ہے۔

حج اکبر کا اعلان

اس ماہ مبارک کے چاند کی تحقیقات ہنوز درپیش ہے۔ جا بجا سے خبریں جمعرات ہی کی شب کے چاند کی آئیں۔ اس امر پر بہت سے شریف اور ثقہ لوگوں نے جو یمن اور مدینہ طیبہ سے آئے ہیں۔ قاضی کے سامنے گواہیاں دیں لیکن قاضی کو اب تک امیر الحاج عراق کا انتظار ہے تاکہ اس بارہ میں اس سے تحقیق کرے ساتویں تاریخ بدھ کے دن ایک جاسوس کی معرفت امیر العراقی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور جمعرات کی شب کا چاند پایۂ ثبوت کو پہنچا۔ امیر مکثر کی بداغالیوں کے باعث خلیفہ کو اس سے رنج ہے اس لئے اہل مکہ کے قلبوں میں امیر العراقی کی تاخیر ورود سے ایک تشویش پیدا ہوگئی تھی مگر اس جاسوس کے خوش وخرم آنے سے وہ پریشانی جاتی رہی۔ الغرض متواتر اخبار سے غرۂ ذی الحجہ جمعرات کا ثابت ہوا۔ تب آج قاضی نے بعد ظہر حسب دستور قدیم خطبہ پڑھا اور اس میں مناسک حج کی تعلیم کی اور کہا کہ کل یوم ترویہ ہے اور حجاج کے منیٰ میں پہنچنے کا دن ہے اور جمعہ یوم حج اور عرفات میں حاضر ہونے کا روز ہے حدیث شریف میں اس دن کے حج کا ثواب ستر حجوں کے برابر ہے اور اس دن کے حج کو اور ایام کے حج پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح جمعہ کو اور ایام پر فضیلت ہے۔

حالاتِ حج

امیر عثمان عدنی کا کارنامہ

جمعرات کی صبح کو سب لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں سے عرفات کو جانے لگے۔ منیٰ میں رات کا قیام سنت ہے مگر بنی شعبہ کے خوف سے جو حجاج کو راہ میں لوٹتے ہیں یہ سنت ترک کرنا پڑی اس سال امیر عثمان عدنی نے حجاج کی حفاظت میں ایسی کوشش کی کہ امید ہے اس کے صلہ میں اس کی تمام گزشتہ خطائیں معاف ہوگئی ہوں مزدلفہ اور عرفات کی راہ میں دو پہاڑیوں کے درمیان میں ایک تنگ راہ ہے اس جگہ بائیں طرف کے ایک پہاڑ سے شعبی قوم کے لوگ اتر کر حجاج کو لوٹ لیتے ہیں اس گھاٹی میں امیر عثمان اپنے مسلح ہمراہیوں کے ساتھ حاجیوں کی حفاظت کرتا رہا۔ اور ایک چھوٹا سا خیمہ کھڑا کرکے وہاں خود حاضر رہا ایک سوار کو حکم دیا کہ وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر

بائیں طرف کے پہاڑ پر چڑھ جائے۔ اس پہاڑ کی راہ ایسی دشوار گزار ہے کہ پیدل بھی اس پر چڑھنا مشکل ہے۔ مگر اس سوار پر سب کو تعجب تھا کہ کس خوبی سے پہاڑ پر گھوڑا دوڑا کرے گیا غرض کہ اس امیر کے باعث تمام حجاج امن میں رہے۔ امیر نے دو اجر حاصل کئے ایک حج کا اور دوسرے جہاد یعنی بندگان خدا کی جان و مال کی حفاظت کا۔

عرفات

آج تمام دن اور تمام رات جمعہ کی صبح تک لوگ عرفات کو جاتے رہے۔ عرفات میں اس قدر آدمی جمع ہوئے کہ سوائے خدا کے اس کا شمار کوئی نہیں جانتا مزدلفہ عرفات اور منیٰ کے درمیان میں ہے۔ منیٰ سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے عرفات کا فاصلہ اس قدر ہے جس قدر کہ مکہ سے منیٰ کا فاصلہ ہے یعنی ہر ایک مقام کا درمیانی فاصلہ پانچ پانچ میل ہے۔ مزدلفہ کے تین نام ہیں ایک تو مزدلفہ۔ دوسرا مشعر الحرام اور تیسرا جمعاً۔ اس سے میل بھر ورے وادی محسر ہے یہ میدان منیٰ اور مزدلفہ کی حد ہے۔ واپسی کے وقت اس جگہ دوڑ کر چلنے کا قدیم دستور قائم ہے۔ مزدلفہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک کشادہ میدان ہے اور اس کے چاروں طرف زبیدہ خاتون کے زمانے کی بنائی ہوئی حوضیں اور آب ریزیں ہیں اس میدان کے بیچ میں ایک اونچے ٹیلے پر ایک قبہ ہے اس پر ایک مسجد ہے۔ مسجد کے دونوں طرف سیڑھیاں ہیں عرفات کو جاتے وقت۔ لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں واپسی میں شب کو اس جگہ قیام کرتے ہیں اور مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ عرفات بہت فراخ اور وسیع میدان ہے اس کی وسعت محشر مخلوق کے لئے کافی ہے۔ اس کے چاروں طرف بکثرت پہاڑ ہیں اور بیچ میں جبل رحمت ہے جبل رحمت کے گرد میں اور اس کے اوپر موقف عرفات ہے پہاڑ کے سامنے دو میل کے فاصلے پر دو نشان ہیں۔ ان میلوں (نشان) کے سامنے عرفات تک کل میدان داخل حلت ہے اور اس کے سوا داخل حرمت ہے۔

بطن عرنہ

ان میلوں کے قریب عرفات کی طرف کو بطن عرنہ ہے یہ وہ مقام ہے جہاں کھڑے ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔ عرفات کلہا موقف وارتفعوا عن بطن عرنہ (کل عرفات موقف ہے اور بطن عرنہ سے ہٹ جاؤ)۔ اس لئے اس جگہ کھڑے ہونے والے کا حج صحیح نہیں ہے۔ حجاج کو اس مقام کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر ساربان شام کے قریب حجاج کو جلد نکل چلنے کا لالچ دے کر رفتہ رفتہ ان نشانوں کی طرف

ے جا کر بطن عرفہ پہنچا دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھا کر حج باطل کر دیتے ہیں ہر شخص کو چاہیئے کہ غروب سے پہلے موقف عرفات سے جدا ہونے کا ارادہ نہ کرے۔

جبل رحمت

وسط میدان میں اور پہاڑوں سے منقطع ہے اور اس کے پتھر بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ چڑھائی بہت سخت تھی مگر جمال الدین وزیر نے چاروں طرف ایسی سیڑھیاں بنا دی ہیں کہ باربرداری کے جانور بھی چڑھ سکتے ہیں اس پہاڑ پر ایک قبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے۔ قبہ میں ایک مسجد بھی ہے اس میں تبرکاً نماز پڑھتے ہیں مسجد کے چاروں طرف کشادہ اور وسیع سطح ہے وہاں سے عرفات کا تمام میدان نظر آتا ہے اور سطح پر قبہ رو ایک دیوار ہے وہاں بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ عرفات میں قبلہ مغرب کی طرف ہے اس لئے کہ کعبہ شریف یہاں سے مغرب کو ہے اس پہاڑ کے نیچے اگر قبلہ رو کھڑے ہوں تو بائیں طرف کو ایک پرانا مکان ہے اس پر بالاخانہ ہے اور بالاخانے میں کھڑکیاں ہیں۔ یہ مکان حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس مکان کے بائیں طرف ایک پتھر پہاڑ سے ملا ہوا ہے حج کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جبل رحمت اور اس مکان کے اطراف میں حوض اور کنوئیں کثرت سے ہیں۔ مکان سے قریب بائیں طرف کو ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مذکورہ بالا دونوں میلوں کے بائیں طرف ایک نہایت وسیع پرانی مسجد ہے اس کی صرف قبلہ رو دیوار باقی ہے یہ مسجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ حج کے دن اسی مسجد میں خطبہ ہوتا ہے اور ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں۔ اسی سمت دور تک اراک کے درختوں کا سرسبز جنگل ہے جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہرا بھرا نظر آتا ہے۔

عرفات میں حج کا اجتماع

جمعرات کے دن اور جمعہ کی شب میں تمام حجاج عرفات میں آکر جمع ہوئے۔ اسی شب میں ایک پہر رات رہے امیر الحاج عراقی نے عرفات میں پہنچ کر جبل الرحمت کے داہنی طرف ایک کشادہ میدان میں خیمہ نصب کیا۔ جمعہ کے دن صبح کو عرفات میں اس قدر مجمع تھا کہ اس کی مثال سوائے حشر کے اور کوئی سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر یہ حشر حصول ثواب کے واسطے ہے نہ حساب کے لئے بڑے بڑے محققین کا خیال ہے کہ عرفات میں پہلے کبھی اس قدر اجتماع نہیں ہوا ہارون الرشید کے عہد میں بھی ایسا ؛

اژدہام نہیں ہوا۔ حج کرنے والوں میں سے یہ آخری خلیفہ تھا۔ اللہ تعالٰے اس جماعت کو مرحوم و معصوم فرمائے۔ جب نماز ظہر اور عصر سے فراغ ہوا تمام حاضرین عرفات میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبانیں تکبیر و دعاء میں مصروف تھیں ہم نے اس دن سے زیادہ کسی مجمع میں سر جھکے آنسو بہتے اور دل خوف و ہیبت سے بھرے ہوئے نہیں دیکھے۔ غروب آفتاب تک یہی ہنگامہ رہا اور آفتاب کی تمازت نے چہروں کو جلا دیا۔

حجاج کا بازگشت

امیر الحاج بھی اپنے زرہ پوش سپاہیوں کے ساتھ چھوٹی مسجد کے قریب پتھروں سے متصل کھڑا تھا۔ یمنی قوم سرو نے اپنے مقامات موروثی اور مقررہ پر قیام کیا۔ ان کی وراثت میں یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے پشت بہ پشت چلے آتے ہیں اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے مقام پر تصرف نہیں کر سکتا۔ اس گروہ کا مجمع اب کے سال اور سالوں کی نسبت زیادہ ہے اسی طرح امیر العراقی کے ہمراہ بھی امرائے خراسانی اور ذی عزت عورتیں بہت سی آئی ہیں ان عورتوں کو خواتین کہتے ہیں جس کا واحد خاتون ہے۔ سب حجاج نے بازگشت حج کے وقت مالکی امام کا اقتدا کیا اس لئے کہ مالکیہ کے نزدیک بازگشت کا وقت بعد غروب آفتاب ہے۔ لیکن یمنی سرو جماعت نے اس سے پہلے ہی بازگشت شروع کر دی جب بازگشت کا کامل وقت ہوگیا امام مالکی نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے اپنے مقام سے حرکت کی اس کے ساتھ ہی تمام گروہوں نے یکبارگی اس جوش کے ساتھ بازگشت کی کہ زمین ہلنے لگی اور پہاڑ تھرانے لگے۔ یہ موقف بھی کیسا مبارک اور مسعود تھا روح کا سرور اور دلوں کا مقصود تھا۔ اللہ تعالٰے ہمیں اس موقف کے گروہ خاص میں شامل فرمائے اور اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے

امیر العراقی کی قیام گاہ

امیر العراقی کی قیام گاہ نہایت خوش منظر اور بارونق تھی۔ طرح طرح کی نادر الصنعت خیمے اور خرگاہیں استادہ تھیں۔ سب سے عجیب خاص امیر کی خرگاہ تھی اس کے چاروں طرف چاردیواری کی طرح کتان کا سراچہ استادہ تھا یہ سراچہ گویا باغ کا احاطہ تھا اس کے اندر خیموں کے قبے سفیدی میں سیاہ نقوش سے بھرے ہوئے نئے نئے رنگ کے نظر آتے تھے۔ دور سے ان قبوں کی صورت باغ کے شگوفوں کی سی معلوم ہوتی تھی سراچہ پر چاروں طرف سفیدی میں سپر کی طرح کے نشان سیاہ بنے ہوئے تھے دیکھنے

والوں کو دور سے اسکی عظمت کے باعث کالی کالی ڈھالیں معلوم ہوتی تھیں۔ دروازے بہت بلند ہیں اور بجائے خود ایک محل ہیں۔ دروازوں کے اندر ڈیوڑھیاں اور اوٹیں ہیں۔ ان میں سے گزر کر اس میدان میں پہنچتے ہیں جہاں خیمے نصب ہیں گویا یہ امیر ایک ایسے شہر میں مقیم ہے جو اس کی رفتار کے ساتھ متحرک ہوتا ہے اور قیام کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے۔ یہ سب سامان ملوکانہ عظمت واقتدار کا ہے۔ اس قسم کا سامان شاہان مغرب کے پاس نہیں ہے۔ دروازے اس قدر بلند ہیں کہ سوار مع نشان کے بغیر سر جھکائے داخل ہو سکتا ہے۔ سراچہ کتان کی رسیوں سے بہت مضبوطی سے میخوں میں بندھا ہوا ہے اور میخیں ترتیب وار اشکال ہندسہ میں چاروں طرف گڑی ہوئی ہیں۔ باقی سرداروں کے خیمے اس سراچہ سے علیٰحدہ ہیں۔ لیکن سب اسی طرح قبہ دار اور خوش نما ہیں گویا ان پر تاج رکھے ہوئے ہیں۔ غرض کہ یہ مقام ہر قسم کی آرائش کے سامان سے آراستہ ہے۔ اور اس کا وصف بہت طول وطویل ہے اس قسم کے سامان کی زیادتی ان لوگوں کی کثیر المالی اور مرفہ الحالی پر دلالت کرتی ہے۔

غشاوات

ان لوگوں کے سواری کے اونٹوں پر بھی خوبصورت سایہ دار قبے ہیں اور لکڑی کے محملوں پر نصب ہیں۔ ان محملوں کو غشاوات کہتے ہیں اور انکی شکل جوف دار صندوق کی سی ہے۔ یہ محمل مرد اور عورتوں کے واسطے مثل جھولے کے ہیں۔ اندر نرم نرم بستر بچھے ہیں ان میں بیٹھنے والے کو ایسی راحت ملتی ہے جیسے بچے کو جھولے میں آرام ملتا ہے۔ اسی طرح مقابل کے دوسرے حصہ میں سایہ دار قبہ لگا ہوا ہے۔ اس طرف اس مرد کی عورت یا کوئی دوسرا مرد آرام سے بیٹھتا ہے یہ دونوں شخص سوتے ہوئے یا ان کا جو جی چاہے کام کرتے ہوئے بآسائش تمام چلے جاتے ہیں۔ منزل پر پہنچ کر اگر صاحب مرتبہ ہوتے ہیں ان کے واسطے سراچہ لگایا جاتا ہے اس کے اندر مع محل کے داخل ہو کر سیڑھی کے ذریعے سے اترتے ہیں اور بغیر ہوا لگے محل کے سایہ سے نکل کر قبۂ منزل میں پہنچ جاتے ہیں ان لوگوں کو نہ قافلے سے پیچھے رہ جانے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے اور نہ محمل کے کھولنے باندھنے کی مصیبت اٹھانا پڑتی ہے۔ سفر میں انسان کے واسطے اس قدر آرام بہت کافی ہے ان میں سے کم درجے کے لوگ محارات میں سوار ہوتے ہیں۔ ان کی شکل شقدفوں کی سی ہوتی ہے۔ مگر شقدف چوڑا چکلا ہوتا ہے اور یہ تنگ

دکوتاہ ہوتے ہیں۔ محارات پر بھی آفتاب کی تمازت سے بچنے کے لئے سایہ ہوتا ہے۔ جن کی مقدرت اس سے بھی کم ہے ان کو ان سفروں میں عذاب الیم کا سامنا ہوتا ہے۔

مزدلفہ میں قیام

قصہ کوتاہ بعد غروب آفتاب عرفات سے پلٹ کر عشا کے وقت مزدلفہ میں آئے یہاں مغرب اور عشا کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ملا کر پڑھی آج کی رات تمام مشعر الحرام یعنی مزدلفہ مشعل اور شمع کی کثرت سے منور ہو رہا ہے روشنی کی کثرت سے مسجد کا یہ حال ہے کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ شاید آسمان سے تارے ٹوٹ پڑے ہیں شب جمعہ میں بھی حالت جبل رحمت اور اس کی مسجد کی بھی یہی تھی۔ عجمی اور عراقی بڑی عالی ہمتی سے ان متبرک مقامات کے واسطے شمعوں کا انبار ہمراہ لایا کرتے ہیں اسی سبب سے ان لوگوں کے قیام کے زمانے تک حرم شریف میں بھی شمعوں کی کثرت ہوتی ہے۔ حرم میں آنے کے وقت ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی ہے ان کا مجمع اکثر امام مالکی کے مصلے پر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ سب اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ ہم نے ان کی لائی ہوئی بڑی بڑی شمعیں دیکھیں جن میں سے ایک مالکی مصلّے کے سامنے لگی ہوئی ہے۔ وہ شمع بجائے خود ایک سرو کے درخت کے برابر ہے اور چالیس آدمیوں سے بھی اس کا اٹھانا دشوار ہے الغرض ہفتہ کی شب میں سب لوگ مزدلفہ میں رہے۔

منیٰ کو روانگی

صبح کو نماز کے بعد کچھ دیر دعا کی اور پھر منیٰ کو روانہ ہوئے اکثر نے یہاں سے جمروں کے واسطے کنکریاں چن لیں کیونکہ یہاں سے کنکریاں لے جانا مستحب ہے بعض نے مسجد الخیف کے پاس سے کنکریاں جمع کیں۔ منیٰ کو آتے وقت وادی محسر میں دوڑ کر آنا پڑا۔ اس وادی کی حد میں دوڑ کر چلنے کا دستور ہے۔ منیٰ میں پہنچ کر پہلے جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی اور تقیدات احرام سے فراغت پائی مگر خوشبو کے استعمال اور عورت سے قربت کی تا طواف افاضہ ممانعت ہے۔ قربانی کے بعد بعض لوگ اسی دن مکہ کو جا کر طواف افاضہ کرتے ہیں اور بعض دوسرے دن جا کر فارغ ہوتے ہیں باقی لوگ تیسرے دن جا کر طواف افاضہ کرتے ہیں اور یہی دن مکہ میں واپس آنے کا ہے۔۔۔۔ قربانی کے دوسرے دن زوال کے وقت تینوں جمروں پر سات سات کنکریاں ماریں۔ اول جمرۃ الاولیٰ پر اور پھر

جمرۃ الوسطیٰ پر۔ اول الذکر دونوں مقاموں پر کنکریاں مار کر دعا کی مگر جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مار کر دعا نہ کی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔ آج کنکریاں مارنے کے بعد مسجد الخیف میں خطیب نے خطبہ پڑھا اور ظہر و عصر کی نماز ملا کر پڑھی۔ یہ خطیب امیر العراق کے ہمراہ خلیفہ کی طرف سے مکہ کی حکومت قضا اور خطبہ خوانی کے واسطے آیا ہے۔ اس کا تاج الدین نام ہے۔ بظاہر یہ شخص غبی اور کم فہم معلوم ہوتا ہے۔ اسکی خطبہ خوانی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ زبان فصیح نہیں ہے۔ قربانی کے تیسرے روز کنکریاں پوری کر کے سب لوگ مکہ کو واپس آئے بعض نے عصر کی نماز راہ میں اور بعض نے حرم شریف میں آ کر پڑھی جو لوگ پہلے چلے آئے تھے انھوں نے ظہر کی نماز راہ میں ادا کی۔

منیٰ سے واپسی

پہلے منیٰ میں قربانی کے بعد تین روز ٹھہر کر ستّر کنکریاں پوری کرنا قدیمی سنّت تھی مگر اس زمانہ میں اقوام بنی شعبہ اور دیگر غارتگروں کے خوف سے وہ رسم ترک کر کے اس آیت شریف کے مطابق دو روز پر اکتفا کیا گیا ہے فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ (پھر جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں چل کھڑا ہو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو دیر تک ٹھہرا ہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں سورہ بقر آیت ۲۰۳) منیٰ سے واپسی کے وقت مکہ کے حبشیوں اور عراق کے ترکوں میں بڑی جنگ و جدل ہوئی۔ دونوں فریقوں میں تلواریں کھنچیں اور کمانیں چڑھیں اکثر آدمی زخمی ہوئے اس ہنگامہ میں بعض سوداگروں کا مال بھی لٹ گیا۔ کیونکہ منیٰ میں تین روز تک ہر قسم کی بیش قیمت و کم قیمت اشیاء کا بازار لگایا جاتا ہے اس لئے کہ ہر ولایت کا آدمی اس مقام پر جمع ہوتا ہے القصہ بعنایت الٰہی یہ فتنہ جلد فرو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حجاج نے اپنے تمام مناسک سے بخیر و خوبی فراغت پائی۔

کعبہ شریف کا تبدیل غلاف

قربانی کے دن امیر العراق کے فرودگاہ سے کعبہ شریف کا غلاف چار اونٹوں پر لاد کر جدید قاضی کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قاضی کا سیاہ لباس تھا اور دو سیاہ نشانوں کے سایہ میں وہ جا رہا تھا پیچھے پیچھے نقارے بجتے جاتے تھے بڑے شیبی محمد بن اسمٰعیل کا چچیرا بھائی قاضی کے ساتھ

تھا۔ سنا جاتا ہے کہ محمد بن اسمعیل شیبی کو خلیفہ نے اس کی بدچلنی کی خبر سن کر معزول کر دیا ہے۔
اس روز یہ غلاف کعبہ شریف کی چھت پر رکھا گیا اور تیرھویں تاریخ منگل کے دن شب شیبی غلاف چڑھانے میں مشغول ہوئے۔ یہ غلاف[1] بہت سبز تھا اور اس پر سرخ خطوط تھے۔ مقام کریم کے سامنے دروازے والی دیوار کے پردہ پر بسم اللہ شریف کے بعد لکھا ہے ان اول بیت وضع للناس الخ چاروں طرف پردوں پر خلیفہ کا نام اور اس کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ تحریروں کے گرد دو دو سرخ جدولیں ہیں اور ان میں چھوٹے چھوٹے سفید دائرے ہیں۔ دائروں کے اندر باریک حرفوں میں آیات قرآنی اور خلیفہ کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ جب کعبہ کا لباس درست کر چکے تو عجمیوں کے ہاتھوں سے پردوں کو محفوظ رکھنے کے واسطے اس کے دامن اونچے کر دیئے اس لئے کہ یہ لوگ پردوں کو بے دریغ کھینچتے ہیں اور بشوق تمام ان پر گرتے ہیں ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو دیبائے سبز کا لباس پہنا دیا ہے۔ اللہ تعالے ہر ایک مشتاق کو اسکی لقائے پر انوار سے مالامال کرے۔

حجاج کا غلبہ شوق

آج کل اہل عراق وخراسان کے واسطے خانۂ کعبہ روز کھلتا ہے داخلہ کے وقت ان لوگوں کا ہجوم ایک دوسرے پر گرنا اور سروں پر سے کود کود کر جانا ایک ایسا ہولناک ہنگامہ ہے جس میں ہاتھ پاؤں ٹوٹنے اور جان جانے کا اندیشہ ہے لیکن اس گروہ کو فرط سرور اور غلبۂ شوق کے باعث کسی بات کی پروا نہیں ہے چاروں طرف سے خانہ اقدس پر اس طرح گرتے ہیں جیسے شمع پر پروانے۔ بلکہ بعض لوگ اس ہنگامہ میں جان سے بھی جاتے ہیں۔

بعض عورتیں جو اس اژدحام سے نکالی گئیں ان کے جسم کی کھال بھیڑ کی گرمی اور انفاس شوق کی حرارت سے پک گئی تھیں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر اقوام سرد کا مجمع یاد آگیا۔ لیکن ان لوگوں میں ان کی نسبت بہت تمکین و وقار ہے۔

---

[1] فاطمی خلفاء کا سرکاری رنگ سبز تھا۔ اس لئے انھوں نے کعبہ کا غلاف اپنے اثر سے سبز کرا دیا تھا ورنہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے سفید غلاف کے بعد سے ہمیشہ اس کا رنگ سیاہ رہا ہے۔

خراسانی عالم کا وعظ پندرھویں تاریخ جمعرات کی شب میں عشاء کے بعد مقام کریم کے سامنے منبر رکھا گیا ایک خوبصورت اور خوش شمائل خراسانی نے منبر پر چڑھ کر عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں خطبہ کہا۔ اس کی فصاحت اور خوبی بیان قابل تحسین ہے عجمی زبان میں بھی اس دلچسپی کے ساتھ بیان کو رونق دی کہ تمام عجمیوں کے دل شوق سے بھر گئے اور آہ وزاری ہونے لگی حق تو یہ ہے کہ اس شخص نے دونوں زبانوں میں سحر حلال ظاہر کیا۔

خطبہ دوسری شب حطیم حنفی کے سامنے منبر رکھا گیا اور ایک بزرگ سفید ریش صاحب عظمت نے خطبہ شروع کیا اس خطبہ میں آیت الکرسی کے کلمہ کلمہ کو تضمین کیا تھا اس کے بعد فنون علمی کا بیان اور دونوں زبانوں میں وعظ شروع کیا اس کے بیان نے قلبوں کو ہلا دیا اور امید وبیم سے بھر دیا اسی اثنا میں بعض مسائل پر کچھ لوگوں نے جرح کی ان کے جواب اس بلاغت اور بے باکی سے دیتا تھا کہ اہل فضل وکمال کو حیرت ہوتی تھی۔ الغرض ہر شخص اس کے بیان پر متعجب تھا گویا بیان کا القا ہوتا تھا۔ ممالک شرقیہ کے وعظوں کی یہ طرز بیان ان کے فضل و کمال اور طلاقت لسانی کا نمونہ ہے۔ یہ لوگ ایک ہی فن میں نہیں بلکہ مختلف فنون میں کامل دست گاہ رکھتے ہیں۔ کسی فن میں اعتراض کیا جائے طرفۃ العین میں معقول جواب دیتے ہیں ان واعظوں کے آگے قاری اس خوش الحانی سے قرأت کرتے ہیں کہ پہاڑوں کو جنبش ہوتی ہے گویا نغمۂ داؤدی ادا کرتے ہیں ان سب خوبیوں کا جمع ہونا تعجبات سے ہے اس معمر واعظ نے احادیث کی اسناد میں ہر راوی کے پانچ پشت تک سلسلہ وار نام اور القاب بیان کئے۔ یہ شخص اس فن میں کامل استعداد رکھتا ہے۔

موسم حج کا بڑا بازار حج کے موسم میں حرم شریف میں بڑا بازار لگتا ہے اس میں غلہ سے لے کر جواہر تک ہر قسم کی جنس فروخت ہوتی ہے۔ آٹے کی دوکانیں دار الندوہ میں باب بنی شیبہ کی طرف ہوتی ہیں اور بڑا بازار عرب سے شمال کی جانب کے دو دالانوں میں ہوتا ہے۔ خدا جانے یہ خلاف شرع کام کس وجہ سے جاری ہے۔

۲۰ر تاریخ (یکم اپریل) اتوار کے روز ہم نے بیرون شہر امیر العراقی کی فرودگاہ میں آکر قیام کیا اور ایک ساربان سے موصل تک کا ہمارا کرایہ طے ہوگیا۔ موصل بغداد سے دس منزل آگے ہے اس فرودگاہ میں ہم تین روز رہے روزمرہ کعبہ شریف کی زیارت کو آتے تھے اور واپسی کے وقت وداع کرکے جاتے تھے۔ یہ پڑاؤ شہر سے دو میل ہے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

۲۲ر تاریخ کو جمعرات کے دن دوپہر کے وقت قافلہ کا کوچ ہوا۔ مگر ناوقت کوچ کرنے کے باعث تھوڑی منزل طے کرکے بطن مر میں مکہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر قیام کیا۔ مکہ معظمہ میں آٹھ مہینے دس دن جس کے کل ۲۴۵ دن ہوتے ہیں ہمارا قیام رہا۔ کیونکہ ہم ۱۳ر ربیع الآخر ۵۷۹ھ کو جمعرات کے دن اس مقدس شہر میں داخل ہوئے اور ۲۲ر ذی الحجہ سنہ مذکور کو جمعرات کے دن اس مقام مبارک سے کوچ کیا ان تمام ایام میں صرف تین دن کعبہ شریف کی زیارت سے محروم رہے ایک عرفات کے دن دوسرے قربانی کے دن اور تیسرے کوچ سے ایک روز قبل یعنی ۲۱ر ذالحجہ کو بدھ کے دن۔

باب ۶

مدینہ منورہ

بطن مرّ

القصہ ہم جمعرات کے روز نماز ظہر کے بعد یہاں سے رخصت ہو کر بطن مرّ میں پہنچے یہ مقام نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ خرمے کے درخت بکثرت ہیں اور جابجا چشمے جاری ہیں۔ اس کے اطراف بہت وسیع ہیں اور کثرت سے اس میں گاؤں آباد ہیں یہاں سے میوہ وغیرہ مکّہ کو جاتا ہے۔

معزز خواتین

جمعہ کے روز ایک خاص وجہ سے یہاں ٹھہرنا پڑا اس کی یہ تفصیل ہے کہ ملکہ خاتون شاہ ارمن کی بیٹی اس قافلے کے ساتھ ہے۔ جمعہ کی شب میں وہ اپنے چند خاص خدام کے ساتھ یہاں سے مکہ معظمہ کو چلی گئی۔ صبح کو اسکی تلاش میں امیر العراقی نے اپنے معتمدوں کو روانہ کیا۔ یہ عورت جلیل القدر ہے اس لئے اس کے انتظار میں آج مقام کرنا پڑا۔ ہفتہ کی شب میں سوتے وقت ملکہ واپس آئی۔ اس کے اس طور پر چلے جانے میں مختلف اقوال ہیں۔ کوئی کہتا ہے امیر العراقی سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ کوئی کہتا ہے جذبات شوق کے باعث بیتابانہ خانہ کعبہ کو گئی تھی۔ مگر حقیقت اصلی معلوم نہ ہوئی۔ اس عورت کی عمر پچیس سال ہے اور اس کے تمام افعال خیر و صلاح کے ہیں۔ حجاج کی آسائش کے واسطے تیس اونٹ آب کش مقرر کر دیئے ہیں اور اسی قدر اونٹ ان کے سامان خورد و نوش کے واسطے مامور

ہیں۔ اپنے خاص متعلقین کے واسطے سو اونٹوں پر کھانے پینے کا سامان اور کپڑا وغیرہ لدا ہوا ہے اس کا باپ امیر مسعود۔ دروب۔ ارمن اور بعض قطعات ممالک روم کا فرماں روا ہے۔ اس کی سلطنت بہت وسیع ہے اور فوج نہایت قوی ہے۔ کہتے ہیں فوج میں ایک لاکھ سوار ہیں اس ملکہ کا شوہر نورالدین ممالک آمد وغیرہ کا حکمران ہے۔ اس کی سرکار میں بھی بارہ ہزار سوار ملازم ہیں اسی طرح اس قافلہ میں دو اور جلیل القدر عورتیں ہیں ایک تو معزالدین حاکم موصل کی ماں اور نورالدین ملک شام کے بھائی امیر بابک کی بیوی ہے اور دوسری وتوس مالک اصفہان کی بیٹی ہے۔ ان تینوں خاتونوں کے افعال خیر اور اموراتِ جود وسخا کی اس راہ میں بہت کثرت ہے اور سامان زینت وآسائش ملوکانہ کی بھی ایسی ہی افراط ہے۔ یہ خاتونیں امیر العراقی کی ذمہ داری میں ہیں امیر العراقی کا نام ابوالمکارم طاشتگین ہے۔ یہ شخص آٹھ برس سے خلیفہ کی جانب سے اس خدمت پر مقرر ہے۔

عسفان

۲۴ر تاریخ ہفتہ کے دن اس مقام سے روانہ ہوکر عسفان کے قریب جاکر ٹھہرے اور پھر آدھی رات سے کوچ کر کے صبح کو عسفان میں پہنچے۔ یہ جگہ پہاڑوں کے درمیان میں ایک ہموار زمین کا قطعہ ہے اور یہاں ایک کنواں (آبار) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے ایک برج دار قلعہ ویران پڑا ہے۔ بے مرمتی اور ویرانی کے سبب سے قلعہ میں کہنگی کے آثار پیدا ہیں اور جابجا سے عمارت گر پڑی ہے۔ اس جنگل میں مقل کے درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ یہاں آرام کے واسطے تھوڑی دیر قیام کیا اور بعد نماز ظہر یہاں سے روانہ ہوکر خلیص میں پہنچے۔

خلیص

خلیص بھی ایک ہموار قطعہ زمین ہے۔ خرمہ کے باغات کی کثرت ہے۔ اس میدان میں ایک ویران قلعہ ہے اس کے قریب ہی ایک پہاڑ پر پختہ قلعہ ہے یہاں ایک چشمہ بھی ہے اور اس کے قریب چہ بچے ہیں۔ چشمے کا پانی ان میں جمع ہوتا ہے اور لوگوں کے صرف میں آتا ہے۔ اہل قافلہ نے یہاں سے کافی پانی بھر لیا اس لئے کہ اگلی منزل میں پانی کی قلت ہے پیر کے روز پانی بھرنے اور اونٹوں کو پلانے کے واسطے یہاں ٹھہرنا پڑا۔ اس قافلہ میں اہل عراق اور انکی حمایت میں خراسانی اور موصلی وغیرہ تمام اطراف کے آدمیوں کی یہ کثرت ہے کہ ان کا شمار سوا خدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اس انبوہ نے تمام روئے زمین کو گھیر لیا ہے اور عرصہ بیابان ان پر تنگ

ہے۔ ان کے بوجھ سے زمین دبی جاتی ہے اور جنبش کے ساتھ متزلزل ہوتی ہے۔ اس قافلہ کے باعث سے سطح زمین ایک دریائے موج خیز کی صورت نظر آتی ہے جس کا پانی بالکل سراب ہے اور قافلہ کی رفتار مانند موج آب ہے۔ شتران بار بردار نہیں گویا سبک رفتار کشتیاں ہیں۔ اور محملوں کے سایہ فگن قبے بادبانوں کی طرح نمودار ہیں ان کشتیوں کی رفتار ایسی ہے جیسے ابر کے ٹکڑے ایک دوسرے پر چڑھتے چلے جاتے ہیں اور باہم رگڑتے ہیں۔

حجاج کے لئے سہولتیں

اس ہنگامے کی کشمکش اور محملوں کے تصادم سے خوف وہراس پیدا ہوتا ہے جس نے یہ قافلہ نہ دیکھا گویا عجائبات دنیا میں سے کچھ بھی نہ دیکھا۔ اس کا کچھ ذکر بطور تحفہ اہل سماعت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس کی عظمت کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس قافلہ میں سے کسی کام کو جاتا ہے اگر اسے اپنے مقام کا پورا نشان یاد نہ ہو تو پلٹ کر مقام پر نہیں آتا ہر طرف بہکا بہکا پھرتا ہے البتہ اگر خوش قسمتی سے امیر کی بارگاہ میں پہنچ جائے اور اپنا حال بیان کرے تو امیر کے حکم سے ایک سانڈنی سوار اسکو اپنے پیچھے بٹھا کر تمام قافلے میں اس شخص کا اور اس کے وطن کا نام لے کر منادی کرتا ہے اور اس کے ساربان کا نام لے کر پکارتا ہے جہاں کہیں پتہ ملتا ہے اس کو پہنچا کر ساربان کے سپرد کر دیتا ہے سوائے اس ترکیب کے اور کسی صورت سے اونٹ نہیں مل سکتا۔ اگر اتفاق سے کسی کو مل جائے تو وہ نادر ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں اس قافلے اور اہل قافلے کی بیان سے باہر ہیں ان جلیل القدر خواتین کے سبب سے اہل قافلہ کو پانی وغیرہ کا بہت آرام ہے۔ اگر کسی سال ان کا آنا نہیں ہوتا تو ان کے معتمد شتران آب کش لے کر حجاج کے ساتھ آتے ہیں اور تمام راستہ میں خصوصاً جہاں پانی کی کمی ہوتی ہے راہ گیروں کو پانی پلاتے ہیں۔ عرفات اور مسجد الحرام میں بھی ان کی طرف سے پانی پلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب عورتوں کو ملتا ہے۔ شتران آب کش کے محافظ مسافروں کو بلاتے ہیں اور سب لوگ اپنے اپنے برتنوں میں پانی بھر لاتے ہیں۔ یہ منادی کرنے والے ان عورتوں کا نام لے کر ان کے افعال خیر کا اعلان کرتے ہیں اور مخلوق کو ان کی دعائے خیر کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ فلاں ملکہ کو قائم رکھے جس نے ایسے کار خیر کے جاری کرنے کا حکم دیا" لفظ خاتون کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہ لفظ ان کے ہاں مثل سیدہ کے امیر

عورتوں کے واسطے معین ہے۔

اہل قافلہ کی مستعدی باوجود مخلوق کی اس کثرت کے اس قافلہ میں یہ عجیب بات ہے کہ اگر قافلہ کسی منزل پر ٹھہرے اور ٹھہرتے ہی امیر کے حکم سے کوچ کا نقارہ بجایا جائے تو نقارے کی آواز سنتے ہی دوبارہ سامان وغیرہ لاد کر نقارے کی تیسری آواز تک قافلہ روانہ ہو جاتا ہے یہ محض مستعدی اور شدائد سفر کی مہارت کا نتیجہ ہے۔ شب کو قافلہ کا کوچ مشعلوں کی روشنی سے ہوتا ہے۔ مشعلیں آدمیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ کوئی محمل ایسا نہیں ہوتا جس کے آگے مشعل نہ ہو گویا یہ لوگ تاروں کے جھرمٹ میں چلتے ہیں اور زمین کو تارو بھرے آسمان سے مقابلہ کا دعویٰ ہے اس کے سوا مصالحات دینی اور آسائش حیوانی وغیرہ کے سامان اس قافلے میں اس قدر ہیں کہ ان کی توصیف احاطہ انحصار سے باہر ہے۔

وادی السمک الغرض پیر کے دن ظہر کے وقت خلیص سے روانہ ہو کر عشا تک برابر چلتے رہے عشا کے وقت تھوڑی ہی دیر آرام کیا تھا کہ پھر کوچ کا نقارہ بجا۔ اس وقت سے منگل کی دوپہر تک قطع منازل میں مصروف رہے۔ اس کے بعد ایک مقام پر تھوڑا آرام کیا اور ظہر کے بعد پھر روانہ ہو کر عشا کے وقت وادی السمک میں پہنچے۔ یہ نام اس سرزمین پر صادق نہیں آتا۔ پانی بھرنے کے واسطے یہاں صبح تک قیام کیا۔ پانی تالابوں میں جمع ہے کہیں کہیں کھود کر بھی نکالا ہے۔ یہاں سے بدھ کے روز ظہر کے قریب کوچ کیا۔ رات کے وقت ایک دشوار گزار پہاڑی میں راستہ ملا۔ اس راہ میں بہت سے ساربانوں کی جانیں تلف ہوئیں پھر ایک میدان میں قیام کیا اور آدھی رات تک سوتے رہے اس کے بعد کوچ کیا۔ یہاں سے ریگستان شروع ہوا۔ جہاں تک نظر جاتی ہے ریت ہی ریت نظر آتی ہے۔ راہ کی کشادگی کے سبب سے ساربان بے ترتیب ادھر ادھر چل رہے ہیں۔ جمعرات کے دن تھوڑی دیر آرام کے واسطے ٹھہرے۔ اس جگہ سے بدر دو منزل ہے۔ یہاں سے ظہر کے وقت کوچ ہوا اور شب کو بدر کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے وہاں سے آدھی رات کو روانہ ہو کر دن نکلتے نکلتے بدر میں داخل ہوئے۔

گنج شہیداں اس موضع میں خرمے کے بہت باغ ہیں اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔

موضع کا قلعہ بلند ٹیلے پر ہے اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں ہے جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی اور اللہ نے اسلام کو عزت اور اہل شرک کو ذلت دی۔ آج کل اس زمین میں خرمے کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے ہی بائیں طرف جبل رحمت ہے لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔

جبل الطبول اس پہاڑ کے سامنے جبل الطبول ہے اس کی قطع ریت کے ٹیلے کی سی ہے کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارہ کی صدا آتی ہے اس لئے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی ایک کرامت ہے اس بستی کے عرب باشندے نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے نقاروں کی آواز سنی اور ہر جمعرات اور پیر کو یہ آواز آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کے سطح کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔ نشیبی زمین کے قریب جہاں آجکل نخلستان ہے ایک مسجد بھی ہے۔ کہتے ہیں یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کے آرام کرنے کی جگہ ہے۔

صغرار یہاں سے صغرار ایک منزل ہے اور اس کا راستہ پہاڑوں کے درمیان میں ہے راہ کے دونوں طرف چشمے اور باغ ہیں۔ یہ راستہ نہایت خوش نما اور دلچسپ ہے۔ صغرار میں ایک پختہ قلعہ ہے۔ اس کے گرد بہت سے قلعے اور ہیں۔ ان میں سے دو قلعوں کو توأمین کہتے ہیں اور ایک کا نام حسنیہ ہے اور ایک کا نام جدید ہے۔ اسی طرح بہت سے قلعے ہیں اور اس آبادی کے گرد بہت سے گاؤں ہیں۔

ماہ محرم سنہ ۵۸۰ھ

چودھویں اپریل کو ہفتہ کی شب میں چاند دکھائی دیا۔ بدر سے چاند دیکھ کر روانہ ہوئے اور عشاء کے بعد صغرار میں پہنچے۔ یہاں پانی وغیرہ بھرنے کے واسطے شب کو قیام کیا صبح کو قافلہ نے پانی بھر لیا اور ظہر تک یہیں آرام کیا۔ یہاں سے مدینہ منورہ تین منزل ہے نہ کے وقت یہاں

سے روانہ ہوئے عشا کے بعد تھوڑا آرام لے کر آدھی رات سے پھر کوچ کیا۔ یہ راہ بالکل پہاڑوں کے اندر ہے اتوار کے دن ایک پہر دن چڑھے ایک کنوئیں کے قریب مقام ہوا اس کنوئیں پر ایک نشان بنا ہوا ہے۔ کہتے ہیں یہاں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے جن کو قتل کیا تھا۔ کنواں بہت عمیق ہے ہر ایک رسی پانی تک نہیں پہنچتی۔ پانی بہت صاف ہے۔

شعب علیؓ

ظہر کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عشا کے وقت شعب علی رضی اللہ عنہ میں قیام کیا اور وہاں سے آدھی رات کو کوچ کر کے پیر کے دن ایک پہر دن چڑھے مقام ترہان میں پہنچے۔ یہ مقام ایک خشک میدان میں ہے اس کی زمین پست اور سیلاب زدہ ہے۔ مدینہ منورہ یہاں سے سامنے نظر آتا ہے۔ اس میدان کے کنارے مسجد ذی الحلیفہ ہے اسی جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے اور مدینہ منورہ یہاں سے پانچ میل ہے اس مقام سے مشہد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور مسجد قبا تک مدینہ منورہ کا احرام تصور کیا جاتا ہے اور یہاں سے مسجد قبا کا سفید مینار نظر آتا ہے ظہر کے بعد اس مقام سے کوچ کر کے مدینہ شریف کے باہر قیام کیا اور شام کے قریب روضہ مقدس ومطہر کی زیارت کے واسطے حاضر ہوئے۔

زیارت روضۂ اقدس

روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کیا اور زیارت شریف کے قریب کی خاک کو بوسہ دیا۔ منبر اور مزار مبارک کے درمیان میں تھوڑی سی جگہ ہے اس کو روضہ کہتے ہیں۔ وہاں پر تبرکاً نماز پڑھی اس کے بعد منبر قدیم کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم رکھنے کی جگہ ہے آنکھوں سے لگایا روضہ کے سامنے داہنی طرف ایک عمود میں ستون حنانہ کا باقی ماندہ ٹکڑا جڑا ہوا تھا اس لکڑی کو بوسہ دیا۔ یہ ستون حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے رویا تھا۔ اس کے بعد نماز مغرب با جماعت ادا کی۔ ہمیں یہ تنہائی کا موقع خوب مل گیا تھا۔ کیونکہ ہمارے قافلہ کے لوگ اپنے خیموں کی اور اسباب کی درستی میں مصروف تھے ہم نے اس موقع کو غنیمت جان کر شرف آستاں بوسی حاصل کیا اور صاحبین مکرمین حضرات صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں رسم سلام ادا کی اور اپنے قیام گاہ کو خوش وخرم پلٹ آئے اب

ہمارے دل میں کوئی آرزو باقی نہ رہی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے سب امیدیں پوری فرمائیں۔ اب ہمارا دل سب آرزوؤں سے فارغ ہوکر وطن کی بازگشت کی جانب مصروف ہوا۔ اللہ تعالیٰ انجام کار بخیر فرمائے اور اپنے افعال کو ہمارے حال پر تمام کرے اس کے احسانات اور انعامات کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اسکی ذات حمد اور شکر کے لائق ہے۔

مسجد نبویؐ وروضہ اقدس

مسجد مبارک مستطیل ہے اور چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں۔ درمیان میں صحن اور ریت بچھا ہوا ہے۔ قبلہ کی سمت یعنی مغرب سے مشرق کی لائن میں پانچ درجہ کا دالان ہے اور اس کے مقابل میں بھی اسی طرح پانچ درجہ کا دالان ہے مشرقی سمت میں تین درجہ کا اور مغرب کی طرف چار درجے کا دالان ہے۔ روضہ اقدس قبلہ کی سمت کے دالان میں مشرقی گوشہ میں واقع ہے روضہ مبارک کی عمارت صحن کی طرف کے درجہ سے شروع ہوکر اندر کے دوسرے درجہ تک منتہی ہوتی ہے اور بقدر چار بالشت کے تیسرے درجہ میں تجاوز کرگئی ہے اسی طرح چوڑائی میں مشرقی سمت کے دو درجہ تک منتہی ہوئی ہے۔ ان دونوں دالانوں کے چھ ستون روضۂ مبارک کی عمارت کے اندر آگئے ہیں۔ قبلہ رو دیوار ۲۴ بالشت اور شرق رو دیوار تیس بالشت عریض ہے شرقی گوشے سے شمالی گوشہ تک انتالیس بالشت ہے اور وہاں سے قبلہ رو دیوار کے کونے تک ۲۴ بالشت کا فاصلہ ہے روضہ مقدس کے پانچ گوشے اور پانچ دیواریں ہیں۔

اس عمارت کی قطع ایسی عجیب ہے جس کی نظیر تعمیر ہونی محال ہے۔ قبلہ کی طرف سے اس کو اس قدر ترچھا کردیا ہے کہ اس کی طرف منہ کرکے نماز کے واسطے نہیں کھڑے ہوسکتے۔ اس لئے کہ اس طرف منہ کرکے کھڑے ہونے سے استقبال قبلہ صحیح نہیں ہوتا۔ مولانا شیخ ابوابراہیم اسحٰق بن ابراہیم التونسی کی زبانی ہمیں معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس عمارت کو اس خوف سے ترچھا کردیا کہ لوگ اس کو کہیں مسجد نہ بنالیں۔ روضۂ مطہرہ کی سرہانے کی دیوار میں آبنوس کا ایک صندوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مقابل نصب ہے صندوق پر صندل کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور نہایت چمکیلے چاندی کے پتر جڑے ہوئے ہیں۔ پانچ بالشت کا طول تین بالشت کا عرض اور چار بالشت کی بلندی ہے۔ رکن شمالی اور غربی کے درمیان میں ایک

مقام پر پردہ پڑا ہے - یہ جگہ جبریل علیہ السلام کے نزول کی ہے - تمام روضہ مقدس کی وسعت چاروں طرف سے دو سو بہتر بالشت سے کچھ زیادہ ہے ہر دیوار کا ایک ثلث حصہ زیرین جس کو اجارہ (ازار) کہتے ہیں - خوبصورت ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا ہے اوپر کے دوسرے ثلث حصہ پر مشک و عنبر وغیرہ عطریات سے نصف بالشت موٹی کہگل کی ہے - سب سے اوپر کے ثلث حصہ میں لکڑی کی جالیاں ہیں اور یہ جالیاں مسجد کی چھت سے ملی ہوئی ہیں - اس لئے کہ روضۂ مطہر کا حصہ اعلیٰ مسجد کی بلندی سے ملا ہوا ہے - روضۂ مقدس کے پردے اجارے (ازار) تک لٹک رہے ہیں پردوں کا لاجوردی رنگ ہے اور درمیان میں چوپہل اور ہشت پہل سفید بوٹے ہیں - بوٹوں کے اندر گول دائرے اور ان کے گرد میں سفید نقطے ہیں اور اجارے کی پیشانی پر سفیدی مائل جدول ہے غرض کہ اس کا منظر نہایت خوش نما اور دلچسپ ہے -

حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت عمرؓ کے مزارات

قبلہ رو دیوار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کے محاذی چاندی کی میخیں نصب ہیں - ان کے سامنے سلام کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے پاس ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے دوش کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مقدس ہے - پہلے قبلہ کی طرف پشت کر کے روئے مطہرؐ کے سامنے سلام کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں - پھر داہنی طرف کو تھوڑا سرک کر صاحبین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں - اس طرف کی دیوار کے سامنے بیس قندیلیں آویزاں ہیں ان میں دو سونے کی اور باقی چاندی کی ہیں - روضۂ مقدس کے شمال میں پتھر کا ایک چھوٹا سا حوض ہے اور اس میں قبلہ رو ایک محراب ہے بعض اس کو سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مکان اور بعض قبر شریف بیان کرتے ہیں اصل حال خدا کو معلوم ہے

ریاض جنت

روضہ مطہر کے داہنی طرف بیالیس قدم کے فاصلے پر منبر شریف ہے یہاں سے روضہ اقدس ڈیڑھ بالشت بلند اور چھ بالشت چوڑا پتھر کا فرش ہے - منبر اور روضۂ صغرار کے درمیان میں آٹھ قدم کا فاصلہ ہے - حدیث شریف میں اس روضہ کو ریاض جنت میں سے فرمایا ہے - اس میں حصول برکت کے واسطے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اس کے

سامنے قبلہ کی جانب ایک عمود ہے ۔ کہتے ہیں یہ عمود ستون حنانہ کی باقی ماندہ لکڑی پر جڑا ہوا ہے ۔ستون حنانہ کی لکڑی عمود میں سے نظر آتی ہے ۔ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور اس پر منہ رگڑتے ہیں ۔ روضۂ صغیرہ کے کنارے قبلہ کی طرف سرہانے والا صندوق ہے ۔

منبر شریف

منبر شریف زمین سے قد آدم بلند ہے ۔ پانچ قدم لمبا اور پانچ بالشت چوڑا ہے آٹھ سیڑھیاں ہیں اور ایک حجرہ کے دار دروازہ ساڑھے چار بالشت کا بلند ہے یہ دروازہ مقفل ہے جمعہ کو کھلتا ہے کل منبر پر آبنوس کی لکڑی جڑی ہوئی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ اوپر نظر آتی ہے اس پر کسی قدر اونچا کر کے آبنوس کا تختہ لگا دیا ہے تاکہ اس جگہ کوئی نہ بیٹھ سکے اس مقام مبارک کو لوگ ہاتھ ڈال کر چھوتے ہیں منبر کے داہنے بازو کے سرے پر جہاں خطبہ کے وقت خطیب ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوتا ہے چاندی کا ایک گھومتا ہوا حلقہ لگا ہے ۔ اس کی قطع درزی کے انگشتانہ کی سی ہے مگر اس سے کسی قدر بڑا ہے ۔ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے وقت حضرات حسنین علیہم السلام اس سے کھیلا کرتے تھے ۔

مسجد نبوی ؐ کے ستون

مسجد مبارک کا طول ایک سو چھیانوے قدم اور عرض ایک سو چھبیس قدم ہے ۔ دو سو نوے ستون ہیں ستون چھت سے ملے ہوئے ہیں ۔ مگر محرابیں نہیں ہیں ۔ خیمے کے ستونوں کی طرح ہیں ۔ پتھر کے گول ترشے ہوئے ٹکڑوں سے ستون بنے ہیں ہر ٹکڑے میں سوراخ ہے ۔ ایک ایک ٹکڑا دوسرے کے سوراخ میں پھنسا کر اور گرم سیسا ڈال کر جوڑ ملا دیا ہے اوپر سے چونے کی قلعی کر کے اس طرح گھوٹا ہے کہ دیکھنے میں بالکل سنگ مرمر معلوم ہوتا ہے ۔ قبلہ رو دالان کے آخری درجے میں مقصورہ ہے اور اسی میں محراب ہے لیکن امام روضۂ صغیرہ میں نماز پڑھاتا ہے ۔ مقصورہ کی محراب کی پیشانی پر بالشت بھر کا ایک زرد رنگ کا پتھر بہت چمکیلا لگا ہوا ہے اس کو کسریٰ کا آئینہ بتاتے ہیں ۔ محراب کے اندر ایک چھوٹا سا ڈبا کیل میں لٹک رہا ہے ۔ کہتے ہیں یہ کسریٰ کا جام ہے ۔ واللہ عالم بالصواب ۔ مقصورہ کے سامنے شرقی گوشے میں دو خزانے ہیں اس میں مسجد مبارک کی کتب موقوفہ رکھی جاتی ہیں ۔ روضۂ صغیرہ اور مزار مقدس کے درمیان میں بہت

بڑی تپائی پر مقفل صندوق کے اندر کلام اللہ شریف رکھا ہے یہ قرآن ان چار قرآنوں میں سے ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف ممالک میں بھیجے تھے۔

شرقی دالان شرقی دالان کے دوسرے درجہ میں ایک زمین دوز دروازہ تہ خانہ کا مقفل ہے اس کے اندر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں یہ تہ خانہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتہی ہوتا ہے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی آمدورفت کا راستہ تھا۔ اس تہ خانے کے قائم رکھنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ خلیفہ اول کے مکان کے سامنے حضرت عمر اور ان کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مکان ہیں۔ روضہ مقدس کے آگے ایک بڑا صندوق ہے اس میں خاص روضۂ مبارک کی روشنی کا سامان ۔۔ شمعیں اور شمعدان وغیرہ رہتے ہیں۔

قبۃ الزیت شرقی حصہ میں ایک لکڑی کا مکان ہے۔ آستانۂ مقدس کے شب کے نگہبان رات کو اس میں رہا کرتے ہیں۔ یہاں کے خدام نوجوان حبشی اور صقلابی خوب رو اور خوش لباس ہیں۔ یہاں کا موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ شمال کی طرف ایک نیا قبہ ہے جس کو قبۃ الزیت کہتے ہیں اس میں مسجد مبارک کا تمام سامان رہتا ہے اس قبہ کے سامنے صحن میں خرمے کے پندرہ درخت ہیں۔ مسجد کی تمام دیواروں پر نیچے سے نصف بلندی تک سنگ رخام کا اجارہ بنا ہوا ہے۔ یہ پتھر مختلف الالوان اور میناکار ہیں۔ اوپر کی نصف دیواروں پر نگینے ہیں۔ ان نگینوں کا سونا فسیفسار کہلاتا ہے۔ نگینوں کی ترتیب میں بڑی صناعی کی ہے قسم قسم کے درخت بنا کر ان میں پھلوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی بہت خوشنما ڈالیاں کھلائی ہیں۔ خصوصاً قبلہ رو دالان کے صحن والی اور آخر کی دیوار اسی طرح اس کے مقابل کے دالان کی دونوں دیواریں اور شرقی وغربی دالانوں کے صحن والی دیواریں نہایت خوش نما اور منبت کار ہیں ان کے اوپر طرح طرح کے رنگوں سے اس خوبی سے جدولیں کھینچی ہیں کہ ان کا وصف احاطۂ بیان سے باہر ہے مگر اس مسجد مبارک کا روضۂ اقدس کے گرد تعمیر ہونا ہی تمام زینتوں پر فائق ہے۔

ابواب مسجد نبوی ؐ مسجد کے انیس دروازے ہیں چار تو کھلے ہوئے ہیں باقی بند ہیں۔

کھلے ہوئے دروازوں میں سے دو دو دروازے غرب اور شرق کو ہیں۔ غربی دروازوں میں سے ایک کا نام باب الرحمت اور ایک کا نام باب الخشیہ ہے۔ شرقی دروازوں میں سے ایک کو باب جبریل علیہ السلام اور ایک کو باب الرخار کہتے ہیں۔ بند دروازوں میں سے پانچ غرب کو۔ پانچ شرق کو ایک قبلہ رو اور چار شمال کو ہیں۔ باب جبریل علیہ السلام کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکان ہے اور اسی مکان میں آپ کو شہید کیا تھا۔ مشرقی حصہ میں جمال الدین موصلی کا مزار ہے جس کے آثار خیر پہلے بیان ہو چکے ہیں اس کے مزار اور روضۂ اقدس کے درمیان مسجد کی دیوار میں لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے اس کے ذریعہ سے بوئے فردوس اس کے مشامِ جان کو معطر کرتی ہے۔ مسجد میں تین مینار ہیں۔ ایک قبلہ رو دیوار میں شرقی کونے پر اور دو شمالی دالان کے گوشوں پر ہیں۔ مگر یہ آخر الذکر دونوں مینار برجوں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں۔

مشہد حضرت حمزہ رضؓ

سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہد کا ذکر لکھا جاتا ہے۔ یہ مشہد جبل احد سے قبلہ کی جانب دامن کوہ میں واقع ہے اور جبل احد مدینہ شریف سے شمال کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ مشہد میں ایک مسجد ہے اور اس کے سامنے شمال کی طرف میدان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور مزار کے سامنے گنج شہیداں ہے۔ اس میدان کے محاذی جبل احد کے اسفل میں وہ غار مبارک ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھا کرتے تھے۔ گنج شہیداں کے گرد کی سرخ زمین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس مٹی سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔

بقیع الغرقد

مدینہ شریف کے شرق میں بقیع الغرقد ہے۔ شہر کے جس دروازہ سے اس مقام کو راستہ گیا ہے اس کو باب البقیع کہتے ہیں۔ دروازہ سے نکلتے ہی داہنی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ماں بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ اس مزار کے سامنے مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اور اس پر چھوٹا سا قبہ ہے اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کا مزار ہے اس پر بھی سفید قبہ ہے اور قبر پر لکڑی کے تختہ لگے ہوئے ہیں اور ان پر خوبصورت برنجی کام ہے اس قبہ کے داہنی طرف عبدالرحمٰن الاوسط ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جن پر حضرت عمر

نے حد جاری کی تھی اور اس کے صدمہ سے بیمار ہو کر وفات پائی اس قبر کے قریب عقیل بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ کے مزار ہیں ان کی برابر ایک روضہ میں ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربتیں ہیں اس روضہ کے برابر ایک چھوٹے سے مرقد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین اولادوں کی قبریں ہیں اس کے برابر حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے مزار ہیں۔ ان مزاروں پر بہت بلند قبہ ہے اور باب البقیع سے قریب ہیں۔ داہنی طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پائنتی حضرت امام حسن علیہ السلام کا سر مبارک ہے۔ یہ دونوں قبریں بہت عریض اور زمین سے بلند ہیں۔ قبروں پر نہایت خوشنما تختے لگے ہیں اور تختوں پر برنجی چادر کی کٹی ہوئی بیلیں جڑ دی ہیں۔ اس آرائش سے منظر نہایت دل فریب ہو گیا ہے۔

بیت الحزن اس قبہ کے برابر حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا بیت الحزن ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ اسی مکان میں رہا کرتی تھیں بقیع کے آخر میں حضرت عثمان شہید مظلوم رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور اس پر ایک چھوٹا سا قبہ ہے اس کے قریب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا مزار ہے اور اس مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے: "ما ضمّ قبر احد کفا فاطمہ بنت الاسد رضی اللہ عنہ وعن بنیھا" اس کے سوا بقیع میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بے شمار مزارات ہیں۔

مسجد قبا مقام قبا مدینہ شریف سے قبلہ کی طرف دو میل کے فاصلے پر ہے پہلے یہ جگہ بہت آباد تھی مدینہ منورہ سے وہاں تک برابر آبادی تھی۔ مگر آج کل یہاں سے وہاں تک خرمے کے باغات ہیں یوں تو مدینہ کے چاروں طرف باغوں کی کثرت ہے لیکن سب سے زیادہ مشرق اور قبلہ کی طرف اور سب سے کم مغرب کی جانب ہیں۔ قبا ہی وہ مسجد ہے جس کی بنا تقوے پر ہوئی ہے اس مسجد کی جدید ترمیم ہوئی ہے اور عرض و طول میں مربع ہے۔ مینار نہایت بلند اور سفید ہے بہت دور سے نظر آتا ہے۔ وسط مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کے آرام کرنے کا مقام ہے۔ چھوٹے روضے کی طرح اس

کے گرد چار دیواری بنا دی ہے مسجد کے صحن میں قبلہ کی جانب ایک چبوترے پر محراب بنے ہے اس جگہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آکر نماز پڑھی تھی مسجد میں سات درجے کا دالان ہے اور سات ہی در طول میں ہیں۔ قبلہ کی طرف کی دیوار میں محرابیں ہیں اور مسجد کا ایک ہی دروازہ ہے۔

مکانات صحابۂ کبار مسجد کے سامنے قبلہ کی سمت ابی ایوب ابن نجار انصاری کا مکان ہے غرب کی جانب میدان میں ایک کنواں ہے۔ کنویں کے پاس پتھر کا کھدا ہوا ایک حوض ہے۔ حوض کی شکل بیلہ کی سی ہے اس میں لوگ وضوع کرتے ہیں ابن نجار کے مکان کے برابر حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ حضرت ابی بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے مکانات ہیں۔ ان مکانوں کے سامنے بیراریس (کنواں)، ہے پہلے کھاری تھا مگر آنحضرت کے لعاب دہن سے میٹھا ہو گیا اس کنویں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کی انگوٹھی گری تھی۔ یہ ایک مشہور قصہ ہے اس کے قریب دار الصفہ ہے۔ یہاں عمار اور سلیمان وغیرہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے۔ اس آبادی کے آخر میں ایک ٹیلہ ہے اس کا نام عرفات ہے۔ عرفہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ٹیلے پر کھڑے ہوتے تھے۔ آپ کے واسطے زمین سمٹ جاتی تھی اور حاضرین کو میدان عرفات نظر آجاتا تھا۔ غرض کہ اس آبادی کے زیارات اور تبرکات احاطہ تحریر سے باہر ہیں

ابواب مدینہ منورہ مدینہ منورہ کی دوہری چار دیواری اور چار دروازے ہیں ان میں سے ایک لوہے کا ہے اس کا نام باب الحدید ہے۔ دوسرے کا نام باب الشریعت ہے تیسرے کا نام باب القبلہ ہے۔ آجکل یہ دروازہ بند ہے۔ چوتھے دروازے کا نام باب البقیع ہے۔ مغرب کی سمت فصیل شہر سے ایک پرتاب تیر کے فاصلے پر وہ خندق ہے جو مخالفین دین کے ہجوم کے . . . وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کرائی تھی۔

حصن العزاب خندق کے کنارے پر ایک ویران قلعہ پڑا ہوا ہے اس کا نام حصن العزاب ہے۔ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے یہ قلعہ

عزاب مدینہ منورہ کے واسطے تعمیر کرایا تھا۔ خندق اور مدینہ منورہ کے درمیان میں راستے کے داہنی طرف ایک پانی کا چشمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہے اس کے گرد لمبی دیوار کھنچی ہوئی ہے گویا مستطیل حوض کی شکل ہو گیا ہے۔ حوض کے بیچ میں پانی کا منبع ہے۔ اور اس کے اطراف میں دو مستطیل سقاوے ہیں۔ ان سقاووں کی دیوار سے چشمہ کی دوہری چار دیواری ہو گئی ہے۔ دونوں سقاوے چشمہ کی سطح سے نیچے ہیں ان میں ہر ایک سقاوے میں اترنے کی پچیس پچیس سیڑھیاں ہیں اور دونوں میں چشمے کا پانی آتا ہے۔ سقاووں میں لوگ نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں۔ چشمہ کا پانی صرف پینے یا باہرے جانے کے کام میں آتا ہے مدینہ منورہ کے علاوہ اس چشمہ سے چاروں طرف کے آدمی سیراب ہوتے ہیں۔

قبہ حجر الزیت مدینہ منورہ کی جانب اس چشمہ کے قریب ایک قبہ حجر الزیت نامی ہے اس قبہ میں وہ پتھر ہے جس میں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے روغن زیت ٹپکا تھا۔ قبہ کے شمال میں بیر بضاعہ ہے اور اس کے بائیں طرف جبل الشیطان ہے اس جگہ سے شیطان نے جنگ احد کے دن مسلمانوں کو ندا کی تھی کہ تمہارے نبی مارے گئے۔

بیر رومہ و مسجد الفتح اس کے آگے مغرب کو بیر رومہ ہے۔ اس کنویں کا نصف حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار دینار کو خریدا تھا۔ جبل احد کے راستے میں حضرت علی اور سلمان رضی اللہ عنہم کی مسجدیں ہیں۔ ان کے علاوہ ایک مسجد الفتح ہے اس جگہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ فتح نازل ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ کے اندر باب الحدید کے قریب تین سقاوے ہیں اندر جانے کے واسطے سیڑھیاں ہیں ان کا پانی صاف اور خوش ذائقہ ہے۔ یہ سقاوے حرم شریف سے قریب ہیں۔ حرم شریف سے قبلہ کی جانب ایک مکان مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا دار الہجرۃ ہے حرم شریف کے چاروں طرف شارع عام میں ترشے ہوئے پتھروں کا فرش ہے جلدی میں صرف اسی قدر حال مدینہ منورہ اور زیارات کا لکھا گیا۔

بزت امیر مسعود کی آمد ۶ محرم کو جمعرات کے دن شام کو امیر مسعود مالک ارمن کی

لڑکی جس کا ذکر اوپر پہلے ہو چکا ہے اپنی خواصوں کے ساتھ محمل میں سوار ہو کر روضہ اقدس کی زیارت کو آئی اس کے جلو میں حبشی اور صقلابی جوان ہاتھوں میں لوہے کی چھڑیاں لئے ہوئے آگے آگے بھیڑ کو روکتے جاتے تھے اور قاری کچھ پڑھتے جاتے تھے بعض خدام بہ آواز بلند اس کے اوصاف بیان کر کے دعائیں دیتے جاتے تھے۔ مسجد مبارک کے دروازے پر پہنچ کر محمل سے اتری اور ایک چادر کی آڑ میں جس کو خدام ہر طرف سے تانے ہوئے تھے آگے بڑھی۔ پہلے روضۂ اقدس کے سامنے حاضر ہو کر سلام کیا پھر روضۂ صغیرہ میں نماز پڑھی۔ پھر اس حوض میں جو منبر کے سامنے ہے دوگانہ ادا کیا اس کے بعد غربی دیوار کی جانب جا کر مہبط جبریل علیہ السلام میں ٹھہر گئی اس جگہ خدام پردے ڈال کر باہر کھڑے ہو گئے اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے رہے۔ ان تمام حالتوں میں وہ عورت چادر کی آڑ میں پھرتی رہی اس کے گرد مخلوق بہت جمع تھی اور محافظ آگے آگے آدمیوں کو بچاتے جاتے تھے۔ مسجد مبارک میں خیرات کے واسطے اس کے ساتھ دو اونٹ سامان کے آئے تھے وہ رات تک اسی مقام متبرک میں حاضر رہے۔

علامہ صدر الدین اصفہانی

اتنے میں صدر الدین اصفہانی رئیس العلماء شافعیہ کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ اس شخص کے علم اور تبحر کی بہت شہرت ہے۔ رئیس العلماء آبائی واجدادی لقب ہے آج رات اس کے وعظ کی مجلس منعقد ہوئی امیر العراقی کے انتظار میں اس کے آنے میں دیر ہوئی تمام حرم شریف منتظرین سے بھر گیا۔ رات گئے یہ عالم مسجد نبوی میں پہنچا اور امیر العراقی بھی آیا امیر مسعود کی بیٹی بھی اس وقت تک حرم شریف میں بیٹھی رہی۔ واعظ کے واسطے روضہ اقدس کے سامنے منبر رکھا گیا اور واعظ اس پر چڑھا۔ قاریوں نے نہایت خوش الحانی اور خوش آوازی سے قرأت شروع کی۔ واعظ نے کن انکھیوں سے روضہ اقدس کی طرف دیکھا اور بآواز بلند رونے لگا اس کے بعد اپنی تصنیف سے ایک سحر بیان خطبہ شروع کیا۔ خطبہ کے بعد عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں وعظ کہنے لگا۔ اثنائے وعظ میں اکثر اپنی تصنیف کے اشعار استعمال کرتا تھا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک پر روضہ اقدس کو اشارہ سے بتاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا ؎

هاتيك روضة تفوح نسيما صلوا عليه وسلموا تسليما

(تمہارے سامنے یہ روضہ مبارک ہے جس کی خوشبو مہک رہی ہے۔ ان پر درود اور سلام پڑھو۔)

صدر الدین اصفہانی کا وعظ

وعظ کے وقت اس مقام متبرک کی عظمت وجلال کا اقرار کر کے اپنی تقریر کے قصور کا اعتراف کیا اور کہا کہ اس بے زبان عجمی کی کیا قدرت کہ ایسے افصح العرب کے حضور میں زبان تکلم کھولے آخرکار یہاں تک بیان کیا کہ خوف ورقت سے دل بھر گئے اور دماغ سے ہوش و حواس اڑ گئے۔ اہل عجم خائف و بدحواس ہو کر منبر کے گرد جمع ہو کر توبہ کرنے لگے اور سب نے واعظ کے سامنے سر جھکا دیئے۔ اس نے قینچی طلب کر کے سب کی پیشانیوں کے بال کترے اور ہر شخص کے سر پر عمامہ رکھتا تھا۔ اس کے عمامے کو اس کے ہم نشین از روئے تعظیم لے لیتے تھے اور اس کے عوض دوسرا عمامہ رکھ دیتے تھے اسی طرح بہت سی پیشانیاں کتری گئیں اور عمامے پہنائے گئے پھر مجلس ختم ہوئی اور واعظ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے گروہ حاضرین! میں نے ایک شب حرم بیت اللہ میں تمہارے واسطے کچھ بیان کیا اور آج رات کو حضرت رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے حضور میں تم کو پند و نصیحت کی۔

علامہ صدر الدین اصفہانی کی درخواست

اب تم لوگوں سے میری ایک درخواست ہے اور واعظ کو سوال سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر تم اس سوال کے پورا کرنے کا اقرار کرو تو میں اپنی حاجت بیان کروں سب نے بڑے شوق سے حاجت روائی کا اقرار کیا اور اشتیاق کے نعرے بلند ہوئے۔ واعظ نے کہا: میری یہ آرزو ہے کہ تم سب برہنہ سر ہو کر اس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہاتھ پھیلا کر میرے واسطے عرض کرو کہ مجھ گنہگار سراپا قصور سے خود بھی رضامند ہوں اور خداوند ذوالجلال کو بھی رضامند کریں۔" اور بہت سی اپنی خطائیں شمار کر کے معترف قصور ہوا۔ تمام حاضرین نے سر برہنہ کئے اور رو رو کر اسکی درخواست کے موافق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کرنے لگے۔ اس وقت اس جماعت پر کچھ ایسی دہشت اور

رقت طاری ہوئی کہ اس کے قبل ہم نے کوئی ایسا خشوع اور خضوع کا مجمع نہیں دیکھا۔ اس کے بعد جماعت منتشر ہوئی۔

امیر عراق و ملکہ ارمنی کی مراجعت

امیر عراق اپنی قیام گاہ کو روانہ ہوا اور ملکہ ارمنی بھی حرم شریف سے رخصت ہوئی۔ وعظ کے شروع ہونے پر ملکہ کے سامنے کا پردہ اٹھا دیا تھا۔ مثل اور عورتوں کے چادر میں چھپی بیٹھی تھی اس کے مصاحب اور خدام کا مجمع نہایت پر تکلف اور بارونق شاہی سامان کے ساتھ تھا۔ واعظ کے ہمراہ خادم۔ غلام اور دیگر سامان ملوکانہ اس افراط سے ہے کہ بعض بادشاہوں کو بھی میسّر آنا دشوار ہے۔ اس کی ظاہری صورت، وجاہت، زینت اور زیبائش بالکل امیرانہ ہے۔ خیمہ نہایت بلند ہے اور اس کے کئی دروازے ہیں۔ خیمہ کا قبہ بہت خوبصورت دور سے تاج کی طرح چمکتا ہے۔ ہم اس کی مجلس میں جاکر اس کے کلام نظم و نثر سے مستفید ہوئے۔ مجلس نہایت بارونق اور عظیم الشان تھی۔ اس کی طاقت لسانی دلوں میں گھر کرتی تھی اور تواضع و اخلاق سے لوگ محجوب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور خوبی سیرت سے کامل حصہ عطا فرمایا ہے۔ ہم نے اس شخص کو اس طرف کے علماء میں بہت بزرگ اور کامل پایا۔

امام مسجد کی بدعت

۷ محرم کو جمعہ کے روز ہم نے اس مقام میں ایک ایسی بدعت دیکھی جس سے ہر اہل اسلام کو پناہ مانگنا چاہیئے۔ اس مسجد کا امام جو نماز فریضہ پر مامور ہے جمعہ کے روز نماز پڑھانے آیا۔ کہتے ہیں یہ شخص عادات نامناسب اور حرکات نازیبا میں شیخ العجمی کا بالکل ضد ہے ایسے مقام متبرک کے واسطے شیخ العجمی ایسے صاحب خیر و برکت کا امام ہونا زیبا ہے۔ جب موذن نے اذان کہی امام خطبہ کے واسطے منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا۔ اس کے آگے آگے دو سیاہ نشان تھے وہ منبر کے ادھر ادھر رکھے گئے اور ان کے درمیان میں کھڑے ہو کر امام نے خطبہ پڑھا خطبہ اولیٰ ختم کرکے جلسہ کیا۔ مگر اور خطیبوں کے جلسے سے جس کی سرعت ضرب المثل ہے یہ جلسہ بہت طویل تھا۔ جلسے کے وقت امام کے خادموں میں سے چند گمراہ صفوں کو

چیرتے اور کاندھوں پر سے کودتے ہوئے امام کے واسطے بھیک مانگنے حاضرین کے سامنے آئے۔ کسی نے چادر کسی نے عمامہ، کسی نے نفیس کپڑے۔ بعض نے چاندی کے ٹکڑے اور اکثر نے سونے کے دینار وغیرہ ان لوگوں کی نذر کئے۔ عورتوں نے بہت سے پازیب اور انگوٹھیاں پیش کیں جس کو استطاعت نہ تھی اس نے کورے کپڑے کا ٹکڑا دے کر نجات پائی غرض کہ اس کسب ناجائز سے امام کے سامنے ایک انبار جمع ہوگیا۔ امام اتنی دیر تک منبر پر بیٹھا ہوا کن انکھیوں سے اس تحصیل ناروا کو دیکھتا رہا اور طمع مال کی افزونی کی امید میں اس قدر تاخیر کی کہ نماز قضا ہونے کا وقت قریب آگیا۔ بعض اہل دین اس تاخیر سے برہم ہو کر چلّانے لگے اور ادائے نماز کی تاکید کی لیکن امام ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور اہل تحصیل کے ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہا اس کے چہرے پر اس وقت حیا کا نام نہ تھا تحصیل سے فارغ ہو کر خطبہ پورا کر کے نماز پڑھائی بعد نماز اہل دین نے بہت افسوس کیا اور بچشم پُر آب مکانوں کو واپس آئے۔

مدینہ منورہ سے روانگی

آج شام کو روضۂ مقدس سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ یہ رخصت کیا ہے گویا جان کا وداع کرنا ہے۔ اس وداع کے خیال سے دل پگھلا جاتا ہے اور حواس گم ہیں۔ مفارقت کے ارادے سے جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور آنکھیں پرنم ہیں ہر ذی شعور خیال کر سکتا ہے کہ ایسے مقام کی جدائی جہاں سید الاولین والآخرین۔ امام المرسلین۔ خاتم النبیین۔ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہوں کیسی سخت اور دشوار ہے۔ ایسی جدائی کے صدمے سے دل کا پانی پانی ہو کر بہنا اور ہوش وحواس کا جاتا رہنا کچھ بعید نہیں ہے۔ ہزار افسوس اس حسرت زدہ پر جس کا دست شوق اس مقام کی جانب دامن کشاں اور پنجۂ قضا جدائی کی طرف گریبان گیر ہو ایسی حالت میں نہ مجال اقامت ہے اور نہ یارائے صبر و مفارقت ہے۔ بلکہ یہ بیت حسب حال ہے ؎

مھجتی تقتضی مقامے

وحالتی تقتضی الرحیلا

دل نمی خواہد کہ برخیزم ز در گاہ تو زود لیک چوں سازم سر من لائق کویت نبود

اللہ تعالٰے ہمیں اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی برکت سے منزل مبارک کو پہنچائے اور قیامت کے دن اس کی شفاعت سے سرفراز کرے اور اس کے جوار رحمت میں مقام خاص عطا فرمائے۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور رحیم ہے۔ ہمارا قیام مدینہ منورہ میں پانچ روز رہا۔ پیر کے روز حاضر ہوئے اور جمعہ کو رخصت ہوئے۔

باب ۷

کوفہ

نجد

۸ محرم کو (۲۱ اپریل) ہفتہ کے دن ایک پہر دن چڑھے ہمارا قافلہ مدینہ منورہ سے عراق کی جانب روانہ ہوا۔ یہاں سے تین روز کا پانی ہمراہ لیا۔ تیسرے روز یعنی پیر کے دن وادی عروس میں مقام ہوا۔ یہاں کنواں کھود کر پانی نکالا صاف اور شیریں پانی اس کثرت سے نکلا کہ کل قافلے کے بے شمار انسانوں اور حیوانوں کو سیراب کر دیا۔ اب یہاں سے بیابان نجد شروع ہوا اور زمین تہامہ پیچھے رہ گئی نجد کی ہوا دماغوں میں راحت اور نفسوں میں سرور پیدا کرنے لگی۔ ہوا کی خنکی اور سبکی جسموں کو آرام دینے لگی۔ یہاں سے ایک کشادہ میدان میں راہ ہے۔ جس کے اطراف تک نظر کا پہنچنا دشوار ہے۔ منگل کے دن ماء العسیلہ پر مقام ہوا۔ یہاں سے چل کر بدھ کے دن نقرہ میں قیام کیا۔ یہاں کنویں اور پانی کے بہت سے خزانے بڑے بڑے حوضوں کی طرح ہیں۔ ایک حوض بارش کے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ سب قافلے نے وہی صرف کیا اور پانی بدستور رہا ہمارے قافلے کا یہ قاعدہ ہے کہ آدھی رات کو چل کر پہر دن چڑھے ٹھہرتا ہے اور ظہر کے بعد کوچ کرکے عشاء کے وقت قیام کرتا ہے ۱۲ محرم کو جمعرات کے دن مقام قرورری میں ہمارا قیام ہوا۔ یہاں بارش کا پانی چھبچے اور گڑھوں میں بھرا ہوا ملا۔ یہ جگہ بیابان نجد کا وسط ہے۔

زمین نہایت کشادہ اور سبزہ زار ہے۔ ہوا میں اعتدال اور گوارائی ہے۔ یہاں کی خاک بہت پاکیزہ اور فضا خوش نما ہے اور موسم صحت بدن اور قوت نفس کے واسطے بہت مفید ہے۔ نجد میں اس مقام سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے اور اس کی تعریف میں تقریر کو گنجائش نہیں ہے۔

حاجر

جمعرات کی صبح کو حاجر میں ٹھہرے یہاں بھی چہ بچوں میں پانی بھرا ہوا ملا۔ کچھ گڑھے بھی کھود کر پانی نکالا ان گڑھوں کو احفار کہتے ہیں (حفر واحد ہے)، ہمیں اس راہ میں پانی کا خوف تھا۔ خصوصاً ایسے مجمع انسان وحیوان کے واسطے کہ اگر دریا پر بھی ٹھہرے تو سب پانی ختم کر دے مگر اللہ تعالےٰ کے کرم سے اس نواح میں ایسی بارش ہوئی کہ جل تھل بھر گئے اور جنگل میں جا بجا پانی جاری ہے آج ہمیں دو وادی پانی سے بھرے ہوئے ملے تالاب اور جھیلوں کا تو کوئی شمار نہیں ہے۔

یسیرہ

جمع کے دن صبح کو مقام یسیرہ میں قیام ہوا۔ یہ ایک آباد گاؤں ہے اس کے میدان میں ایک گڑھے میں بہت سے آدمی آباد ہیں۔ بستی میں کنویں بہت ہیں مگر پانی کھاری ہے۔ تالاب اور جھیلیں بھی ہیں۔ یہاں کے باشندے دودھ، گھی اور گوشت وغیرہ فروخت کو لائے۔ خرید و فروخت کا بازار گرم ہوا۔ مگر یہ لوگ تمام اشیا کپڑے کے عوض بیچتے ہیں اس لئے بدولوں کے مشورہ کے موافق ان کے لئے یہ سامان ہمراہ لائے تھے۔

وادی الکروش

ہفتہ کی صبح کو ہمارا قیام جبل المخروق پر ہوا۔ یہ پہاڑ صاف میدان میں ہے اور اس کی چوٹی پر ایک وار پار سوراخ ہے اس میں سے ہوا آتی ہے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر رات کو وادی الکروش میں رہے۔ یہاں پانی نہیں ملا یہاں سے چل کر اتوار کی صبح کو فید میں پہنچے یہ ایک بہت بڑا قلعہ میدان میں واقع ہے۔ اور اس کے گرد بطور شہر پناہ پختہ چار دیواری ہے اس میں بدوی لوگ رہتے ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش حجاج کے ساتھ تجارت ہے۔ یہاں پر اکثر حاجی ضرورت سے زیادہ سامان اپنے شناساؤں کے پاس چھوڑ جاتے ہیں اور یہ مقام بغداد اور مکہ معظمہ کے وسط میں ہے یہاں سے کوفہ بارہ منزل ہے اور راہ بہت صاف ہے۔ پانی جا بجا ملتا ہے امیر العراقی اس آبادی

میں اپنے ساز و سامان اور فوجی انتظام کے ساتھ داخل ہوا - اس لئے کہ اسے خوف تھا شاید بدوی حجاج کے مال میں طمع کر کے دغا سے پیش آئیں - بدوی اپنے مکانوں سے سر اٹھا اٹھا کر دیکھتے رہے مگر ان تک رسائی کی قدرت نہ تھی - یہاں آبادی میں بہت کنویں ہیں - اور ان میں زمین کے چشموں سے پانی آتا ہے ایک چہ بچہ بارش کے پانی سے بھی بھرا ہوا ملا اسے اہل قافلہ نے ایک دم میں خشک کر دیا -

اجفر

یہاں قافلے والوں نے دنبے اور بکریاں کثرت سے خریدیں کوئی خیمہ یا راوٹی ایسی نہ تھی جس کے پاس ایک دو بکریاں نہ بندھی ہوں - بعض نے راستے کی مدد کے واسطے اونٹ بھی خریدے - شہد دودھ اور گھی کا تو یہ حال تھا کہ کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا جس نے بقدر حاجت اور استطاعت نہ خرید کیا ہو - آج بڑی خوشی کا دن ہے - اس لئے یہیں قیام ہوا اور سفر کی ماندگی سے افاقہ حاصل کیا - پیر کے دن ظہر کے بعد کوچ ہوا - ۱۸ ر محرم کو منگل کی صبح مقام اجفر میں پہنچے - یہاں اس جگہ کو موضع جمیل اور بُثَینۃ العُذرِیَین کہتے ہیں - یہاں سے ظہر کو چل کر عشاء کے وقت ایک میدان میں قیام کیا اور وہاں سے آدھی رات کو کوچ کر کے بدھ کی صبح کو بزرود میں پہنچے - یہ جگہ ایک بیابانی زمین اور نشیب میں ہے اس کے میدان کے چاروں طرف ریت کے ڈھیر ہیں - بستی خوب آباد ہے - آبادی کی صورت گڑھی کی سی ہے - اندر چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں ان کو یہاں والے قصر کہتے ہیں کنوؤں کا پانی کھاری ہے -

ثعلبیہ

۲۰ ر محرم کو (۳ ر مئی) جمعرات کے روز ثعلبیہ میں قیام کیا - یہاں ایک ویران گڑھی پڑی ہے اس کے سامنے بارش کے پانی سے بھرا ہوا ایک بہت بڑا حوض ہے اور حوض کے تین طرف اندر اترنے کی سیڑھیاں ہیں - اس پانی سے کل قافلہ سیراب ہوا دیہات کے لوگ کثرت سے دنبے - گھی - دودھ اور اونٹوں کے واسطے چارہ وغیرہ فروخت کرنے لائے ان کی وجہ سے ایک بڑا بازار قائم ہو گیا - یہاں پانی بھرنے کے واسطے اس قدر اژدحام ہوا کہ سات آدمی پاؤں سے کچل کر اور پانی میں گر کر مر گئے اللہ تعالٰے ان کی مغفرت فرمائے - یہاں سے کوفہ تک صرف تین منزلوں میں پانی کی کثرت ہے - ایک زبالہ دوسرے

واقصہ - تیسرے نہر فرات - ان منزلوں کے درمیان میں بھی پانی ملتا ہے - مگر قافلے کے واسطے کافی نہیں ہے اور ان تینوں منزلوں میں اس قدر پانی ہے کہ کل قافلہ اور تمام اونٹ سیراب ہو سکتے ہیں -

برکۃ المرجوم جمعہ کے دن برکۃ المرجوم میں ٹھہرے یہاں راستے کے کنارے اونچے ٹیلے کی طرح ایک قبر ہے اس راہ سے جو شخص جاتا ہے اس ٹیلے پر ضرور پتھر پھینکتا ہے - کہتے ہیں یہ کسی بادشاہ کی قبر ہے اس کو یہاں سنگسار کیا تھا - یہاں بدوؤں کے بہت سے مکان ہیں وہ کھانے پینے کی چیزیں قافلے میں فروخت کو لائے - اس جگہ پانی کا ایک حوض بھی ہے اس کے کنارے پر پانی گرنے کے واسطے چہ بچہ بنا ہوا ہے - اس میں بہت اونچے سے پانی گرتا ہے یہ تعمیر بہت مستحکم اور استوار ہے - غالباً صرف کثیر میں تیار ہوئی ہے وہ حوض بارش کے پانی سے لبریز تھا - تمام قافلہ اس پانی سے سیراب ہوا - بغداد سے مکہ معظمہ تک تمام منزلوں میں حوض - تالاب اور کنوئیں زبیدہ بنت جعفر بن منصور ہارون الرشید کی بیوی کے بنوائے ہوئے ہیں - اس نے اپنی حیات میں حجاج کے آرام کے واسطے یہ سب سامان بنوائے تھے اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو اس راہ سے کوئی سفر نہ کرتا -

شقوق ہفتہ کی صبح کو ہمارا قافلہ شُقوق میں پہنچا یہاں میٹھے پانی سے بھرے ہوئے دو حوض ملے - لوگوں نے یہاں سے پانی بھر لیا اور پانی کی افراط کی ہمراہیوں کو خوش خبری دینے لگے ان میں سے ایک حوض اس قدر بڑا ہے کہ اچھا تیراک مشکل سے اس کو عبور کر سکتا ہے اور دو قامت سے زیادہ گہرا ہے اس پانی میں اکثر آدمی تیرے اور غسل کیا - بعض نے کپڑے دھوئے - آج یوم راحت یعنی قیام کا دن ہے - اس راستے کے مسافروں پر اللہ تعالےٰ کی اس قدر رحمت ہے کہ اگرچہ حج کو جاتے وقت ان حوضوں اور چہ بچوں میں پانی نہیں رہتا تو باران رحمت سے تمام حوض اور تالاب لبریز ہو جاتے ہیں تاکہ قافلوں کو واپسی کے وقت آرام دیں - اس جگہ سے روانہ ہو کر موضع تنانیر میں رات بسر کی یہاں بھی حوض پانی سے بھرے ہوئے تھے -

زُبالہ ۲۳ محرم کو اتوار کی صبح ہمارا قافلہ زبالہ سے گزرا - یہ بستی خوب آباد ہے -

بدویوں کے مکانوں میں ایک پختہ چونے کا مکان بنا ہوا ہے۔ پانی کے حوض اور کنوئیں بھی ہیں یہ جگہ اس راہ کے مشہور مقاموں میں سے ہے۔ یہاں سے تھوڑی دور آگے ہشمین میں قافلہ ٹھہرا۔ پانی کے حوض یہاں بھی بھرے ہوئے ملے۔ اللہ تعالےٰ کے کرم سے اس راہ میں کسی دن پانی نہ ملنے کا موقع نہیں آیا۔ پیر کی شب میں ایک مقام پر پانی کے کنارے قیام ہوا اور رات ہی رات میں اہل قافلہ نے پانی بھر لیا۔

عقبۃ الشیطان

یہاں سے عقبۃ الشیطان قریب ہے صبح کو اس گھاٹی سے قافلہ گزرا یہ عقبہ کچھ بہت دشوار گزار نہیں ہے لیکن چونکہ اس راہ میں اس مقام سے زیادہ کوئی سخت جگہ نہیں ہے اس لئے شہرت ہو گئی ہے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر قافلہ ٹھہرا مگر پانی کے حوض خالی ملے۔ راہ میں ہر جگہ پانی کے حوض ہیں اور ہم نے جس قدر حوض دیکھے ان کے کنارے قصر یعنی بدویوں کی قلعے کے مکان بنے ہوئے پائے اللہ تعالےٰ اس بنانے والے کو اجر عظیم عطا فرمائے جس کو مسافروں کی آسائش کا اس قدر پاس و لحاظ تھا۔

واقصہ

منگل کی صبح کو واقصہ پہنچے۔ یہ جگہ کشادہ میدان میں ہے مگر زمین نشیبی ہے۔ پانی کے حوض لبالب بھرے ہوئے ہیں۔ حوضوں کے قریب ایک بہت بڑا قصر ہے۔ یہاں سب بدوی رہتے ہیں اس جگہ سے کوفہ تک سوائے مشارع ماء الفرات کے اور کوئی مشہور منزل نہیں ہے۔ کوفہ یہاں سے تین دن کے راہ پر ہے۔ یہاں اکثر اہل کوفہ حجاج سے آکر ملے اور ان کے واسطے کھجوریں آٹا اور روٹی سالن وغیرہ لائے بعض کو صحت و سلامتی کی مبارک باد دی۔

قرعار کے حوض

بدھ کی رات مقام لوزہ میں قیام ہوا۔ یہاں پانی سے بھرا ہوا ایک حوض ملا۔ سب نے نیا پانی بھر لیا اور اونٹوں کو پلایا یہاں سے چل کر موضع قرعار پر گذر ہوا۔ یہاں بھی ایک بڑا حوض دیکھا۔ اس کے قریب چھ خزانے چھوٹے چھوٹے حوضوں کی طرح ہیں ان میں سے بڑے حوض میں پانی آتا ہے اور بڑے حوض ہی میں سے سب لوگ پانی بھرتے ہیں۔ اس راہ میں حوضوں کی یہ کثرت ہے کہ ان کے انضباط اور شمار کی کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ جمعرات کی شب کو ایک جگہ بہت

بڑے حوضوں کے کنارے آرام کیا۔

منارۃ القرون صبح کو منارۃ القرون میں ٹھہرے۔ یہاں بیابان میں عمودی شکل اینٹوں کا بنا ہوا ایک مینار ہے۔ کوئی اور عمارت اس کے قریب نہیں ہے مینار میں جو پھل اور ہشت پہل خاتم بندی کی ہوئی ہے عجیب بات یہ ہے کہ سارے مینار پر برن کے سینگ نصب ہیں دور سے سیہی کی پشیہ کی طرح چمکتا ہے اس کے متعلق کچھ ایسی بے سروپا روایتیں بیان کی جاتی ہیں کہ کوئی ٹھیک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس مینار سے تھوڑے فاصلے پر چونے کا پختہ قصر ہے اور اس کے دو برج ہیں سامنے پانی سے بھرا ہوا ایک بڑا حوض ہے۔

وادی العُذَیب و قادسیہ شام کے قریب وادی العذیب میں گزر ہوا یہ میدان نہایت سرسبز اور خوش منظر ہے۔ وسط میں ایک عمارت ہے اور اس کے چاروں طرف سبزہ زار ہے۔ کہتے ہیں مقام بارِق یہاں سے قریب ہے یہاں سے آگے بڑھ کر رُخبہ میں پہنچے۔ اس جگہ بکثرت عمارتیں ہیں آبادی کے متصل پانی کا ایک چشمہ جاری ہے اس بستی سے تین میل آگے قافلہ ٹھہرا اور وہاں سے آدھی رات کو کوچ کیا راستہ میں قادسیہ پر گزر ہوا یہ ایک بڑا گاؤں ہے خرمے کے بہت باغ ہیں اور نہر فرات کے چشمے جابجا جاری ہیں جمعہ کی صبح کو نجف میں گذر ہوا نجفِ حوالی کوفہ میں سے ایک مقام ہے گویا کوفہ اور بیابان کے درمیان ایک حد ہے۔ اس کی زمین نہایت سخت اور سنگلاخ ہے۔ مگر میدان بہت کشادہ اور دلچسپ ہے۔ یہاں سے چل کر ۲۸ محرم کو جمعہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت کوفہ میں داخل ہوئے۔

شہر کوفہ

یہ شہر بہت بڑا اور آبادی بہت پرانی ہے ویرانی نے زیادہ تصرف کیا ہے ویران عمارتیں آبادی سے زائد ہیں اس کی ویرانی کا باعث زیادہ تر قبیلہ خَفَاجَہ[۱] کے لوگ ہیں

[۱] بنی عامر میں سے ایک قبیلہ۔

یہ لوگ شہر کے آس پاس کثرت سے رہتے ہیں اور رات دن لوٹ مار کرتے ہیں اکثر مکانات یہاں اینٹ کے ہیں آبادی کی چار دیواری نہیں ہے۔ مسجد جامع آبادی کے آخر میں شرق کی جانب واقع ہے پھر اس سے ادھر کوئی عمارت نہیں ہے مسجد نہایت پرانی اور مضبوط ہے قبلہ کی جانب پانچ درجہ کا دالان ہے اور باقی سمتوں میں دوہرے دالان ہیں دالان پتھر کے بلند ستونوں پر قائم ہیں اور ستونوں کے ٹکڑے سیسے سے جوڑے ہیں ہم نے آج تک اس قدر بلند ستون اور ایسی اونچی چھت نہیں دیکھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ان ستونوں پر بھی محرابیں نہیں ہیں۔ اس مسجد میں . . بہت سے متبرک مقامات ہیں محراب کے سامنے قبلہ رو کھڑے ہوں تو داہنی طرف ایک مکان ہے۔ کہتے ہیں یہ مقام ابراہیم علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہاں سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے اور خطبۂ جمعہ کے واسطے امام اسی مکان سے سیاہ لباس میں برآمد ہوا۔ لوگ اس کے اندر تبرکاً نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی شہادت گاہ

اس مقام کے قریب ایک محراب کے گرد ساگ[1] کی لکڑی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ گویا ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی نماز کی جگہ ہے۔ اسی مقام پر آپ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم نے تلوار سے شہید کیا تھا۔ یہاں بھی لوگ نماز کے واسطے حاضر ہوتے ہیں اور رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔

قبلہ رو اور غربی دالان کے آخری کونے میں اسی طرح کا ایک لکڑی کے کٹہرے کے اندر اور مکان ہے کہتے ہیں یہ جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا مخرج یعنی فَارَ التَّنُّور ہے اس مکان کی پشت پر بیرون مسجد حضرت نوح علیہ السلام کے رہنے کا مکان ہے اور اس کے برابر حضرت ادریس علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے۔ ان مکانوں کے سامنے مسجد کی قبلہ رو دیوار کے نیچے ایک میدان ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا مکان ہے اسی مکان میں آپ کو غسل دیا تھا۔ اس کے برابر ایک اور مکان ہے جس کو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا مکان کہتے ہیں۔ ہم نے پرانے آدمیوں سے ان مقامات کے حال دریافت کرکے لکھے

---

[1] ساگوان

ہیں صحت حالات سے خدائے کریم واقف ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل کا مزار مسجد کے شرق میں ایک بلندی پر چھوٹے سے مکان میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

مسجد کے سامنے تھوڑے فاصلے پر بڑے بڑے تین حوض ہیں ان میں نہر فرات کا پانی جمع ہوتا ہے اور اہل شہر کے صرف میں آتا ہے شہر سے تین میل غرب کی جانب حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کے اسم مبارک سے ایک عالی شان مقبرہ بنا ہوا ہے۔ یہ عمارت اس جگہ ہے جہاں وہ ناقہ بیٹھ گیا تھا جس پر نعش مقدس کو کفنا کر رکھ دیا تھا۔ بعض اس مقام پر قبر شریف بتاتے ہیں۔ واللہ عالم بالصواب۔ اس مقدس مقام کی زیارت کی ہم کو مہلت نہیں ملی اس لئے کہ ہم صرف ایک رات کوفہ میں رہے۔

کوفہ سے روانگی ہفتہ کی صبح کو یہاں سے روانہ ہو کر ظہر کے قریب ایک نہر کے کنارے ٹھہرے یہ نہر فرات سے نکلی ہے اور فرات کوفہ سے ڈیڑھ میل شرق کی جانب ہے شہر کی اس سمت میں تمام باغات بھرے ہوئے ہیں جہاں تک نظر جاتی ہے سبزہ زار نظر آتا ہے یہاں سے آگے بڑھ کر شب کو حِلّہ کے قریب ٹھہرے۔ ۲۳ محرم کو اتوار کی صبح کو حِلّہ میں پہنچے۔

شہر حِلّہ[1]

یہ شہر بہت بڑا اور پرانی قطع کا ہے آبادی فرات کے شرقی کنارے پر دور تک لمبی چلی گئی ہے شہر کے گرد مٹی کی ایک پرانی دیوار بھی ہے۔ بازار بہت آباد ہے ہر قسم کی ضرورت کی چیزیں اور ہر طرح کی صنعت کا سامان میسر آتا ہے۔ عمارات اور باغات بکثرت ہیں۔ شہر کے اندر اور باہر چاروں طرف باغ ہی باغ نظر آتے ہیں۔ درختوں کے بیچ میں رہنے کے مکان بنے ہوئے ہیں آدمی بہت کثرت سے آباد ہیں۔ شہر کے نیچے بڑی بڑی کشتیوں سے فرات کا پل باندھا ہے کشتیوں کے دونوں طرف سے سرے موٹی موٹی زنجیروں سے آپس میں جکڑے

---

[1] حِلّہ شط العرب کی ابتدا سے قریب ایک مشہور تاریخی مقام ہے اور اسی نام سے اب عراق میں موجود ہے۔

ہوئے ہیں اور زنجیروں کے سرے دونوں کناروں پر موٹی موٹی لکڑیاں گاڑ کر ان میں باندھ دیئے ہیں پل کی وسعت اور استحکام سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑی کوشش اور صرف کثیر سے تیار ہوا ہوگا۔ یہ پل خلیفہ کے حکم سے حجاج کی آسائش کے واسطے بنا ہے ورنہ اس سے قبل کشتیوں پر عبور کیا کرتے تھے۔

دریائے فرات اتوار کے روز ظہر کے وقت ہم نے اس پل پر سے عبور کیا اور فرات کے کنارے شہر سے تین میل پر قافلہ ٹھہرا۔ اس دریا کا پانی اپنے نام کے موافق بہت شیریں اور ہلکا ہے۔ پاٹ بہت بڑا اور پانی گہرا ہے دونوں کناروں پر کشتیاں بکثرت آتی جاتی ہیں۔ یہاں سے بغداد تک راہ نہایت صاف اور ہموار ہے۔ راستے کے دونوں جانب آباد بستیاں کثرت سے ملتی ہیں۔ اور نہر فرات کی شاخیں چاروں طرف جاری ہیں۔ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے۔ اس سرسبزی اور تازگی سے نظر کو لطف اور طبیعت کو راحت ہوتی ہے۔ بڑے شکر کی جگہ ہے کہ اس خوبی اور لطافت کے ساتھ یہ راہ بے خوف وخطر بھی ہے۔

ماہ صفر ۵۸۰ھ

حلّہ سے روانگی ۱۳ مئی کو پیر کی شب میں چاند نظر آیا۔ اس رات میں ہم فرات کے کنارے شہر حلّہ کے سامنے مقیم رہے پیر کی صبح کو یہاں سے روانہ ہو کر نیل نامی نہر کے پل سے عبور کیا یہ نہر بھی فرات کی شاخوں میں سے ہے پل پر آدمیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ بہت سے آدمی اور جانور پانی میں ڈوب گئے۔ ہم بھیڑ چھٹنے تک ادھر ادھر ٹہلتے رہے اور آرام لیتے رہے جب مجمع کم ہوگیا تو آرام کے ساتھ بعافیت تمام پار اترے۔ یہاں سے قافلے کی رفتار نہایت معتدل اور مسلسل ہے۔ آگے پیچھے دور تک قطاریں پھیلی ہوئی ہیں۔ کچھ لوگ آگے کچھ درمیان میں اور کچھ پیچھے ہیں پچھلوں کو درمیانی گروہ پر اور درمیانی گروہ کو آگے والوں پر سبقت کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اب راستے کا خوف سب کے دلوں سے کم ہوگیا۔ جہاں چاہتے ہیں اتر کر آرام واستراحت کرتے ہیں پہلے ہر شخص کی یہ کیفیت تھی کہ کوچ کے نقارے کی آواز سنتے ہی دلوں میں لرزہ

پیدا ہو جاتا تھا۔ ہر ایک کو روانگی کی عجلت اور سب سے اول مقام پر پہنچنے کا اضطراب بڑھ جاتا تھا بعض خواب میں نقارے کی آواز سن کر سوتے سے چونک پڑتے تھے

امیر الحاج کا حسن انتظام اب اس طرف سے بالکل اطمینان ہو گیا اس واسطے کہ امیر الحاج حلہ میں ٹھہر گئے تین روز یہاں رہ کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ یہ مقام ان کا دارالحکومت ہے حجاج کے ساتھ مراعات و مہربانی اور انکی حفاظت و نگہبانی میں یہ امیر بے مثل ہے ان کے اخلاق اور تواضع قابل ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک نیتی کا اجر عطا کرے اور مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے نفع پہنچائے اس راہ میں نہر اور پلوں کی یہ کثرت ہے کہ کوئی میل ایسا نہیں گزرتا جس میں ایک دو پلوں کو عبور نہ کرنا پڑے یہ سب نہریں فرات سے نکلتی ہیں۔ بعض پلوں کے قریب خیمے استادہ ہیں خلیفہ کی طرف سے راہ کی حفاظت کے واسطے جو سپاہی مامور ہیں وہ ان میں رہتے ہیں اور رات دن حجاج کی حفاظت کرتے ہیں کسی سے ایک پیسہ طلب نہیں کرتے اس راہ میں قافلے کے منتشر اور دور دور چلنے کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ اگر اس قدر مجمع کسی پل پر پہنچ جائے تو پار اترنا دشوار ہو جائے اور سب ایک دوسرے پر گر کے ڈھیر ہو جائیں۔

قنطرہ آج عصر کے وقت موضع قنطرہ میں قافلے کا قیام ہوا۔ یہ مقام نہایت کشادہ اور چاروں طرف نہریں جاری ہیں۔ ہر قسم کے میوہ کے سرسبز و شاداب درخت ہیں۔ دور تک سایہ ہی سایہ نظر آتا ہے۔ غرض کہ نہایت خوبصورت اور خوش منظر مقام ہے یہاں بھی فرات کی شاخوں میں سے ایک نہر پر پل بندھا ہوا ہے۔ پل بیچ میں بلند ہے اس طرف سے چڑھ کر اس طرف کو اترتے ہیں۔ اسی پل کی وجہ سے گاؤں کا نام قنطرہ ہے اس جگہ کو حصن بشیر بھی کہتے ہیں۔ ہم نے یہاں اس زمانہ میں جَو کے کھیت کٹے ہوئے دیکھے۔

فراشہ دوسری صفر منگل کی صبح کو یہاں سے کوچ ہوا دوپہر کے وقت فراشہ میں آرام کیا۔ اس گاؤں میں عمارتوں کی کثرت ہے۔ آبادی کے بیچ میں ایک نہر جاری ہے اور بستی کے چاروں طرف سبزہ زار ہے۔ حلہ سے بغداد تک جس قدر بستیاں ہیں ایسی

بھی دلفریب اور خوش منظر ہیں۔ یہاں آبادی میں ایک بڑی سرائے بھی ہے۔ اس کی دیوار بہت بلند ہے اور اوپر چھوٹے چھوٹے کنگورے ہیں۔

زریران یہاں سے چل کر شام کو قصبہ زریران میں مقام کیا۔ یہ آبادی وسعت، کشادگی اور حسن و خوبی میں دنیا کی اکثر آبادیوں سے ممتاز ہے۔ پھولوں کے باغات اور کھجور کے درختوں کی بہتات ہے اور جگہ کے بازاروں سے یہاں کا بازار بارونق اور وسیع ہے یہاں کی سرسبزی کا اس امر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے شرقی حصہ کی دجلہ اور غربی حصہ کی فرات سے آب پاشی ہوتی ہے اور وہ دونوں نہروں کے درمیان میں . . دلہن کی طرح جلوہ گر ہے۔ ان دونوں نہروں کے درمیان میں کھیتیاں اور گاؤں بہت قریب واقع ہیں۔

مدائن آبادی کے سامنے شرق کی جانب ایوان کسریٰ ہے اور اس کے آگے تھوڑے فاصلے پر شہر مدائن ہے۔ ایوان کسریٰ نہایت بلند اور بہت سفید ہے۔ اس کے بعض مکانات ہنوز باقی ہیں۔ ہم نے اس عمارت کو ایک میل کے فاصلے سے بہت بلند اور چمکتا ہوا دیکھا۔ مدائن کے ویرانے سے بدھ کی صبح کو گزر ہوا۔ یہ جگہ گو بالکل برباد اور ویران پڑی ہے مگر اس کا عرض و طول دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے۔ اس قصبہ کی شرافت کا ایک اور باعث ہے یہاں سے ڈیڑھ میل شرق کی جانب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اس دفینہ کی وجہ سے یہاں کی خاک کو اور زمینوں پر شرف اور اختصاص حاصل ہے۔ مزار شریف دجلہ کے اس پار اور اس قصبہ کی آبادی اس پار ہے اور یہاں سے بغداد پورا ایک منزل ہے۔ ہم سنا کرتے تھے کہ بغداد کی ہوا نفس میں سرور اور قلب میں انبساط پیدا کرتی ہے۔ جو مسافر یا غریب الوطن وہاں پہنچتا ہے اس کے دماغ میں سوائے جوش طرب کے اور کوئی خیال نہیں رہتا اس کی آج ہمیں تصدیق ہوئی۔ جوں ہی ہم اس آبادی میں جو بغداد سے ایک منزل ورے ہے داخل ہوئے اور یہاں کی سبک ہوا اور ٹھنڈے پانی سے سوزش تشنگی کو بجھایا تو باوجود زحمت مسافرت اپنی طبیعتوں میں ایسے سامان طرب مہیا پائے جیسے کسی غربت زدہ کو سفر دور دراز سے اپنے وطن میں پہنچ کر حاصل ہو سکتے ہیں۔ جوش طرب نے دل کو ایسا گدگدایا کہ ایام جوانی کے جلسے اور احباب

صحبتوں کا سماں یاد آگیا۔ جب ایک مسافر غریب الوطن کا یہ حال ہے تو یہاں کے باشندوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے اہل و عیال کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

سقی اللہ باب الطاق صوب غمامۃ ورد الی الاوطان کل غریب

(اللہ تعالیٰ باب الطاق کو ہمیشہ ابر کرم سے سیراب رکھے اور ہر مسافر کو اپنے وطن میں پہنچائے۔)

بغداد میں آمد

الغرض تیسری صفر بدھ کی صبح کو یہاں سے روانہ ہو کر مدائن کے ویرانوں پر سے گزرتے ہوئے صرصر میں پہنچے۔ یہ بستی بھی زریران کی طرح خوبصورت ہے۔ آبادی کے قبلہ کی سمت میں فرات کی شاخوں میں سے ایک نہر جاری ہے نہر پر کشتیوں کا ایک بڑا پل ہے۔ اور حلہ کے پل کی طرح یہ کشتیاں بھی موٹی موٹی زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہیں پل کو عبور کر کے بستی کے قریب تھوڑی دیر قیام کیا۔ یہاں سے بغداد تین فرسخ یا نو میل ہے آبادی میں بازار بہت آباد اور پر رونق ہے ایک نو تعمیر اور وسیع جامع مسجد بھی بنی ہے الغرض یہ آبادی بھی خوشنما اور پر فضا بستیوں میں سے ہے دجلہ اور فرات دونوں نہریں شہرت کے باعث محتاج توصیف نہیں ہیں دونوں شمال سے جنوب کو بہتی ہیں واسط اور بصرہ کے درمیان میں باہم مل کر سمندر میں گرتی ہیں اسی طرح نیل بھی فیض و برکت میں ان دونوں نہروں کا گویا بڑا بھائی ہے یہاں ظہر سے پہلے روانہ ہو کر عصر کے قریب بغداد میں پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت اس قدر سبزہ زار اور باغات دیکھنے میں آئے جن کی تعریف بیان سے باہر ہے۔

باب ۸

بغداد

دریائے دجلہ

اس شہر کی آبادی بہت قدیم ہے مگر کثرت حوادث نے تباہ کر رکھا ہے اگر خلفائے عباسیہ کا دارالخلافت نہ ہوتا تو اب تک بجز نام کے نشان بھی باقی نہ رہتا۔ حوادث سے قبل یہاں کی رونق قابل دید تھی اور اس کا ثبوت منہدم عمارتیں ہیں جو زبان حال سے کہہ رہی ہیں کہ ہم بھی کبھی کچھ تھے۔ اب اس کی ایسی حالت نہیں ہے کہ کسی مقام پر متعجبانہ نظر ڈالی جائے یا کوئی چیز انسان کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرے۔ البتہ دریائے دجلہ جو شرقی اور غربی بغداد کے بیچ میں جاری ہے ہزاروں حسن پیدا کرتا ہے۔ دریا نہیں بلکہ چوکھٹے میں آئینہ لگا ہوا ہے یا کسی کے گلے میں موتیوں کا ہار پڑا ہوا ہے یہ دریا اس شہر کو تروتازہ رکھتا ہے شہر میں دریا صاف آئینہ کی طرح نظر آتا ہے اس کی آب و ہوا سے نشاط پیدا ہوتی ہے اسی لئے یہاں کی آب و ہوا طرب انگیز ہے۔ اور ہر ذی حیات اس کے فساد سے مجبور ہے مگر جس کو خدا محفوظ رکھے وہ بچ سکتا ہے۔

اہل بغداد کی اخلاقی حالت

باشندگان شہر عجب و غرور کے متوالے اور نشۂ نخوت سے بدمست ہیں ظاہری تواضع پر مرتے ہیں۔ غریبوں سے ترش روی سے پیش آتے ہیں مسافروں کو حقیر جانتے ہیں ہر ایک کی تعریف

سُن کر برا مانتے ہیں۔ ہر شخص کا اپنے ذہن میں یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے شہر کے مثل دوسرا شہر آباد ہونا دشوار ہے۔ وہ بجز اپنے شہر کے کسی شہر کو اچھا نہیں جانتے۔ گویا ان کے نزدیک خدا کی خدائی میں نہ ان کے شہر کے سوا کوئی شہر ہے اور نہ ان کی ذات کے سوا کوئی بندہ ہے لباس کا دامن غرور سے زمین پر گھسیٹتے چلتے ہیں اور حکم الہٰی کی مخالفت سے نہیں شرماتے شاید ان کے نزدیک عمدہ لباس کو خاک آلودہ کرنا سرمایۂ افتخار ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ حدیث شریف کے موافق اس کا انجام عذاب دوزخ ہے۔ زر کی خرید و فروخت قرض ہوتی ہے اور کوئی حکم الہٰی کی بجا آوری نہیں کرتا یہاں کوئی دینار ایسا نہیں ہے کہ قرض نہ لیا گیا ہو اور کم تولنے والوں کے ہاتھوں میں نہ گیا ہو۔ یہاں نہ کوئی شخص صاحب عصمت ہو سکتا ہے اور نہ کوئی دکان دار سورۃ المتطفیف کے وعید سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس روش کو وہ برا نہیں جانتے گویا یہ فرقہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے باقی ماندہ اصحاب مدین میں سے ہے۔

واعظین و فقہا کی سرگرمیاں

غریب الوطن ان کے نزدیک قابل رحم نہیں ہے کوئی شخص اس آبادی میں ایسا نہیں کہ نفاق سے پاک ہو یا کسی کے ساتھ تنکے کا بھی احسان کرے۔ گویا سب نے اتفاق کر کے ایک ہی طرز اختیار کر لی ہے۔ ان کی طرز معاشرت کی برائی نے یہاں کی آب و ہوا میں بھی اثر پیدا کر دیا ہے۔ ان کے حالات سنتے سنتے سماعت میں بے لطفی پیدا ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ اُس کے وبال سے بچائے مگر یہاں کے واعظین اور فقہا نہایت مقبول اور پند و نصیحت میں رات دن سرگرم ہیں۔ تخویف اور تحذیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ گویا ان کے انفاس کی برکت سے یہ زمین عذاب آسمانی سے محفوظ ہے اور اس گروہ کے طفیل میں رحمتِ الہٰی سب کے شامل حال ہے جس کے باعث ان لوگوں کے بہت سے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور برائیاں دامن عفو سے چھپائی جاتی ہیں لیکن اس مقدس گروہ کی کوشش ایسے گمراہ فرقے کے ساتھ گویا سرد لوہے کو کوٹنا یا سخت پتھر سے پانی نکالنا ہے۔ کوئی جمعہ ایسا نہیں ہوتا کہ مجلس وعظ منعقد نہ ہو اور بہت سے لوگ حاضر نہ ہوں۔

شیخ رضی الدین کا خطبہ

ہم پہلی بار شیخ رضی الدین قزوینی امام شافعیہ اور مدرس

مدرسہ نظامیہ[1] کی مجلس وعظ میں شریک ہوئے یہ شخص علوم دین میں اس نواح کے علماء سے مشہور اور ممتاز ہے ۵ ر صفر کو جمعہ کے دن مدرسہ نظامیہ میں مجلس وعظ ہوئی۔ واعظ جب منبر پر چڑھا قاریوں نے ممبر کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ کر بڑی خوش الحانی سے قرأت شروع کی اس کے بعد شیخ نے بہت متانت اور وقار سے خطبہ پڑھا اور علوم و فنون میں مثل تفسیر وحدیث کی گفتگو میں ہر طرف سے علمی مسائل پر سوال ہونے لگے شیخ نے معقول جوابوں سے سب کی تسکین فرمائی اور چشم وابرو سے کسی طرح کا انقباض ظاہر نہیں ہوا۔ بعض نے تحریری سوال پیش کئے ان سب کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہر ایک کا جواب لکھ کر حوالے کیا۔ یہ مجلس نہایت خیر و برکت کی تھی متحمل سے متحمل آدمی کے بے اختیار آنسو جاری تھے خصوصاً اختتام کے وقت تو لوگ بے قرار ہو گئے اور آنکھوں سے مینہ برسانے لگے چاروں طرف سے توبہ کا شور بلند ہوا۔ اکثر نے شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور بہت سی پیشانیوں کے بال تراشے گئے اس کے بعد مجلس ختم ہوئی اور جماعت منتشر ہو گئی۔ حق یہ ہے کہ شیخ کی ذات مقدس باعث رحمت ہے اور ذریعہ نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان خاص کے مراتب میں افزونی کرے اور ان کے تصدق میں اہل معصیت کو وبال اعمال سے بچائے۔

مجلس وعظ

دوسرے جمعہ کو بھی اس شیخ کی ایک مجلس وعظ دیکھنے میں آئی۔ اس مجلس میں امام صدرالدین خجندی رئیس الائمہ شافعیہ بھی تشریف لائے ان کے جلو میں کچھ فوجی افسر بھی آئے۔ امام کے اوصاف جمیلہ مشہور و معروف ہیں اور تمام اکابر و علماء دین کے پیشوا ہیں ان کے آنے سے لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی شیخ رضی الدین نے بڑے ذوق و شوق سے وعظ شروع کیا اور پہلی مجلس کے موافق علوم و فنون میں بہت خوبی کے ساتھ بحث کر کے مجلس کو ختم کیا۔

شیخ ابن جوزی کا خطبہ

۶ رتاریخ ہفتہ کی صبح کو دجلے کے شرقی کنارے باب البصلیہ کے قریب ایک اور مجلس وعظ ہوئی یہ دروازہ شہر کے شرقی حصہ کا آخری دروازہ ہے اور خلیفہ کے محل کے قریب ہے۔ ہر ہفتہ کو یہ مجلس امام

---

[1] اس مدرسہ کا سنگ بنیاد ۴۵۹ھ میں رکھا گیا۔ نظام الملک طوسی مصنفہ عبدالرزاق کانپوری۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔

فاضل۔ شیخ کامل۔ فخر ابنائے زماں۔ قرۃ العین ایمان۔ شہسوار میدان فصاحت مبارز معرکۂ بلاغت رئیس الائمہ حنبلی۔ شیخ جمال الدین ابی الفضل بن علی الجوزی کے وعظ کے واسطے منعقد ہوتی ہے یہ شیخ علوم و فنون میں یگانہ اور فہم و فراست میں فرزانہ عالم ہے نظم و نثر میں شہرۂ آفاق ہے۔ یکتائے زماں اور رشک قس و سحبان ہے۔ جس وقت امام منبر پر بیٹھا قاریوں نے الحان طرب انگیز کے ساتھ قرأت شروع کی۔ قاریوں کی جماعت بیس آدمیوں سے زیادہ تھی۔ دو یا تین آدمی مل کر ایک آواز میں قرأت شروع کرتے تھے ایک آیت کے ختم پر دوسرے قاری فوراً شروع کر دیتے تھے اسی ترتیب سے اس قدر آیات متشابہات پڑھی گئیں کہ ذہین سے ذہین آدمی سے بھی ان کا شمار نہیں ہو سکا۔ اور نہ کوئی ترتیب خیال میں آئی۔ قرأت کے ختم پر امام نے خطبہ کی ابتدا کی اور زبان معجز بیان سے صدف سماعت میں گوہرافشانی کرنے لگا۔ خطبہ سے پہلے قاریوں نے جس قدر آیتیں پڑھیں ان کے ابتدائی الفاظ کو نہایت خوبی سے منظم کیا تھا۔ انجام کار خطبہ آخری آیت پر ختم ہوا۔ حاضرین مجلس سے اگر کوئی شخص ان آیتوں کے ترتیب وار نام بھی لینا چاہتا تو کسی طرح ممکن نہ تھا مگر اس عالم بے بدل نے تمام آیتوں کے الفاظ کو بہت خوبی سے ایسی بلیغ عبارت کے ساتھ بے تردد منتظم کیا۔ یہ کوئی سحر نہیں ہے بلکہ فضل خداوندی ہے افسوس ہے کہ ہمارا بیان ان کے اوصاف کے واسطے کافی نہیں ہے۔

ابن جوزیؒ کے پند و نصائح

خطبہ کے بعد سلسلۂ پند و نصیحت میں کچھ ایسا حسن بیان دکھایا کہ شوق سے دل بھر گئے اور خوف سے کلیجے پگھل گئے ہر طرف سے گریہ وزاری اور آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ گروہ کے گروہ تائب اور خائف امام پر پروانوں کی طرح فدا ہونے لگے۔ امام کے سامنے سب نے پیشانیاں جھکائیں اور اس نے اپنے ہاتھ سے پیشانی کے بال کترے اور سروں پر دست شفقت پھیر کر دعائے خیر کی۔ ہم نے اس مجمع کو بغور دیکھا سب کے چہروں سے انفعال اور ندامت کے آثار نمایاں تھے۔ اور سب کے دل ہول قیامت سے خائف و ترساں تھے بعض کو ایسا صدمہ ہوا کہ بے ہوش ہو گئے۔ ان کو ہاتھوں ہاتھ امام کی خدمت میں لے گئے اور اس نے سب پر شفقت فرمائی۔ اسی اثنا میں

بعض لوگوں نے مسائل میں گفتگو کی اور چاروں طرف سے نوشتے آنے لگے امام نے ہر ایک کے جواب باصواب سے طرفۃ العین میں تسکین کردی۔ حق تو یہ ہے کہ یہ مجلس نہایت نفیس اور بابرکت تھی اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے ایسے شخص کی ملازمت سے سرفراز کیا جس کا ثانی تمام عالم میں ملنا دشوار ہے اور جس کے فضل وکمال کا جمادات کو بھی اقرار ہے۔ اگر اس شخص کے فیض صحبت اور برکت مجلس سے مستفید نہ ہوتے تو ہمارا کوہ بیاباں میں چلنا اور دریاؤں میں سفر کرنا بالکل بیکار تھا

خلیفہ کے محل میں مجلس وعظ

۱۱ر تاریخ جمعرات کی صبح کو اس عالم متبحر کی ایک اور مجلس باب بدر کے قریب خلیفہ کے محل کے اندر ایک میدان میں منعقد ہوئی۔ مجلس کے ایک طرف خلیفہ۔ ان کی والدہ اور بیویاں وغیرہ حجروں میں بیٹھی ہوئی وعظ سن رہی تھیں۔ اور دوسری طرف تمام مخلوق کے واسطے ایک دروازہ کھول دیا تھا اور تمام میدان میں فرش بچھا ہوا تھا۔ امام نے منبر پر بیٹھ کر اس مقام کی تعظیم کے باعث سیاہ چادر سر سے سر کاٹی اور قاریوں نے منبر کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ کر بڑے ذوق وشوق سے پہلی مجلس کی طرح قرائت شروع کی اس مرتبہ ہم نے شمار کیا تو مختلف سورتوں میں سے نو آیتیں پڑھی گئیں۔ قاریوں کے درد انگیز الحان سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ قرائت کے بعد امام نے ان سب آیتوں کے ابتدائی الفاظ ترتیب وار خطبہ کے ساتھ منتظم کرکے خطبہ پڑھنا شروع کیا اور خطبہ کو آخری آیت کے سب سے آخری لفظ کے ساتھ مقفیٰ کیا جب خطبہ اس آیت شریف پر پہنچا۔ اللہ الّذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه والنهار مبصراً ان اللہ لذو فضل علی الناس (اللہ وہ قادر مطلق ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بنایا ہے کہ اپنی روشنی میں تم کو سب چیزیں دکھائے بے شک اللہ تو لوگوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ سورہ مومن آیت ۶۱) اس آخری سین پر بہنایت صنعت اور خوبی سے خطبہ کو تمام کیا۔ آج کا بیان پہلے دن سے بھی بہتر تھا خطبہ کے بعد خلیفہ اور اس کی ماں کے حق میں دعا وثنا کی۔ اثنا خطبہ میں خلیفہ کی ماں کو ستر الاشرف اور جناب الارآف سے مخاطب کرتا تھا اس کے بعد وعظ شروع کیا اور دوبارہ ان آیتوں کو جو قاریوں نے پڑھیں تھیں ترتیب وار وعظ میں شامل کیا۔ اس فاضل بے مثل کا تمام بیان بغیر کسی تفکر اور تعمق کے کچھ ایسا پر تاثیر تھا کہ آنکھوں سے دریا امنڈ آئے اور دلوں . . . . . .

میں جذبات شوق جوش کرنے لگے۔ عقلیں زائل ہوگئیں اور ہوش وہواس جاتے رہے پہلو سے دل اور دل سے صبر رخصت ہوا۔ نفسوں پر کچھ ایسی حالت طاری ہوئی کہ سب کی زبان پر بے اختیار توبہ جاری تھی۔

سامعین کی بے قراری

وعظ کے بیان میں چند اشعار آب دار ایک غزل کے اس خوبی سے شامل کئے کہ سامعین کے وجد و سرور میں اور بھی افزونی ہوئی ان میں سے آخری شعر یہ ہیں۔

این فوادی اذابہ الوجد　　این قلبی فما صحا بعد

یا سعد زدنی جوی بذکرھم　　باللّٰہ قل لی فدیت یا سعد

(دل اب کہاں ہے۔ شوق نے اسے پگھلا دیا ہے۔ قلب اب کہاں ہے جدائی نے اسے کھودیا ہے۔ اے ہم دم تجھے خدا کی قسم اور تجھ پر جان قربان ان کے ذکر سے مرے سوز و گداز کو بڑھا) ان شعروں کی اس قدر تکرار کی کہ انفعال کے آثار اُس کے چہرے سے ظاہر ہونے لگے اور وفور گریہ سے آواز بند ہوگئی۔ ناچار بدحواس منبر سے اتر آیا اور سامعین کو آتش بے قراری پر تڑپتا چھوڑا۔ ہر ایک کی آنکھوں سے خون کی نہر جاری تھی کوئی خاک پر لوٹتا تھا کوئی چلا چلا کر روتا تھا۔ عرصۂ مجلس گویا مقتل کا نمونہ تھا۔ اس کے خوشا نصیب جس نے اس ہنگامہ کو نظر عبرت سے دیکھا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی برکت سے فیض یاب کرے اور بندگان مرحوم میں داخل فرمائے آخر امام نے اپنے اشعار کو ختم کر کے مجلس کو ہلا دیا اور اسی طرح سحر بیانی کرتا رہا۔ ابتداء میں اس امام نے خلیفہ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تھا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

فی شغل من الغرام شاغل　　من ھاجہ البرق بسفح عاقل

(وہ شغل غم میں مشغول ہے جس کی عقل کو برق شوق نے زائل کر دیا)

اور خلیفہ کے ذکر کے وقت اس طرح گریز کی ہے۔

یا کلمات اللّٰہ کونی عوذۃ　　من العیون للامام الکامل

(اے آسمان الٰہی امیر المومنین کو نظر بد سے بچانے کے لئے تم تعویذ ہو جاؤ)

امام ابن الجوزی کا مرتبہ

واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے جو اوصاف تسخیر قلوب کے اس مجمع کمالات کو عطا کئے ہیں غالباً کسی دوسرے کو عطا نہ ہوئے ہوں گے وہ مختار ہے جس کو چاہے اپنی عنایت کے ساتھ مخصوص فرمائے ہم اس شہر میں اکثر علماء کی مجلسوں میں جو ہمارے مغربی علماء سے بدرجہا بہتر ہیں شریک ہوئے اور حرمین شریفین میں بھی بہت سے فضلا کے وعظ سنے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ مگر وہ تمام جلسے اس امام محققین کی مجلس کے مقابل بے فروغ ہیں اور اس مجلس کے بعد ان کا تذکرہ محض بے فائدہ ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

۲ ارتاریخ ہفتہ کو ہم نے امام برگزیدہ ابن جوزی کی ایک اور مجلس وعظ کی شرکت کا شرف حاصل کیا آج بھی ایسی معجز بیانی کے جوہر دکھلائے کہ ہر فقرے پر دل کھنچتے تھے اور آنکھوں سے سیلاب جاری تھے آخر میں چند شعر زہد و تقوے کے متعلق پڑھ کر بے اختیار رونے لگا اور بے خود ہو کر منبر سے کود پڑا۔ اس کے گرد حاضرین جمع ہو کر زار زار روتے تھے اور بے قراری سے جانیں کھوتے تھے سب حلقہ باندھے ہوئے اس کے چاروں طرف گھومتے تھے اور غلبہ سرور سے مستوں کی طرح حرکات بے خودی میں مصروف تھے۔ یہ اللہ تعالٰی کی صنعت کاملہ ہے کہ اس برگزیدہ بارگاہ کو مرجع خواص و عوام اور مخلوق کی ہدایت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

بغداد کے حالات

یہاں سے ہم پھر بغداد کے حالات کی جانب رجوع کرتے ہیں یہ شہر دجلے کے دونوں طرف شرقی اور غربی حصہ میں آباد ہے غربی حصہ اکثر خراب اور بے رونق ہے ویرانے نے اس پر دست تصرف دراز کیا ہے اس سے پہلے بہت آباد تھا شرقی حصہ کسی قدر بارونق اور جدید العمارت ہے۔ اس حصہ (شرقی) میں سترہ محلے آباد ہیں اور ہر محلہ بجائے خود ایک شہر ہے ایک ایک محلہ میں دو دو تین تین حمام گرم ہوتے ہیں خصوصاً جامع مسجد میں آٹھ حمام ہیں۔ سب سے بڑا محلہ قرانہ ہے۔ ہمارا قافلہ اس محلہ کے پڑاؤ میں دجلہ کے کنارے پل کے قریب ٹھہرا ہوا ہے۔ اس پڑاؤ کا نام مرلجۃ ہے یہاں کا پل دجلے کے سیلاب سے ٹوٹ گیا ہے آج کل کشتیوں میں عبور ہوتا ہے۔ بے تعداد اور بے شمار کشتیاں رات دن چلتی ہیں آمد و رفت کی کثرت کے باعث ہمیشہ دریا پر چہل پہل رہتی ہیں۔ ایک خلیفہ

کے محل کے پاس اور دوسرا اس سے کسی قدر اوپر ہے آجکل ان کشتیوں کی کثرت سے بڑی رونق ہے۔ کسی وقت انکی آمد و رفت بند نہیں ہوتی۔

جامع مسجد

دوسرا محلہ کرخ ہے۔ شہر کی طرح اس محلہ کی چار دیواری ہے۔ اس کے بعد باب البصرہ محلہ ہے۔ اس کی چار دیواری بھی پختہ ہے اور اسی محلہ میں منصور کی جامع مسجد ہے۔ مسجد نہایت نفیس اور عالی شان ہے چوتھا محلہ شارع ہے یہ بھی ایک شہر کی طرح آباد ہے یہ چاروں محلے بہت بڑے بڑے آباد اور معمور ہیں۔ باب البصرہ اور شارع کے درمیان سوق المارستان ایک چھوٹا سا محلہ ہے۔

شفاخانے

اسی محلے میں بغداد کا مشہور شفاخانہ ہے۔ شفاخانے کی بہت عالی شان عمارت دجلہ کے کنارے ہے اس کے اندر بہت خوبصورت مکانات کثرت سے ہیں۔ تمام شاہانہ آرائش کا سامان موجود ہے۔ اس میں دجلہ سے پانی آتا ہے۔ ہر جمعرات اور پیر کو طبیب بیماروں کی حالت ملاحظہ کرنے آتے ہیں اور ہر شخص کے مناسب حال دوا اور غذا تجویز کرتے ہیں۔ خدام کھانا پکانے اور دوا بنانے پر مامور ہیں اور طبیب کی ہدایت کے موافق ہر شخص کو دوا اور غذا پہنچاتے ہیں۔

کارخانے

ان محلوں میں سے ایک کا نام وسط ہے اور یہ محلہ دجلہ اور فرات کی ایک شاخ کے درمیان میں واقع ہے۔ فرات کی شاخ دجلہ میں گرتی ہے اور اس کے ذریعہ سے فرات کے اطراف کا تجارتی مال یہاں آتا ہے۔ فرات کی دوسری شاخ باب البصرہ میں گزرتی ہوئی دجلہ میں ملی ہے ایک محلہ کا نام عتابیہ ہے اس میں عتابیہ کپڑا جو ریشم اور مختلف الالوان سوت سے بنایا جاتا ہے تیار ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں حربیہ محلہ ہے اس کے آگے سوائے بغداد کے دیہات کے اور کوئی آبادی نہیں ہے۔ کل محلوں کے نام لکھنے میں سوائے طول کلام کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت الکرخیؒ کا مزار

انھیں میں سے ایک محلہ میں حضرت معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ صاحب مشہور اولیا میں سے ہیں۔ باب البصرہ کے راستے میں ایک عظیم الشان مقبرہ ہے اندر بہت چوڑی قبر ہے اس پر یہ عبارت

تحریر ہے۔ھذا قبر عون و معین اولاد امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آئمہ اور اولیائے عظام کے مزارات

اسی طرح حصہ غربی میں ایک بڑا قبرستان ہے اور بہت سے اولیا اور صالحین کے مزار ہیں اسی قبرستان میں حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ حصہ شرقیہ کے ایک محلہ کا نام رصافہ ہے اور اس میں دجلہ کے کنارے باب الطاق نامی ایک مشہور دروازہ ہے۔ رصافہ کے سامنے شہر کی آبادی سے الگ ایک بڑا محلہ ہے۔ اس میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقبرہ نہایت بلند سفید گنبد کا بنا ہوا ہے اور امام صاحب ہی کے نام سے یہ محلہ مشہور ہے اسی محلہ کے قریب حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور اسی سمت میں حضرت شیخ ابوبکر شبلی اور حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہما کی قبریں ہیں۔ اس کے سوا بہت سے صالحین اور اولیاء عظام کے اس شہر میں مزار موجود ہیں۔

خلیفہ کا محل

شہر کے غربی حصہ میں بالکل نخلستان اور باغات ہیں۔ ہر قسم کا میوہ یہاں سے شرقی حصہ میں جاتا ہے۔ آجکل شرقی حصہ کو بڑا اشرف ہے کہ اس میں۔۔۔ دار الخلافت اور خلیفہ کا محل ہے۔ خلیفہ کے مکانات اس حصہ کے آخر میں واقع ہیں اور زمین کا چہارم حصہ ان مکانوں سے گھرا ہوا ہے اس لئے کہ تمام عباسیہ خاندان کے لوگ انہیں مکانات میں نظر بند ہیں۔ ان کے واسطے معقول وظیفے مقرر ہیں نہ یہاں سے کبھی نکلتے ہیں نہ کسی کو نظر آتے ہیں۔ مکانات کا بڑا حصہ خلیفہ کے تصرف میں ہے۔ خوبصورت قصر۔ خوش نما غرفے اور نفیس باغیچے ہر قسم کے اسی قدر حصہ میں موجود ہیں۔

نائب وزیر

آجکل خلیفہ کا کوئی وزیر نہیں ہے۔ ایک خادم نائب وزارت ہے۔ یہ شخص دیوان اموال خلافت میں حاضر ہو کر حکم احکام جاری کرتا ہے تمام مکانات عباسیہ کی پاسبانی اور خلیفہ کے آبا و اجداد کی حرم اور ان کے متعلقین کی نگہبانی مجدالدین سے متعلق ہے اس کا خطاب استاد الدار ہے اور خلیفہ کی دعا کے بعد اسکی بھی دعا کی جاتی ہے اس کی طرف سے تمام مکانوں پر نگہبان مقرر ہیں رات دن انکی حفاظت اور قفلوں کی دیکھ بھال اور تمام امور کی نگہداشت استاد الدار سے متعلق ہے ان امور کے انصرام کے

باعث اسے عام خلائق سے ملنے کی کم فرصت ہوتی ہے۔ اس ملک کی زیادہ تر رونق شاہی خدام اور حبشی خواجہ سراؤں سے ہے۔ ان میں سے ایک شخص کو ہم نے راہ میں دیکھا اس کا نام خالص ہے اور لشکر کا سردار ہے۔ پچاس آدمیوں کے قریب اس کے گرد ننگی تلواریں لئے حلقہ کئے ہوئے تھے اور بہت سے ترکی اور دیلمی افسر پیچھے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر ہمیں بہت تعجب ہوا دجلہ کے کنارے اس کے عمدہ مکانات ہیں۔

خلیفہ ابو العباس احمد الناصر الدین

بعض اوقات خلیفہ بھی دجلہ کی سیر کو کشتی میں سوار ہو کر آتا ہے اور گاہے گاہے شکار کے لئے جنگل کو بھی جاتا ہے لیکن ان سب حالتوں میں مختصر سامان کے ساتھ نکلتا ہے تاکہ عوام کو اس کے باہر آنے کی اطلاع نہ ہو۔ مگر یہ احتیاط اور زیادہ شہرت کا باعث ہوتی ہے۔ تاہم وہ رعایا کو عزیز رکھتا ہے اور کل رعایا اس سے محبت کرتی ہے رعایا کو اس کے عہد میں بہت امن اور آسائش ہے سب اسے مبارک اور مسعود حاکم جانتے ہیں اور شب و روز چھوٹے بڑے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ خلیفہ کا نام ابو الجاس احمد الناصر بن المستفی بنور اللہ ابی المحمد الحسن بن المستنجد باللہ ابی المظفر یوسف ہے۔ اور سلسلہ نصیب ابو الفضل جعفر المقتدر باللہ تک منتہی ہوتا ہے۔ ہم نے خلیفہ کو حصۂ غربی کی طرف محل خلافت کے مقابل میں کشتی پر سوار ہوتے ہوئے دیکھا۔ کشتی مغربی ساحل سے محلات شاہی کو واپس جا رہی تھی۔ خلیفہ جوان آدمی۔ سفید رنگ خوبصورت۔ معتدل القامت اور خوش منظر ہے۔ عمر پچیس سال کے قریب ہوگی داڑھی کے بال چھوٹے اور سرخ ہیں۔ اس وقت لباس میں زرنگار سفید قبا اور سر پر زرین ٹوپی تھی۔ ٹوپی پر نہایت بیش قیمت سمور کے قسم کے سیاہ اون کا حاشیہ تھا۔ اس لباس میں ترکوں کی سی وضع بنا کر اپنی شان کو چھپایا تھا مگر آفتاب کہیں چھپائے سے چھپ سکتا ہے اس روز صفر کی سولہویں ہفتہ کا دن اور شام کا وقت تھا۔ دوسرے دن اتوار کی شام کو ہم نے خلیفہ کو غربی کنارے پر اپنے محل کے جھروکے میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہم بھی اس مقام کے قریب ایک جگہ بیٹھے تھے۔

مساجد بغداد

القصہ یہ شرقی حصہ نہایت آباد۔ خوش قطع اور بارونق ہے۔ بازار

نہایت وسیع ہیں بے شمار باشندے ہیں۔ اس حصہ میں تین جامع مسجدیں ہیں اور تینوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ خلیفہ کی جامع مسجد محل خلافت کے قریب ہے۔ یہ مسجد بہت عالی شان ہے اور اس میں طہارت وغیرہ کا سامان افراط سے مہیا ہے۔ پانی کے حوض وغیرہ بہت وسیع ہیں بیرون شہر ایک مسجد جامع سلطانی مشہور ہے۔ مسجد کے قریب ایک محل ہے وہ بھی سلطانی کہلاتا ہے یہ سلطان خلیفہ کے اجداد کا سرپرست تھا اور اس کا لقب شاہنشاہ تھا۔ اس جگہ اس نے بود و باش اختیار کی تھی اور یہ مسجد اپنے واسطے بنوائی تھی اس مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر محلہ رصافہ میں ایک اور جامع مسجد ہے۔ محلہ رصافہ میں خلفائے عباسیہ کے مزارات ہیں

بغداد کے حمام

غرض کہ تمام شہر میں گیارہ جامع مسجدیں ہیں باقی مسجدیں شمار اور حساب سے باہر ہیں۔ اسی طرح شہر کے حماموں کی تعداد نہیں ہے۔ شہر کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ شرقی اور غربی دونوں حصوں میں دو ہزار کے قریب حمام ہیں۔ اکثر حماموں پر روغن قیر لگا کر اس کو ایسا گھوٹتا ہے کہ دور سے سیاہ پتھر کی عمارت معلوم ہوتی ہے یہاں کے حمام اکثر اسی صورت کے ہیں اس لئے کہ یہاں قیر کی بہت کثرت ہے۔ یہ روغن بصرہ اور کوفے کے درمیان میں ایک چشمے سے نکال کر لاتے ہیں۔ اس چشمے کے پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ اس کے چاروں طرف روغن کیچڑ کی طرح کثرت سے جم جاتا ہے اس کو پھاوڑوں سے کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔

مدارس بغداد

بغداد میں تیس مدرسے ہیں۔ سب مدرسے شرقی حصہ میں واقع ہیں ہر مدرسے کی عمارت خوبی میں نادر محلات سے بہتر ہے سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ نظامیہ[1] ہے۔ نظام الملک نے اسے بنایا تھا اور ۵۰۴ھ میں اسکی تجدید ہوئی تھی۔ مدرسوں کے واسطے جاگیریں اور اوقاف مقرر ہیں ان کا کل اہتمام مدرسوں کے سپرد ہے۔ جو طلبا مدارس میں رہتے ہیں انھیں معقول وظیفے ملتے ہیں ان ممالک کو ان مدارس اور شفا خانوں سے بڑا فخر ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے بانیوں اور اس کار خیر کے قائم رکھنے

---

[1] مشہور وزیر نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ کے نام سے دو مدرسے قائم کئے تھے پہلا نیشاپور میں اور دوسرا بغداد میں۔ امام غزالی پہلے مدرسے کے طالب علم اور صدر مدرس رہے تھے۔ اور دس برس تک دوسرے مدرسے کے بھی پرنسپل رہے۔

والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

بغداد کے ابواب

شہر کے حصہ شرقیہ کے چار دروازے ہیں۔ پہلا دروازہ دجلہ کے اوپر کے کنارے پر ہے اس کا نام باب السلطان ہے۔ دوسرے کا باب الصفریہ۔ تیسرے کا باب الحلیہ اور چوتھے کا باب البصلیہ نام ہے۔ یہ چاروں دروازے شہر کی چار دیواری میں نصب ہیں۔ چار دیواری دجلہ کے شرقی کنارے پر اوپر کے حصہ سے شروع ہو کر نیچے کے حصے پر ختم ہوئی ہے اور نصف دائرے کی سی صورت پیدا کرتی ہے شہر کے اندر بازاروں کے متعلق اور بہت سے دروازے ہیں۔ غرض کہ یہ شہر اس قدر وسیع اور معمور ہے کہ اس کی تعریف احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ حالانکہ پہلی سی اب رونق نہیں ہے بلکہ اس وقت تو اس کا حال حبیب کے اس قول کے موافق ہے۔ لا انت د لا الدیار دیا ر۔ (نہ تم تم ہو اور نہ مکان مکان ہیں۔)

بغداد سے روانگی

۱۵ ر صفر کو (۲۸ ر مئی) پیر کے روز عصر کی نماز کے بعد ہمارا قافلہ بغداد سے موصل کی طرف روانہ ہوا۔ اور بغداد میں ہم نے پورے تیرہ روز قیام کیا یہاں سے ہمارا سفر مذکورہ بالا عورتوں بنت مسعود اور ام معزالدین کی ہمراہی میں شروع ہوا ان کے ساتھ شام موصل۔ دروب اور دارمن کے حجاج ہیں اور تیسری عورت یعنی بنت ملک الدقوس کے ہمراہ خراسان کے حجاج روانہ ہوئے ہیں ان کا راستہ بغداد سے مشرق کی جانب ہے اور ہمارا قافلہ مغرب کی طرف جارہا ہے اور یہ دونوں عورتیں اس قافلہ کی امیر اور پیشوا ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں کسی کے اس مقولے کے اثر سے محفوظ رکھے۔ ضاع الرعال ومن یقودؐ دگلہ اور چرواہا دونوں ضائع ہوئے۔) ان عورتوں کے ساتھ ان کا اپنا لشکر بھی ہے اور خلیفہ نے بھی اپنی فوج حفاظت کے واسطے ساتھ کر دی ہے اس لئے کہ فرقہ خفاجین کے عرب بغداد کے اطراف میں اکثر قتل و غارت کرتے رہتے ہیں۔

ملکہ سلجوقہ بنت مسعود

بنت مسعود نہایت مرفہ الحال اور جوان عورت ہے اس کے محفہ کے نیچے دو لمبی لمبی لکڑیاں لگی ہیں ان لکڑیوں کے ذریعہ سے محفہ کے آگے پیچھے دو اونٹوں پر کسا جاتا ہے۔ دونوں اونٹ بہت تیز رو اور سبک

رفتار ہیں اور ان پر بیش قیمت زرین جھولیں پڑی ہیں۔ محفہ کے آگے اور پیچھے دو دروازے ہیں ان میں سے یہ خاتون بخوبی نظر آتی ہے اس کے منہ پر نقاب اور سر پر زرنگار سربند ہے۔ آگے آگے غلام اور فوج کی قطاریں اور پیچھے پیچھے خواصیں اور لونڈیاں گھوڑوں پر سوار ہیں داہنے بائیں کوتل گھوڑے اور ناقے ہیں لونڈیوں کے سواری کے زین بالکل زردوزی ہیں اور سروں پر زرین سربند ہیں جن کے دنبالے ہوا میں اڑتے جاتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں پھریرے لگے ہوئے نیزے ہیں۔ ہمراہی میں نقارے اور قرنا بھی ہیں۔ کوچ اور مقام کے وقت بجتے ہیں غرض کہ ملکہ کی عظمت وشان تعریف وتوصیف سے باہر ہے اور یہ تجمل واحتشام اس کے مرتبے کے لائق ہے اس لئے کہ اس کے باپ کی حکومت کی وسعت چار مہینے کی راہ تک ہے اور قسطنطنیہ کا حاکم اس کو جزیہ دیتا ہے۔ اس بادشاہ کے پسندیدہ خصائل رعایا پروری اور معدلت شعاری میں مشہور ہیں۔ کفار کے جہاد میں ہمیشہ سرگرم رہتا ہے۔ ہمیں اپنے شہر کے ایک حاجی کی زبانی معلوم ہوا کہ سال گزشتہ میں اس نے پندرہ بستیاں بلاد روم میں فتح کیں اور پشتہا پشت سے اپنے ملک میں حکمرانی کرتا چلا آتا ہے اس کا لقب عزالدین ہے اور باپ کا نام مسعود ہے مگر وہ اپنے باپ ہی کے نام سے آج تک مشہور ہے اسکی بیٹی یعنی اس ملکہ کا نام سلجوقہ ہے۔ ملکہ کا شوہر نورالدین آمد کا حاکم ہے۔ صلاح الدین نے اس کے شوہر کا ملک فتح کرلیا تھا مگر اس کے باپ کی مروت سے پھر وہ ملک اس ملکہ کو بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ملک و دولت عطا کرتا ہے۔

نہر دجیل

قصہ کوتاہ ہمارا قافلہ بغداد سے چل کر رات کو حوالی بغداد کے کسی گاؤں میں ٹھہرا اس گاؤں کے قریب دجلہ کی ایک شاخ دُجیل نامی رواں ہے اور اس طرف کی تمام زراعت کو سیراب کرتی ہے۔ یہاں سے صبح کو کوچ ہوا اس راہ میں بہت قریب قریب گاؤں ملتے ہیں۔ ظہر کے بعد ایک مقام پر ٹھہرے یہاں پس ماندہ حجاج اور تجار کا انتظار کیا۔ آدھی رات کو یہاں سے روانہ ہوئے اور دوپہر کے قریب نہر دُجیل کے کنارے آرام کے واسطے ٹھہرے۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے رات بھر چلتے رہے صبح کو موضع حزنہ کے قریب قیام ہوا۔ یہ موضع نہایت سرسبز وشاداب ہے یہاں سے چل کر ۱۸ صفر کو جمعرات کے دن

دجلہ کے کنارے حصن معشوق کے قریب مقام ہوا یہ قلعہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کی نزہت گاہ ہے۔

سامرا اس آبادی کے سامنے دجلہ کے شرقی کنارے پر شہر سُرَّ مَن رَأیٰ[1] واقع ہے۔ یہ آبادی آج کل عبرت کا مقام ہے۔ اب اس کے معتصم۔ واثق اور متوکل کہاں ہیں؟ ویرانی نے چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا ہے مگر بعض بعض مقامات اس کے اب تک آباد ہیں۔ مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے منظر کی خوبی اور ہوا کی لطافت کی نہایت تعریف کی ہے درحقیقت وہ ایسا ہی تھا مگر اب سوائے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کے اور کچھ باقی نہیں ہے۔ اس مقام سے تکریت ایک منزل کے فاصلے پر ہے یہاں پر ہمارا قافلہ دن بھر مقیم رہا شام کو یہاں سے کوچ کر کے رات بھر چلتے رہے ۱۹ر تاریخ (یکم جون) جمعہ کی صبح کو تکریت کے سامنے قافلہ ٹھہرا۔

شہر تکریت یہ شہر بہت وسیع اور کشادہ ہے بازار معمور ہیں آدمی بکثرت آباد ہیں۔ بے شمار مسجدیں ہیں۔ باشندے خلیق اور ایمان دار۔ ناپ تول میں اہل بغداد سے بہتر ہیں شہر کے گرد پرانی شہر پناہ ہے اور آبادی کے شمال میں دجلہ رواں ہے دجلہ کے کنارے ایک مستحکم قلعہ ہے۔

اس جگہ سے شام کو کوچ کر کے ہفتہ کی صبح کو دجلہ کے کنارے ٹھہرے یہاں سے ایک رات دن کا پانی ساتھ لے کر دوپہر کے قریب کوچ ہوا۔ غلبۂ خواب کے باعث رات کو بہت تھوڑی دیر آرام کی غرض سے ٹھہرے اور پھر تمام رات چلتے رہے اتوار کے روز تھوڑے دن چڑھے موضع جدیدہ میں دجلہ کے کنارے مقام ہوا۔ یہاں سے قریب راہ میں عقرنامی ایک قصبہ ملتا ہے وہاں ایک نہایت خوبصورت جدید سرائے ہے سرائے کے اوپر بہت سے برج اور کنگورے ہیں آبادی کے کنارے ایک بلند ٹیلہ ہے وہاں پہلے اس آبادی کا قلعہ بنا ہوا تھا اس جگہ سے موصل تک راہ میں برابر گاؤں اور بستیاں بہت قریب قریب ملتی ہیں اسی وجہ سے قافلہ کی رفتار منتشر ہے۔ کوئی آگے کوئی پیچھے کوئی داہنے کوئی بائیں چل رہا ہے یہاں سے عصر کے قریب

---

[1] یہ وہی شہر ہے جو اب مخفف نام سامرا سے مشہور ہے۔ بغداد کے قریب واقع ہے۔

روانہ ہوئے اور شام کو تھوڑی دیر استراحت کے واسطے قیام کیا اور پھر آدھی رات سے پہلے ہی کوچ کر دیا۔

روغن قیر پیر کی صبح کو موضع قیارہ میں پہنچے یہ جگہ دجلہ کے قریب راستے سے داہنی طرف ہے یہاں ایک قطع زمین نشیب میں سیاہ رنگ کا ہے اور اس میں جا بجا سوت جاری ہیں۔ سوتوں میں سے روغن قیر بڑے جوش کے ساتھ نکلتا ہے سوتوں کے قریب بہت سے حوض بنا دیئے ہیں ان میں سیاہ کیچڑ کی طرح قیر جمع ہو جاتا ہے اس کا رنگ چمکدار اور قوام اس قدر لزج ہوتا ہے کہ چھونے سے انگلیوں کو چمٹ جاتا ہے سوتوں کے گرد ایک تالاب ہے اس کی سطح پر سیاہ مادہ کائی کی طرح پھیلا ہوا ہے وہ مادہ پانی کی موجوں سے کنارے پر آتا ہے اور اس میں سے یہ روغن تہہ نشین ہو کر سوتوں سے نکلتا ہے یہ ایک نئی بات دیکھنے میں آئی اگر بغیر مشاہدہ سنی جاتی تو بہت تعجب ہوتا یہاں سے قریب دجلہ کے کنارے اس سے بھی بڑا روغن قیر کا ایک اور قیر ہے دور سے ہم نے اس میں سے دھواں اٹھتا ہوا دیکھا لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جس وقت اس قیر کو تجارت کے واسطے لے جانا چاہتے ہیں تو پہلے آگ کے ذریعہ سے اسکی رطوبت مائیہ خشک کر لیتے ہیں پھر اس کو تراش کر بیچنے کو لے جاتے ہیں یہ روغن شام سے عکہ تک تمام آبادیوں اور جزیروں کو جاتا ہے۔ یہاں سے موصل تک صرف دو منزلیں ہیں۔ یہاں تھوڑا سا آرام کر کے کوچ کیا اور شام کو موضع عُقَیبَہ میں ٹھہرے یہاں سے آدھی رات کو روانہ ہوئے اور ۲۳ر صفر کو (۵رجون) منگل کے روز کچھ دن چڑھے موصل میں داخل ہوئے۔ یہاں پر دریا کے کنارے ایک بڑا اڈے کے قریب سرائے میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں۔

باب ۹

موصل تا بُزاعہ

موصل یہ شہر بہت مستحکم ہے اور اس کی آبادی بہت قدیم ہے زمانہ کے ساتھ اس کو بہت صحبت رہی ہے اس لئے اس میں حوادثات کے پیدا ہونے کی استعداد بڑھ گئی ہے۔ برج اور مکانات گویا ایک دوسرے پر ڈھے پڑتے ہیں فصیل شہر اس قدر چوڑی ہے کہ غالباً وہی اس کے فتح کا باعث ہوئی ہوگی مکانوں میں دشمن سے بچاؤ کے واسطے جگہیں بنی ہوئی ہیں یہ لڑائی کے آسائش کے سامان ہیں آبادی کی بلندی کے طرف ایک نہایت مضبوط اور عظیم الشان قلعہ ہے۔ قلعہ کی چار دیواری بہت پختہ ہے اور اس پر چونے کے برج بنے ہوئے ہیں۔ قلعہ کے قریب سلطان کا مکان ہے اس شاہی عمارت اور شہر کے درمیان میں چوڑی سڑک بلندی سے نیچے کی طرف کو چلی گئی ہے آبادی کے مشرق میں شہر پناہ کی دیوار سے ملا ہوا جلہ بہتا ہے اس میں بازار۔ سرائے۔ مساجد اور حمام شہر کے متمول لوگوں نے بنائے ہوئے ہیں۔

جامع مسجد مجاہد الدین ان امرا میں سے ایک شخص مجاہد الدین نامی نے دریا کے کنارے جامع مسجد اس خوبی سے اور صنعت سے بنائی ہے کہ آج تک دیکھنے میں نہیں آئی مسجد کی عمارت بالکل اینٹ کی ہے مگر اس ترتیب

اور زینت سے نقش و نگار کئے ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی مسجد کے حجروں کو دیکھ کر حجرہ ہائے جنت یاد آتے ہیں۔ ان کے گرد لوہے کی جالی لگی ہے اور چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ چبوتروں کا منظر آب دجلہ ہے اس سے بہتر اور خوشنما نشست کی کوئی جگہ نہیں ہے گو اس کے اوصاف بہت طویل ہیں مگر اس اختصار سے بھی کچھ قیاس ہو سکتا ہے۔ مسجد کے سامنے مجاہد الدین نے ایک شفاخانہ بنایا ہے وہ بھی خوش قطع عمارت ہے۔ شہر کے بازار میں تاجروں کے واسطے ایک (قیساریہ) فرودگاہ وسیع سرائے کی طرح بنائی ہے۔ اس میں لوہے کا پھاٹک ہے اور گرد میں دکانیں اور مکان نیچے اوپر اس خوبی سے بنائے ہیں کہ انکی نظیر کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔

مساجد موصل

خاص شہر میں دو جامع مسجدیں ہیں ایک تو خلفائے بنی امیہ کی ہے اور دوسری جدید تعمیر ہوئی ہے۔ پرانی مسجد میں ایک قبہ کے بیچ میں پتھر کا ستون ہے ستون کے گرد میں پانچ امیٹھواں گنڈے برابر برابر پڑے ہوئے ہیں۔ پتھر کے جرم میں بل دیکر یہ صنعت پیدا کی ہے۔ ستون کے اوپر ہشت پہل ایک پتھر لگا ہوا ہے اس میں سے پانی کی دھار اس زور سے نکلتی ہے کہ قدآدم بلند ہو جاتی ہے اور شاخ بلور کی طرح نظر آتی ہے۔ پانی زمین پر گر کر بہہ جاتا ہے۔ تینوں جامع مسجدوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ شہر میں کئی علمی مدرسے ہیں۔ ان میں سے چھ مدرسے دجلہ کے کنارے دور سے قصروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ پڑاؤ کے شفاخانے کے علاوہ اور کئی شفاخانے شہر میں ہیں۔

مزار حضرت جرجیسؑ

علاوہ اور باتوں کے اس آبادی کو حضرت جرجیس علیہ السلام کے مزار مقدس کا بھی شرف حاصل ہے ایک مسجد میں داہنی طرف کے کونے میں آپ کا مزار ہے باب الجسر اور جامع مسجد جدید کے درمیان میں مسجد میں جانے والے کے بائیں طرف حضرت جرجیسؑ کی مسجد ہے ہم نے بھی اس مزار مقدس کی زیارت سے افتخار حاصل کیا۔

تل التوبہ

دوسرا شرف اس آبادی کو یہ ہے کہ یہاں سے ایک میل شرق کی جانب دجلہ کے پار تل التوبہ نامی ایک ٹیلا ہے اسی ٹیلے پر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ توبہ کے واسطے کھڑے ہوئے تھے اور اللہ نے اس قوم کو عذاب سے بچا لیا تھا۔

اس ٹیلے کے قریب ایک میل کے فاصلے پر حضرت یونس علیہ السلام کے نام سے ایک چشمہ منسوب ہے حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو اس چشمے میں نہلا کر تل التوبہ پر کھڑا کیا تھا۔ ٹیلے پر ایک مسافر خانہ ہے اور اس میں سقاوے اور غسل خانے بکثرت ہیں مسافر خانے کا ایک ہی دروازہ ہے اس کے بیچ میں ایک مکان پر پردا پڑا رہتا ہے۔ مکان کا مرصع دروازہ ہے اور اس میں قفل پڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں یہ جگہ خاص حضرت یونس علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے۔ مکان کے چاروں طرف ہزاروں بتیاں لگی ہوئی ہیں دور سے خرمے کے درخت کی طرح معلوم ہوتا ہے جمعہ کی شب میں اکثر لوگ عبادت کے واسطے اس مکان میں جمع ہوتے ہیں۔ ٹیلے کے ادھر ادھر بہت سے گاؤں ہیں اور اس کے قریب ایک ویران جگہ پڑی ہے۔ کہتے ہیں وہ ویرانہ حضرت یونس علیہ السلام کے شہر نینوا کا ہے ویرانے پر چار دیواری کی بنیادیں اور ان میں دروازوں کے آثار ہنوز ظاہر ہیں اور اس کے برجوں کے اونچے اونچے ڈھیر جابجا دکھائی دیتے ہیں رات کو ہم تل التوبہ میں رہے اور صبح کو چشمے پر جاکر اس کا پانی پیا پھر اس میں نہا کر اسکے قریب ایک مسجد ہے وہاں نماز پڑھی۔ اللہ تعالے اس خلوص نیت کا اجر عطا فرمائے۔

اہل موصل کی اخلاقی حالت

اس شہر کے باشندے خوش خلق نیک اعمال، کشادہ دل اور شیریں گفتار ہیں۔ اہل غربت سے نہایت مہربانی سے اور مدارات سے پیش آتے ہیں اور ان سے سلوک کرتے ہیں۔ کسی کام میں اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ ہمارے پہنچنے سے دوسرے دن یہاں بڑی رونق کا جلسہ ہوا شہر کے تمام مرد و زن سوار اور پیادے سب حاکم موصل کی ماں کی پیشوائی کے واسطے شہر سے باہر گئے اور معزالدین حاکم موصل بھی تمام اراکین سلطنت کے ساتھ استقبال کو شہر سے باہر آیا۔ اس مجمع میں سوار اور پیادہ عورتیں بہت آئی تھیں۔ غرض کہ مخلوق کی کثرت سے شہر کے باہر ایک ہنگامہ بپا ہوگیا اس مجمع کے ساتھ معزالدین کی والدہ اور مسعود کی بیٹی بڑے تزک واحتشام سے داخل شہر ہوئیں۔

بنت مسعود کے اخلاق حمیدہ

حجاج موصل بھی انھیں عورتوں کے ہمراہ بڑے تجمل سے اپنے مکان کو گئے اونٹوں کی گردنوں میں ریشمی کپڑے

اور رنگین پٹے پڑے ہوئے تھے۔ خصوصاً مسعود کی بیٹی کا محمل بہت زیبائش سے آراستہ کیا گیا تھا محمل کے چاروں طرف سونے کے پتر اور سلاخیں بکثرت جڑی ہوئی تھیں اور پالان کے گرد اشرفیاں ٹکی ہوئی تھیں ادھر ادھر سونے کی زنجیریں اور طرح طرح کی تصویریں لٹک رہی تھیں اونٹوں کی گردنوں میں سونے کے زیور بھرے ہوئے تھے۔ اور زیور کی آواز سے کان گنگ ہوتے جاتے تھے اسی طرح اسکی لونڈیوں کے اونٹ سونے میں چھپے ہوئے تھے۔ غرض کہ تمام اونٹوں پر بے حساب سونا لدا ہوا تھا اس کے محمل کے آگے آگے فوج اور پیچھے لونڈیوں کی قطار تھی اس کے ساز وسامان کے دیکھنے سے تماشائیوں کو حیرت اور اہل بصیرت کو عبرت ہوتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ کل سلطنتوں کو زوال ہے۔ لیکن سلطنت واجب الوجود قائم اور برقرار ہے۔ سنتے ہیں کہ اس ملکہ کے اوصاف حمیدہ اور اعمال پسندیدہ باوجود اس نو عمری اور ثروت واقتدار کے شہرۂ آفاق ہیں۔ یہ عورت بہت خوش عقیدہ اور فقیر دوست ہے اکثر صالحین اور ابرار کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی خواستگار ہوتی ہے فیاضی میں بے مثل اور تواضع میں بے نظیر ہے۔ خاص کر اس راستے میں اس نے بے حد وحساب مال وزر خرچ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت وکرامت عطا فرماتا ہے ہم نے اس شہر میں چار روز قیام کیا۔

موصل سے روانگی

۲۷ر تاریخ ہفتہ کی آدھی رات کے بعد اس شہر سے کوچ ہوا۔ یہاں سے ہم نے اپنی سواری کے لئے ساربانوں کے معاملہ سے تنگ ہو کر ایک جانور خرید لیا اسی پر سوار ہو کر یہاں سے روانہ ہوئے صبح کو حوالے موصل کے ایک گاؤں میں قیام کیا۔ یہاں سے ایک پہر دن چڑھے سوار ہو کر دوپہر کے بعد ایک پل کے نیچے تھوڑی دیر آرام کے لئے ٹھہرے یہ پل جنگل میں پانی کے ایک مرور پر بنا ہوا ہے ہمیں اس کے نیچے بہت آرام ملا اس کے قریب ایک بستی میں بہت بڑی سرائے ہے اس راہ میں منزل بہ منزل سرائیں ملتی ہیں رات کو ہم نے اس بستی میں قیام کیا۔

جبل جودی

پچھلی شب کو یہاں سے سوار ہو کر صبح کو موضع مُوَیلحہ میں ٹھہرے اور وہاں سے آگے بڑھ کر مقام جدال میں رات بسر کی یہ بہت بڑی بستی ہے اور

آباد ہے اس میں ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے بستی کے قریب راستے سے داہنی طرف ہم نے جبل جودی کو دور سے دیکھا یہ وہ پہاڑ ہے جس کا کلام الہٰی میں ذکر آیا ہے اس پر نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی یہ بہت بلند اور طویل پہاڑ ہے۔ صبح کو اس مقام سے روانہ ہو کر شب کو موضع کلائی میں قیام کیا۔ یہ موضع مضافات نصیبین سے ہے اور شہر نصیبین یہاں سے ایک منزل ہے

شہر نصیبین

۱۲ر جون کو منگل کی شب چاند نظر آیا۔ صبح کو ہم اس مقام سے روانہ ہو کر ظہر سے پہلے نصیبین میں داخل ہوئے۔ یہ شہر بہت قدیمی آبادیوں میں سے ہے نہ بہت بڑا نہ چھوٹا ہی ہے۔ مگر نہایت خوش منظر اور خوش سواد ہے باہر سے بارونق اور اندر سے پرانا معلوم ہوتا ہے آبادی کے سامنے ایک وسیع سبزہ زار ہے جہاں تک نظر جاتی ہے سبز زمین نظر آتی ہے۔ پانی کے چشمے ہر طرف لطافت اور خوبی سے جاری ہیں بستی کے داہنے بائیں سرسبز اور میوہ دار باغیچے ہیں۔ سامنے سے ایک خوشنما نہر بہتی ہے اور آبادی کے گرد گھومتی ہوئی نکل گئی ہے نہر کے دونوں کناروں پر باغات کی کثرت ہے درختوں کا سایہ کوسوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ابونواسُ حسن بن ہانئی نے شہر کی تعریف میں خوب کہا ہے۔

طابت نصیبین لی یوما فطبتُ لھا یالیت خطی من الدنیا نصیبین

(نصیبین میں ایک روز بہت ہی خوب گزری۔ کاش سامان دنیا میں سے مجھے نصیبین ہی ملتا)

نصیبین کی شادابی

بیرون شہر باغات کے باعث سے اندلس کی سی قطع معلوم ہوتی ہے سبزیوں سے شادابی ٹپکتی ہے۔ سواد شہر پر رونق برستی ہے مگر شہر کے اندر وحشت صحرائی اور غبار بیابانی کا منظر ہے۔ کوئی جگہ اس قابل نہیں کہ نظر ڈالی جائے۔ نہر ایک پہاڑی چشمے سے جو آبادی کے قریب ہے نکلی ہے اور اسکی بہت سی شاخیں اس سبزہ زار میں جاری ہیں ایک شاخ شہر کے اندر بھی گئی ہے اس میں سے چھوٹی چھوٹی گولیں شہر کی سڑکوں پر نکالی ہیں بعض مکانوں کے اندر بھی گولوں کا پانی رواں ہے ایک

گول جامع مسجد کے صحن میں سے بھی ہو کر گزری ہے اور اسی کے ذریعہ سے مسجد کے دونوں حوض بھرے جاتے ہیں۔ ایک حوض وسط صحن میں اور ایک شرقی دروازے کے پاس ہے۔ یہ گول مسجد سے نکل کر مسجد کے گرد کے سقاووں کو بھرتی ہوئی آگے کو نکل گئی ہے۔

حضرت شیخ ابوالیقضانؒ

شہر کے قبلہ کی سمت والے دروازے کے قریب دریا پر پُل بنا ہوا ہے۔ اس کے سوا شہر میں دو مدرسے اور ایک شفا خانہ ہے حاکم شہر کا نام معین الدین ہے اور والیٔ موصل کا بھائی ہے شہر سنجار بھی موصل کو جاتے ہوئے راستے کے داہنی طرف ملتا ہے۔ معین الدین ہی کا ماتحت ہے جامع مسجد مذکورہ کے بائیں کونے میں اولیا رکرام میں سے ایک صاحب شیخ ابوالیقضان رہتے ہیں۔ گو جسم سیاہ ہے مگر قلب نورانی ہے کپڑا بننے پر زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک دن کے خرچ سے زیادہ کھانے کو برا جانتے ہیں۔ رات دن عبادت الہٰی میں مصروف رہتے ہیں۔ کثرت زہدو تقوے سے جسم لاغر ہو گیا ہے غرض کہ ان کے اوصاف اور کرامات کا شمار بیان سے باہر ہے۔ منگل کی شام کو ان بزرگوار کی زیارت سے ہم نے سعادت اور افتخار حاصل کیا اور ان کی پر تاثیر زبان سے اپنے واسطے دعائے خیر کے طالب ہوئے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایسے برگزیدۂ بارگاہ کی زیارت سے ہمیں سرفراز کیا امید ہے کہ انکی دعاء کے اثر سے بھی محروم نہ فرمائے۔

کردوں کی غارتگری کا خوف

اس شہر میں بیرون آبادی ایک سرائے میں ہمارا قیام تھا بدھ کی رات اسی سرائے میں بسر کی صبح کو یہاں سے ایک بڑے قافلے کے ہمراہ کوچ کیا۔ قافلے میں حرّانی۔ حلبی اور دیار بکر کے باشندے ہیں سب کی سواری میں گدھے اور خچر ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے شتر سوار حجاج کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ قافلہ صبح سے ظہر تک چلتا رہا مگر راستے بھر کردوں کی لوٹ مار کا خوف دامن گیر تھا۔ موصل سے دنیسر تک ساری راہ اس قوم کی دست برد سے تنگ ہے کردوں کی قوم بلند اور دشوار گزار پہاڑوں میں رہتی ہے۔ یہاں کے بادشاہوں کو ان کی اصلاح اور سیاست پر دسترس نہیں ہے۔ بعض اوقات

یہ لوگ نصیبین کے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں اوران کے دفعیہ پر سوائے خداوند کریم کے کسی کو قدرت نہیں ہوتی۔

ماردین کا قلعہ

راستے کے داہنی طرف دامن کوہ میں ایک آبادی دارَی نامی نظر آتی ہے اس کا قلعہ بہت بلند اور سفید دکھائی دیتا ہے دارَی کے پرے نصف منزل کے فاصلے پر ایک بہت بڑا شہر ماردین نامی آباد ہے اس کا قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر بہت عالی شان بنا ہوا ہے اور دنیا کے مشہور قلعوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ دونوں شہر بہت پرانے اور آباد ہیں غرض کہ ظہر کے وقت تھوڑی دیر آرام کے بعد کوچ کیا اور رات کو ایک میدان میں ڈنیصر کے سامنے ٹھہرے۔ صبح کو سیر و تفریح کے واسطے ذنیصر میں گئے۔

شہر دنیصر

یہ بستی ایک کشادہ قطعہ زمین میں آباد ہے گرد میں باغات اور زراعت کی کثرت ہے۔ چھوٹی چھوٹی گولوں سے زراعت کی آبپاشی ہوتی ہے خاص شہر کی وضع گاؤں کی آبادی کی سی ہے۔ آبادی کے گرد شہر پناہ وغیرہ نہیں ہے۔ لیکن بازار وسیع ہے اور تمام اجناس کی کثرت ہے۔ اہل شام۔ دیاربکر۔ آمد اور بلاد روم وغیرہ کے واسطے بہت بڑی منڈی ہے۔ بیرون شہر ایک جدید مدرسہ تعمیر ہوا ہے ہنوز اسکی عمارت کی تکمیل نہیں ہوئی ہے مدرسے کے قریب ایک حمام بھی بنایا ہے اور مدرسہ کے چاروں طرف باغات کا حلقہ ہے۔ اس وجہ سے یہ مدرسہ نہایت نزہت اور فرحت کا مقام ہے۔

حکام کی حالت

شہر کے حاکم کا نام قطب الدین ہے اور والئ موصل کا عزیز ہے شہر دارَی۔ ماردین اور راس العَین اسی کی عملداری میں شامل ہے ان ممالک کی حکومت اندلس کی طرح طوائف الملوکی کے طور پر ہوتی ہے اور اس نواح کے کل حکمرانوں نے اپنے ناموں کو لفظ دین کے ساتھ رونق دے رکھی ہے ہر شخص کے نام کے ساتھ ایک باہیبت لقب سننے میں آتا ہے۔ لیکن صفات القاب میں سے کوئی حسن اس کی ذات میں نظر نہیں آتا ایسے القاب میں خاص و عام اور شاہ و گدا سب برابر ہیں ان لوگوں میں سے کسی شخص کے ایسے خصائل اور عادات نہیں سنے گئے جو اس کے

مرتبہ کے مناسب ہوں یا اس کے نام اور القاب کی رونق کا باعث ہوں البتہ صلاح الدین حاکم شام و مصر و حجاز و یمن کا شہرۂ عدل و انصاف اس کے اسم اور لقب کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ بجز اس کے دوسرے نام کے ساتھ اس لقب کو شامل کرنا گویا ہوا باندھنا اور دعویٰ بے دلیل کرنا ہے۔

القاب مملکتہ فی غیر موضعھا   کالھر یحکی انتفاخا صولۃ الاسد

(بے موقع لقب سلطنت کا ایسا ہوتا ہے جیسے بلی پھول کر شیر کی شان دکھائے۔)

تل العقاب

حاصل کلام اس شہر میں جمعہ تک ہمارا قیام رہا اس لئے کہ اہل قافلہ کو یہاں کی پینٹھ کا انتظار تھا۔ یہاں جمعرات جمعہ اور ہفتہ کو برابر پینٹھ لگتی ہے اور اتوار کے روز بہت بڑا بازار ہوتا ہے۔ قرب و جوار کی آبادیوں سے اور ادھر ادھر کے گاؤں سے بہت سے آدمی آتے ہیں۔ کیونکہ ان منزلوں میں راستے کے دونوں طرف قصبے اور گاؤں قریب قریب آباد ہیں اور جا بجا پختہ سرائیں بنی ہوئی ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد یہاں سے قافلہ روانہ ہوا۔ راہ میں ذمّی نصرانیوں کی ایک آبادی پر گزر ہوا اس کا نام تل العقاب ہے اس کے اندر ایک عظیم الشان قلعہ بنا ہوا ہے اس بستی کی حسن و خوبی کی تعریف ہم نے اندلس میں سنی تھی . . . . واقعی اس کے چاروں طرف انگور کے باغات اور میوہ جات کے درختوں کی یہ کثرت ہے کہ اس زمین پر دن بھر آفتاب کا گزر نہیں ہوتا درختوں کے سایہ میں ایک خوشنما نہر جاری ہے بستی کے بازار اور باغات کی ترتیب نہایت دلکش اور نفیس ہے۔ سؤر یہاں بکریوں سے زیادہ دیکھنے میں آئے اور وہ یہاں کے باشندوں سے وحشت نہیں کرتے شام کو قافلہ جسر میں پہنچا یہ بستی ذمی رومیوں کی ہے ہفتہ کی شب اسی جگہ بسر ہوئی۔ صبح کو یہاں سے کوچ کر کے ظہر سے پہلے راس العین میں پہنچے۔

شہر راس العین

اس آبادی کا یہ نام نہایت موزوں اور اس کی حالت کے مناسب ہے اللہ تعالےٰ نے اس کے تمام قطعہ پر خوش گوار نہریں جاری کر دی ہیں ان نہروں میں سے بہت سی آبشاریں اس کے مرغزاروں میں اس خوبی سے رواں ہیں۔ گویا زبرجد کے تختے میں چاند کے تاروں کی کوفت ہے۔ باغات اور اشجار نے دونوں

طرف سے شہر کو گھیر لیا ہے۔

راس العین کے چشمے
نہر کے پانی کی صفائی اور شیرینی کو مینہ کے پانی پر تفوق ہے۔ خصوصاً دو چشمے بہت بڑے اور عجیب الصنعت ہیں پہلا چشمہ جو سب سے اوپر ہے ایک زمین میں سخت پتھروں کے اندر سے جاری ہوا ہے اور اس کا منبع بہت چوڑے غار میں ہے۔ تمام غار پانی سے بھرا ہوا ہے اور وسیع حوض کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے چشمے کی صنعت اور خلقت عجیب و غریب ہے اس کا منبع ایک گہری کھوہ میں سخت پتھروں کے اندر ہے۔ کھوہ کی گہرائی چار قامت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ چشمہ میں اس قدر جوش ہے کہ غار کو بھر کر سطح زمین پر بڑی تیزی سے جاری ہوتا ہے۔ اگر کوئی تیراک یا غوطہ خور منبع کی گہرائی دریافت کرنے کی غرض سے غوطہ لگاتا ہے تو نصف گہرائی تک بھی نہیں پہنچتا اور بے اختیار پانی کی سطح پر پلٹ آتا ہے۔ پانی اس قدر شفاف ہے کہ اگر اندھیری رات میں اس کے اندر دینار ڈالا جائے تو ویسا ہی صاف نظر آئے اس چشمہ میں سے بہت اعلیٰ قسم کی بڑی بڑی مچھلیاں شکار کی جاتی ہیں۔

خانقاہ و مدرسہ
چشمہ کا پانی دو شاخوں میں تقسیم ہوتا ہے ایک شاخ داہنے کو اور ایک بائیں کو بہتی ہے۔ داہنی طرف کی شاخ ایک خانقاہ میں ہو کر گذری ہے۔ یہ خانقاہ چشمے کے سامنے مسافروں اور صوفیوں کے واسطے تعمیر ہوئی ہے اور اس کو رباط کہتے ہیں دوسری شاخ خانقاہ کے بازو سے بہتی ہوئی نکل گئی ہے اور اس میں سے گولیں کاٹ کر خانقاہ کے طہارت خانوں وغیرہ میں لے گئے ہیں۔ آگے جا کر یہ دونوں شاخیں مل گئی ہیں۔ ان کے سنگم کی جگہ پن چکی کے مکان بنے ہوئے ہیں اور پانی کے بیچ میں برابر برابر ایک دیوار کی صورت نظر آتے ہیں اس جگہ دونوں شاخوں کا اتصال ہو کر دریائے خابور کا منبع تصور کیا جاتا ہے۔ خانقاہ سے تھوڑی دور ایک مدرسہ اور حمام ہے۔ آج کل یہ عمارت ویران پڑی ہے اور جا بجا سے ٹوٹ کر خراب ہو گئی ہے لیکن عمارت کا موقع بہت پر فضا ہے۔ ایک نہایت سرسبز اور شاداب قطع زمین تین طرف پانی سے محیط ہے صرف ایک جانب آنے جانے کی راہ ہے گویا ایک خوش منظر جزیرہ کا نمونہ ہے اس کے

داہنے اور بائیں باغات اور سامنے باغوں میں پانی دینے کے دولاب ہیں۔ غرض کہ اس آبادی میں عجیب و غریب رُونق ہے اکثر شرقی اندلس کی خوبصورت آبادیوں میں اس جگہ کی سی نہریں اور سرسبزیاں ہوں تو ان کے حسن و جمال کی انتہا ہو جائے۔

راس العین کے باشندے اس قصبہ کی آبادی گو مختصر ہے مگر اہل شہر اور گرد و نواح کے دیہات کے واسطے کافی ہے نہ اس کے گرد شہر پناہ ہے جس سے شہریت پائی جائے نہ کوئی بلند مکان ہے جس سے شہر کی رونق ثابت ہو ایک کھلے ہوئے میدان میں آباد ہے۔ گویا اہل دشت کے رہنے کا مقام ہے تاہم کل شہر کی ضرورتیں یہاں موجود ہیں۔

راس العین کی مساجد دو جامع مسجدیں بھی ہیں ایک نئی اور ایک پرانی۔ پرانی جامع مسجد کو عمر بن عبدالعزیز کی بنوائی ہوئی مشہور کرتے ہیں یہ مسجد چشموں کے قریب واقع ہے اس کے سامنے بھی نہر کی ان شاخوں کے علاوہ ایک چشمہ جاری ہے مگر مسجد کہنگی کے باعث منہدم ہونے کے قریب ہے۔ دوسری مسجد آبادی کے قریب ہے اور اسی میں نماز جمعہ ہوتی ہے یہاں کی نزہت و لطافت کے باعث آج ہم یہیں ٹھہر گئے اس لئے کہ ایسی دلچسپ جگہ راہ بھر کوئی نہیں ملی تھی۔

راس العین سے روانگی شام کے وقت ہمارا قافلہ یہاں سے روانہ ہوا آج رات بھر ٹھنڈ میں چلنے کا قصد ہے۔ کیونکہ حرّان یہاں سے دو منزل ہے اور راستے بھر ادھر ادھر کوئی آبادی نہیں ملتی ہے اسی سبب سے ان منزلوں میں دن کی گرمی کے وقت چلنا دشوار ہوتا ہے الغرض یہاں سے روانہ ہو کر اتوار کی صبح کو جنگل میں ایک کنوئیں کے قریب تھوڑی دیر آرام کیا۔ یہاں حوانامی ایک پختہ برج بنا ہوا ہے اس کی عمارت نہایت پرانی ہے۔ یہاں تھوڑی سی نیند لے کر پھر روانہ ہوئے اور ساتویں تاریخ بدھ کے دن طلوع آفتاب کے وقت حرّان میں پہنچے۔

شہر حرّان یہ شہر ایک صحرائے بے آب و گیاہ میں آباد ہے اس کے اطراف میں نہ کوئی درخت ہے اور نہ کہیں سایہ نظر آتا ہے تمازت آفتاب سے

دن بھر آگ برستی ہے اس کے پانی سے گویا برودت کو نفرت ہے ہوا ایسی ثقیل ہے کہ سانس لینا دشوار ہے پیڑ بوٹے کا کوسوں تک نام ونشان نہیں ہے آبادی بالکل بے رونق ہے یہاں کی ہوا گویا اس آبادی کے نام (حران) سے مشتق ہو کر نکلتی ہے مگر اس کے افتخار وشرف کے واسطے یہ کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی عبادت گاہ

حرّان سے نومیل قبلہ کی جانب نہر کے کنارے ایک عالی شان مکان ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی بی بی سارہ علیہ السلام کے رہنے اور عبادت کرنے کا مقام ہے اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس لبستی کو اہل اطاعت وریاضت کا مامن اور صالحین وابرار کا مسکن بنایا ہے۔

شیخ ابوالبرکات حیان بن عبدالعزیز

ان میں سے ایک صاحب شیخ ابوالبرکات حیّان بن عبدالعزیز کی ہم نے زیارت کی اور انکی دعا سے مستفید ہوئے ان بزرگوار کی ایک مسجد انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ مسجد کی قبلہ رو دیوار کے کونے میں ایک حجرے کے اندر رات دن رہتے ہیں۔ دوسرے کونے کے حجرے میں ان کے صاحبزادے رہتے ہیں۔ صاحبزادہ کا کوئی قدم باپ کے طریقہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ کسی طرز وروش میں مغائرت ہے شیخ کی عمر اسی برس سے زیادہ ہے انھوں نے اپنے صاحبزادے سے ملنے کی ہم کو ہدایت فرمائی ہم انکی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اپنے واسطے دعا کے طالب ہوئے اور دونوں بزرگوں سے رخصت ہو کر خوش وخرم واپس آئے پھر ہم نے ایک اور مسجد میں زاہد بے ریا شیخ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیض صحبت اور دعا کی برکت سے بھی سعادت حاصل کی۔

برہنہ سر بزرگ

اسی نام کے ایک اور بزرگ برہنہ سر مشہور ہیں اظہار عجز ونیاز کے سبب سے انھوں نے کبھی اپنا سر نہیں ڈھکا ان کی زیارت کے واسطے بھی ان کے مکان پر حاضر ہوئے مگر معلوم ہوا کہ جنگل کو تشریف لے گئے ہیں۔ اس شہر میں اس کے پہاڑوں میں.. اصحاب خیر اور اہل ریاضت کی یہ کثرت ہے کہ شمار نہیں ہو سکتا اللہ تعالےٰ ان کے انفاس متبرکہ سے اپنی مخلوق کو نفع پہنچائے اسی طرح اس

آبادی کے عام باشندے بردبار خلیق فقراء کی خدمت کرنے والے اور غرباء سے محبت رکھنے والے ہیں۔ خصوصاً موصل سے دیار بکر۔ ممالک شام اور دیار ربیعہ تک جس قدر آبادیاں ہیں ان کے باشندے فقراء اور مساکین کی ایسی تواضع کرتے ہیں کہ اس راستے بھر کسی محتاج مسافر کو زاد راہ اور سامان سفر کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اللہ تعالےٰ اس گروہ کو ان کے اعمال خیر کی جزا عطا فرمائے۔

حرّان کے بازار یہاں پر چھتے کا بازار نہایت خوش نما لکڑی سے بنا ہوا ہے خرید و فروخت کرنے والے ہر وقت سایہ میں رہتے ہیں اور ایک بازار سے دوسرے بازار میں اسی طور پر جاتے ہیں۔ گویا کسی بڑے مکان کی راہوں کو طے کر رہے ہیں ہر چوراہے پر ایک گول بازار بنا ہوا ہے۔ اس کے اوپر چونے کا بلند قبہ تاج کی طرح نظر آتا ہے۔

جامع مسجد حرّان بازار کے قریب ایک قدیمی جامع مسجد جس کی نئی ترمیم ہوئی ہے پتھر کی نہایت خوش قطع عمارت ہے۔ مسجد میں تین قبے پتھر کے ستونوں پر قائم ہیں اور ہر قبہ کے نیچے شیریں پانی کا کنواں ہے۔ صحن نہایت وسیع ہے وسط صحن میں ایک بلند قبہ دس بڑے بڑے ستونوں پر قائم ہے۔ ہر ستون کا محیط نو بالشت کا ہے قبہ کے بیچ میں ایک عظیم الشان عمود نصب ہے اس کا محیط پورے پندرہ بالشت کا ہے قبہ کی چھت برج کی طرح اوپر سے خالی ہے۔ کہتے ہیں یہ قبہ رومیوں کا بنایا ہوا ہے اور اس جگہ ان کے سامان جنگ کا مخزن تھا مسجد میں پانچ درجہ کا دالان ہے۔ ہر درجہ کی پندرہ قدم چوڑائی ہے۔ دالان کی چھت لکڑی کی کڑیوں سے پٹی ہوئی ہے۔ ہر کڑی دالان کی چوڑائی کے برابر ہے اس قدر چوڑی اور بڑی بڑی محرابوں کی مسجد ہم نے ابھی تک اور نہیں دیکھی۔ صحن کی طرف کے درجہ میں برابر برابر انیس دروازے ہیں بیچ کا دروازہ بہت چوڑا اور بلند ہے۔ اس کی محراب اوپر سے نیچے تک خوش نما سانچہ کی ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ دروازہ عظمت و شان میں قلعہ کے دروازے کی طرح معلوم ہوتا ہے دروازوں میں عمدہ لکڑی کے کواڑ نقش و نگار سے آراستہ ہیں یہ کواڑ قصروں کے کواڑوں کی طرح بنائے ہیں مسجد کے قریب خوبصورت بازار اچھی ترتیب سے بنایا ہے اس مسجد

کی سی خوبی اور اس بازار کی سی ترتیب ہم نے اور شہروں میں نہیں دیکھی۔

حرّان کا قلعہ شہر میں ایک مدرسہ اور دو شفاخانے بھی ہیں۔ شہر کے گرد بہت مضبوط چار دیواری تراشے ہوئے پتھر کی ہے۔ اس کے علاوہ شہر سے قریب مشرق کی طرف ایک مستحکم اور استوار قلعہ بھی بنا ہوا ہے۔ قلعہ کے گرد گہری خندق ہے اور خندق کے کنارے پتھر سے پختہ کر دیئے ہیں۔ شہر اور قلعہ کے درمیان میں ایک وسیع میدان ہے اسی طرف ایک چھوٹی سی نہر شہر پناہ کی دیوار اور میدان کے بیچ میں جاری ہے نہر کا منبع یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ اس شہر میں باشندوں کی کثرت ہے بے شمار مسجدیں ہیں ہر شے افراط سے ملتی ہے۔ تمام شہری سامان دستیاب ہوتا ہے یہاں کا حاکم مظفرالدین بن زین الدین ہے اور صلاح الدین کا ماتحت ہے۔

دیار ربیعہ یہ ملک موصل سے نصیبین اور دریائے فراط تک دیار ربیعہ کہلاتا ہے اس ملک کے حدود نصیبین سے فرات تک راستے کے جنوب میں اور دیار بکر سے سمت شمال میں مثل آمد اور میا فارقین وغیرہ کے محسوب ہوتے ہیں۔ اس ملک کے سب حکمران سلطان صلاح الدین کے ماتحت حکومت ہیں کسی شخص میں اس کے مقابلہ کی قدرت نہیں ہے اگر سب جمع ہو کر باری باری سے بھی اس کا مقابلہ کریں تب بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ان لوگوں پر اس کو یہ دست رس ہے کہ جس کا ملک چاہے چھین لے اس آبادی میں ہمارا قافلہ بیرون شہر دریا کے کنارے مقیم تھا۔

برہنہ سر بزرگ سے ملاقات یہاں پیر اور منگل دو روز قیام ہوا منگل کے دن بعد ظہر ہم نے شیخ سلمہ برہنہ سر بزرگ کی زیارت کی اور ان کی دعا سے مستفید ہوئے۔ آج یہ بزرگ ہمیں اپنی مسجد میں ملے۔ یہ صاحب نیک صورت، کشادہ رو، خوش خلق اور خندہ پیشانی ہیں ان کے چہرے سے آثار صلاح اور نشانات محبت ظاہر و نمایاں ہیں ان کی زیارت سے فیض یاب ہو کر ہم نے شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اولیاء صالحین کی زیارت سے سرفراز فرمایا۔

تل عبدہ ۹ر تاریخ بدھ کی شب میں تھوڑی نیند لے کر یہاں سے قافلے کا کوچ ہوا۔

رات بھر چلتے رہے صبح کو تل عبدہ میں قیام کیا یہ جگہ آباد ہے اور اس میں پانی کا ایک چشمہ جاری ہے اس کے پاس ایک بلند اور ہموار ٹیلا ہے اس کی صورت بالکل ہموار میز کی سی معلوم ہوتی ہے اس ٹیلے پر پرانی عمارتوں کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہاں سے مغرب کے وقت روانہ ہو کر موضع بیضار پر گزر ہوا یہاں ایک بڑی سرائے بنی ہوئی ہے۔ یہ بستی حرّان اور فرات کے وسط میں ہے اس بستی کے سامنے راستے کے داہنی طرف شہر سروج نظر آتا ہے جسکی تعریف مقامات حریری[1] میں ابو زید سے منسوب کر کے لکھی ہے۔ حریری کی تحریر کے موافق یہاں باغات اور سبزہ زاروں کی بہت کثرت ہے۔

قلعہ نجم و رجبۃ الشام

جمعرات کی صبح کو ہمارا قافلہ فرات پر پہنچا یہاں پر کشتیوں کے ذریعہ سے عبور کر کے قلعہ نجم کے قریب قیام کیا یہ قلعہ دریا کے کنارے نیا بنا ہوا ہے اس کے گرد دیہاتیوں کے مکانات ہیں چھوٹا سا بازار گھاس دانے اور روٹی وغیرہ کا موجود ہے۔ آخر قافلے کے عبور کے انتظار میں ہمیں یہیں ٹھہرنا پڑا۔ فرات کو عبور کرتے ہی دیار شام اور دیار ربیعہ اور دیار بکر کی حد ہے اس کے پرے رجبۂ مالک بن طوق ہے اس کو رجبۃ الشام بھی کہتے ہیں۔ فرات کے کنارے سے ایک پہر رات گئے قافلے کا کوچ ہوا اور گیارہویں تاریخ جمعہ کی صبح کو مقام منبج میں پہنچے۔

شہر منبج

یہ شہر بہت کشادہ اور فراخ ہے۔ یہاں کی ہوا بہت اچھی اور صاف ہے شہر کی صورت خوش نما اور فضا عمدہ ہے دن پر لطف اور رات مثل سحر پر بہار ہوتی ہے۔ نسیم سحر کی خوشبو علالت دماغ کو کھوتی ہے شہر کے شرق وغرب میں چمنستان اور درختان میوہ دار کی کثرت ہے درختوں کے نیچے خوشگوار پانی کے چشمے جاری ہیں یہاں زمین میں پانی بہت قریب نکلتا ہے اس سبب سے گھر گھر ایک ایک دو دو کنوئیں موجود ہیں۔ پانی مزے میں شہد سے میٹھا ہے۔ شہر کے گرد بہت بڑی

---

[1] عربی کی مشہور و معروف کتاب جو درس نظامیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔

چار دیواری ہے۔ شہر کے اندر بازار اور چوراہے نہایت کشادہ اور وسیع ہیں دکانیں بہت چوڑی چوڑی ہر طرف آباد ہیں ہر دکان وسعت اور بلندی میں بجائے خود ایک خزانہ یا گودام ہے بازار یہاں سے وہاں تک پٹا ہوا سایہ دار ہے اس نوع کی اکثر بستیوں کے بازار اسی قسم کے دیکھنے میں آئے یہ جگہ اہل روم کی پرانی آبادیوں میں سے ہے ان کے اکثر آثار قدیمہ یہاں موجود ہیں۔ چونکہ اس شہر پر بہت زمانہ گزر چکا ہے اس لئے خرابی اور ویرانی نے کچھ کچھ اثر کیا ہے۔ شہر کے سامنے شہر پناہ سے بچا ہوا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے۔ اس طرف کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس میں سلطانی قلعہ نہ ہو یہاں کے باشندے صاحب خیر پکے سنّی اور شافعی مذہب ہیں اس نواح کے اکثر بد مذہبوں کی طرح ان کے عقائد نہیں ہیں۔ ان کے معاملات بہت درست اور حالات نہایت سلیم ہیں راست بازی اور دین داری پر مستقیم ہیں ہم یہاں بیرون شہر ایک باغ میں مقیم تھے۔ دن بھر یہاں آرام کیا۔ آدھی رات کو یہاں سے روانہ ہو کر ۱۲ ار تاریخ ہفتہ کے دن پہر دن چڑھے بُزَاعَہ میں داخل ہوئے۔

شہر بُزَاعَہ

یہ بستی گاؤں سے بڑی اور شہر سے چھوٹی ہے اہل شہر کی تجارت اور مسافروں کی ضرورت کے واسطے کافی ہے آبادی کشادہ اور سواد پاکیزہ ہے اس کے قریب نہایت لطیف پانی کا ایک چشمہ جاری ہے اس پانی کے باعث سے یہاں کے باغات اور سبزہ زار بڑی رونق پر ہیں۔ آبادی کی بلندی کی طرف بہت پرانا قلعہ ہے کسی بادشاہ نے اس کی درستی کا اہتمام کیا تھا۔ مگر استحکام عمارت کے باعث عہدہ برآ نہ ہوا۔ ناچار خفا ہو کر جا بجا سے منہدم کرا دیا۔ اس آبادی کے سامنے نشیب کی طرف ایک قصبہ باب نامی ہے۔ حلب اور اسکی آبادی کے وسط میں واقع ہے اسکی آبادی کو آٹھ برس ہوئے ہیں۔ فرقۂ اسمٰعیلیہ نے اسے آباد کیا تھا۔ اس کے گروہ کے لوگ بالکل ملحد تھے انکی جماعت اس قصبہ میں بے حد ہو گئی تھی اور ان کی شدت کے سبب سے یہ راہ بالکل مسدود تھی۔ جب اس قوم کا اثر ان متعصب ممالک میں پھیلا اہل ملک کو ان کے افعال و اعمال سے

غیرت آئی چاروں طرف سے مخلوق جمع ہوئی اور سب نے مل کر اس گمراہ قوم کا استیصال کیا۔ اس قصبہ کا کوئی متنفس زندہ نہ چھوڑا اور انکی لاشوں سے اس نشیب کو بالکل پاٹ دیا۔ اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اس نے اہل اسلام کو ان کے شر سے بچایا اور ان کا مکر انھیں کی گردن پر وبال ہوا۔ اس آبادی کے لوگ سب سنت جماعت ہیں یہاں ہمارا قافلہ میدان میں مقیم ہے دن بھر یہاں قیام ہوا۔ شب کو یہاں سے کوچ کر کے رات بھر چلتے رہے ۔ ۱۲ر تاریخ اتوار کی صبح کو حلب میں پہنچے ۔

باب ۱۰

حلب تا حمص

شہر حلب اس شہر کے اوصاف مدت سے مشہور چلے آتے ہیں یہ مقام نہایت پاک اور برگزیدہ ہے۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے قلعہ نہایت اونچا اور مضبوط ہے کوئی قلعہ اس کا ثانی نہیں ہے دَور مناسب اور بلندی موزوں ہے تمام گوشے گویا تراشے ہوئے خوبصورت اور ہموار ہیں۔ استحکام ایسا ہے کہ مرمت کی کوئی حاجت نہیں اللہ تعالے نے کیسی اچھی موزونیت اور خوش نمائی عطا فرمائی ہے خوبیاں ازلی اور استحکام ابدی ہے مدتیں گزر گئیں اور عمریں تمام ہوگئیں مگر یہ مکانات ہنوز باقی ہیں۔ ان کے اگلے باشندے کہاں ہیں کہ اپنی املاک وجاگیروں کو آکر دیکھیں؟ وہ حمدانی امرا اور ان کے مدح خواں شاعر کہاں گئے؟ فنا نے کسی کا نام تک نہ چھوڑا افسوس کہ کوئی پلٹ کر نہ آیا! حیف ہے کہ مالک مرجاتے ہیں ان کی املاک باقی رہ جاتی ہیں دوسرے ان پر تصرف کرتے ہیں اور کوئی مانع نہیں ہوتا تھوڑی سی ترمیم کر کے قابض ہو جاتے ہیں یہ وہی حلب ہے جس میں ہزاروں بادشاہ گزرے جن کا صفحۂ ہستی پر کوئی نشان نظر نہیں آتا اس پر بہت سے جلیل القدر حکمران متصرف ہوئے جنھوں نے بے شمار معرکہ آرائیاں کیں اس کے نام (حلب) میں تانیث کا مادہ ہے اس لئے غداری کے زیور

سے آراستہ ہے جو اس میں طمع کرتا ہے اس کے ساتھ مکاری سے پیش آتا ہے۔

حلب کی وجہ تسمیہ

اس کے بعد احمد بن حمدان نے اس عروس کو دوبارہ ہر ہفت بنایا مگر افسوس ہے کہ اس کے شباب کو بڑھاپے نے بہت جلد زائل کر دیا اور سرپرست کو دست قضا رنے باقی نہ چھوڑا۔ حوادث نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور خرابیاں ہر طرف سے حملہ آور ہوئیں یہاں تک کہ ملکیں اور صاحب املاک سب فنا ہو گئے۔ مگر اس شہر کی شرافتوں میں سے بڑی بزرگی یہ ہے کہ جس جگہ شہر کا قلعہ ہے وہ پہلے ایک ٹیلہ تھا اور اس پر ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسکن اختیار کیا تھا اور اپنی بکریوں کا دودھ دوہ کر تصدق کیا تھا۔ اہل عرب دودھ دوہنے کو حلب کہتے ہیں۔ اس واسطے اس مقام کا نام حلب مشہور رہوا۔ اس جگہ ایک مکان زیارت کے واسطے بنا ہوا ہے اس میں لوگ تبرکاً نماز پڑھتے ہیں

حلب کا قلعہ

قلعوں کی سب سے زیادہ خوبی آب ودانے کی کثرت تصور کی جاتی ہے اس قلعہ میں دو جگہ بڑے بڑے پانی کے کنوئیں ہیں اور ان میں سوت جاری ہیں۔ کنوؤں کے گرد شہر کی جانب دو اونچی اونچی دیواریں بنی ہوئی ہیں دیواروں کے نیچے ایسی گہری خندق ہے جس کے عمق تک نظر کا پہنچنا دشوار ہے اس خندق میں بھی سوت جاری ہیں۔ کھانے کا سامان ہمیشہ قلعہ میں موجود رہتا ہے اس سے زیادہ قلعہ کے استحکام اور آرام کا کیا سامان ہو سکتا ہے قلعہ کی دیواریں بہت بلند ہیں جابجا وسیع اور خوبصورت برج تعمیر ہیں ہر برج میں رہنے کے مکان اور ان پر اونچے اونچے بالاخانے اور محراب دار حجرو کے بنے ہوئے ہیں۔

حلب کے بازار

قلعہ کے اندر شاہی محل اور سلطانی مکانات ہیں۔ آبادی کا دور بہت بڑا اور وضع نادر ہے۔ چوڑے چوڑے بازار چاروں طرف ہیں۔ سب سے بڑے بازار کی عجیب ترتیب ہے یہ بازار دور تک سیدھا چلا گیا ہے اور ہر پیشہ کے لوگوں کی علیحدہ علیحدہ دکانیں ہیں۔ اسی ترتیب سے کل پیشہ ور اس بازار میں بیٹھتے ہیں۔ کل بازار لکڑی سے پٹا ہوا ہے۔ شہر کے باشندے رات دن سایہ میں

آرام سے چلتے پھرتے ہیں بازار کا حسن نظر کو گرویدہ کرتا ہے تماشائی کو آگے بڑھنے نہیں دیتا تاجروں کے گودام اور فرودگاہیں جامع مسجد کے گرد ہیں یہ مکانات پاکیزگی اور لطافت میں بجائے خود قطعہ گلستان ہیں۔ وہاں بیٹھنے والے کا دل ان مکانات کے سوا اور کسی چیز کے دیکھنے پر مائل نہیں ہوتا۔ کل بازار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یکساں ڈھال کر اس میں دروازے کھول دیئے ہیں۔ جس سے دکانوں کی سی صورت نظر آنے لگی ہے دکانوں کے اوپر لکڑی کے منقش کنگورے بنے ہوئے ہیں غرض کہ اس بازار کا منظر نہایت ہی دلفریب ہے اور ہر بازار کا سلسلہ جامع مسجد کے دروازے کے پاس منتہی ہوتا ہے۔

جامع مسجد حلب

یہ مسجد اعلیٰ درجہ کی خوش نما مسجدوں میں سے ہے۔ صحن بہت وسیع ہے اور صحن کے گرد چوڑے دالان ہیں۔ سب دالانوں کے دروازے قصر کی طرح صحن کی طرف کھلتے ہیں۔ دروازوں کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ ان کی موزونی اور زیبائی قابل دید ہے وسط صحن میں دو عمدہ کنویں پانی کے موجود ہیں۔ قبلہ کی طرف والے دالان میں مقصورہ نہیں ہے اس لئے بہت چوڑا اور کشادہ نظر آتا ہے۔ مسجد کے منبر پر گویا کل نقاشی ختم کر دی ہے۔ ہم نے آج تک کسی ملک میں اس طرح کا منقش اور با زینت و زیبائش منبر نہیں دیکھا۔ منبر کے اوپر لکڑی کے خوبصورت کنگورے اور خوش نما محرابیں ہیں ان کنگوروں اور محرابوں پر آب نوس اور ہاتھی دانت کی پچی کاری ہے منبر کے پاس محراب میں بھی اسی قسم کے نقش و نگار ہیں۔ محراب کے اوپر چھت کی بلندی تک بھی اسی قسم کی نقاشی ہے اور اس کی صورت بالکل تاج کی طرح نظر آتی ہے منبر اور محراب کے ادھر ادھر کی محرابیں بھی اسی طرح قسم قسم کی صنعت اور کاری گری سے آراستہ ہیں جس سے دیکھنے والے کو حیرت و تعجب ہوتا ہے۔

حلب کے مدارس و شفاخانے

مسجد کے قریب مغرب کی طرف ایک مدرسہ خلیفہ کے نام سے منسوب ہے یہ مدرسہ بھی حسن اور استحکام میں جامع مسجد کا نمونہ ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں۔ مدرسے کی بڑی خوبی قابل لحاظ یہ ہے کہ اس کی قبلہ رو دیواریں بالکل محراب دار کھڑکیاں نصب ہیں

اوران کھڑکیوں کے سامنے دیوار کی لمبائی تک ہرا ہرا انگور کی سرسبز و شاداب ٹٹیاں ہیں۔ ہر کھڑکی کے منہ پر انگور کے تر و تازہ خوشے لٹک رہے ہیں کھڑکیوں میں بیٹھنے والا بے تردد آسانی کے ساتھ خوشوں کو توڑ سکتا ہے۔ اس مدرسے کے علاوہ شہر میں چار پانچ اور بھی مدرسے ہیں اور ایک بہت بڑا اشفاخانہ بھی ہے۔ غرض کہ یہ شہر اپنے حسن و خوبی کے باعث دارالخلافت کے لائق ہے مگر شہر کی تمام خوبصورتی اندر ہی اندر نظر آتی ہے۔

سرائے و مکانات

بیرون شہر کسی طرح کی آرائش نہیں ہے۔ البتہ ایک چھوٹا سا چشمہ قبار کی طرف سے سامنے کو نکل گیا ہے اور شہر کے پڑاؤ کے بیچ میں سے ہو کر گزرا ہے۔ اس میں ایک پن چکی بھی ہے اور پڑاؤ کے قریب کچھ باغات بھی ہیں۔ پڑاؤ بہت چوڑا اور لمبا دور تک چلا گیا ہے۔ اس کی سرائے اور مکانات کا کوئی شمار نہیں ہے اس پڑاؤ کی ابی الشکر نامی سرائے میں ہمارا قیام تھا۔ چار دن ہم یہاں ٹھہرے۔

قنسرین

۱۷ تاریخ (۲۸ رجون) جمعرات کے دن ایک پہر دن چڑھے یہاں سے روانہ ہو کر عصر کے قبل قنسرین میں پہنچے یہاں تھوڑا سا ستا کر آگے بڑھے اور شب کو تل تاجر میں قیام کیا۔ قنسرین بہت مشہور شہروں میں سے ہے مگر آجکل بالکل خراب اور ویران ہے صرف کچھ کہنہ آثار اور دیرینہ نشانات باقی ہیں اس کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ چند دن میں کوئی نشان باقی نہیں رہے گا لیکن اس بستی کے دیہات بہت آباد اور اچھی پیداوار کے ہیں۔ ان گاؤں کی صورت بلاد اندلسیہ کے ضلع جیان کے دیہات کی سی ہے۔ کہتے ہیں اہل قنسرین نے اندلس کی فتح کے وقت اپنے ملک کی شباہت کے باعث مقام جیان میں اتر کر بودوباش اختیار کی تھی۔

باقدین

پچھلی رات سے ہمارے قافلے کا پھر کوچ ہوا صبح کو موضع باقدین میں پہنچے یہاں ترکمان سرائے میں ہم نے قیام کیا یہ سرائے بہت عالی شان اور مستحکم ہے۔ اس راہ کی سرائیں استحکام اور بلندی میں قلعوں کا حکم رکھتی ہیں دروازوں میں لوہے کے کواڑ ہیں یہاں سے چل کر شب کو موضع تمنی میں ٹھہرے۔

بلادِ مَعَرّہ

آج کی منزل میں ہمیں راستے کے داہنی طرف دور سے بلادِ مُعَرّہ کا سواد نظر آیا۔ ان کی آبادی یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر ہے ان آبادیوں کے گرد زیتون انجیر اور پستہ کے درختوں کی ایسی کثرت ہے کہ دو منزل تک برابر سایہ چلا گیا ہے یہ آبادیاں دنیا کی سب سے زیادہ شاداب بستیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں میوہ جات اور اجناس سے مالا مال کیا ہے ان مقامات کے اُس طرف جبل لبنان نظر آتا ہے یہ پہاڑ بہت بلند ہے اور اسکی لمبائی اس دریا سے شروع ہو کر دوسرے دریا پر ختم ہوتی ہے۔

اسمٰعیلیوں کے قلعے

اس پہاڑ کے دامن میں فرقہ ملحدین اسمٰعیلیہ کے قلعے بنے ہوئے ہیں۔ یہ مرتدوں کا ایک گروہ ہے۔ ایک شعبدہ باز نے دعویٰ الوہیت کرکے ان لوگوں کو مطیع کر لیا تھا۔ شیطان نے ان کی گمراہی کے واسطے سنان نامی ایک شخص کو ان پر مسلط کر دیا تھا۔ یہ لوگ اس کو پوجتے تھے اور اس پر اپنی جانیں نثار کرتے تھے۔ اگر وہ حکم دیتا کہ پہاڑ پر سے گر پڑو تو کوئی دریغ نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ ان کی ہمراہی سے بچائے اور دین اسلام کو فتنہ فساد سے محفوظ فرمائے۔

حصن اکراد

الغرض یہ پہاڑ ممالک اسلام اور فرانسیسیوں کے درمیان حد فاصل ہے اس کے پرے انطاکیہ[1] اور لاذقیہ وغیرہ ملک فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو فتحیاب کرے۔ اس پہاڑ کے دامن میں ایک قلعہ ہے اس کو حصن اکراد کہتے ہیں یہ قلعہ آجکل فرانسیسیوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ اس قلعہ پر ہو کر حماۃ اور حمص کو راستہ جاتا ہے اور یہ قلعہ ان دونوں مقامات کے سامنے نظر آتا ہے۔ ۱۹ تاریخ ہفتہ کی صبح کو مقام تمنی سے ہمارا کوچ ہوا اور دوپہر کے قریب حماۃ میں پہنچ کر ایک سرائے میں پڑاؤ کے قریب قیام کیا۔

شہر حماۃ

یہ مشہور اور قدیمی شہر ہے مگر آبادی کچھ کشادہ نہیں ہے نہ شہر میں کوئی شاندار عمارت ہے۔ چھوٹے چھوٹے پست مکانات ہیں اور تنگ و تاریک گلیاں ہیں۔ اس بستی سے نظر کو کوئی لطف نہیں ملتا۔ گویا اس کا حسن اس کی تاریکی میں چھپا ہوا ہے اگر

---

[1] حضرت عثمان غنیؓ کے آخری زمانے میں حضرت امیر معاویہؓ نے شہر انطاکیہ فتح کر لیا تھا۔

زیادہ تلاش حسن کی جائے تو البتہ شرق میں ایک وسیع نہر نظر آتی ہے اس کے کناروں پر دو لاب نصب ہیں ادھر ادھر باغوں کی قطاریں ہیں اس نہر کے ایک کنارے پر پڑاؤ کے قریب غسل خانے بنے ہوئے ہیں غسل خانوں میں دولاب کے ذریعہ سے پانی پہنچایا جاتا ہے غسل کرنے والوں کو ہر طرح کا آرام ملتا ہے۔

حماۃ کی جامع مسجد اور قلعہ

دوسرے کنارے پر مدینۃ السفلی کے متصل ایک چھوٹی جامع مسجد ہے اس کی شرقی دیوار میں شہر کی جانب کھلی ہوئی محرابیں ہیں مسجد میں بیٹھنے والے کو اس منظر سے بہت لطف حاصل ہوتا ہے اس طرف سے نظر پھیرنے کو جی نہیں چاہتا شہر کے مرور پر بستی کے سامنے ایک بہت بلند اور استوار قلعہ ہے۔ اس قلعہ کی وضع بھی حلب کے قلعہ کی سی ہے مگر وسعت اور استحکام میں اس سے کم ہے دریا کا پانی قلعہ میں ہو کر گزرتا ہے اس لئے یہ قلعہ پانی کی قلت اور غیر کے تصرف سے محفوظ ہے شہر کی آبادی ایک نشیب میں واقع ہوئی ہے یہ قطع زمین دور تک لمبا چلا گیا ہے دونوں طرف اونچے کنارے ہیں۔ گویا یہ بستی ایک گہری خندق میں آباد ہے ایک طرف کا کنارہ بہت بلند پہاڑ کی طرح نظر آتا ہے۔

مدینۃ العلیا

اس کنارے کے نیچے شہر کا بڑا حصہ آباد ہے اس حصہ کو مدینۃ العلیا کہتے ہیں اور شہر پناہ اسی اونچے کنارے پر مضبوط بنی ہوئی ہے دوسرے کنارے ایک ٹیلے پر قلعہ تعمیر ہے اسی قلعہ کے نیچے شہر کا دوسرا حصہ آباد ہے اس حصہ کا نام مدینۃ السفلی مشہور ہے اسی سمت میں نہر کا پانی جاری ہے اس حصہ شہر کی شہر پناہ تین طرف سے پختہ بنی ہوئی ہے اور ایک جانب نہر کے باعث دیوار کی کچھ ضرورت نہیں ہے نہر پر پتھر کا پختہ پل ہے یہ پل مدینۃ السفلی سے شروع ہو کر شہر کے پڑاؤ پر ختم ہوا ہے پڑاؤ بہت بڑا اور کشادہ ہے اور اسی میں سرائے اور مکانات بہت ہیں۔ وہاں چھوٹا سا بازار اور ضروری سامان کی دکانیں بھی ہیں تاکہ مسافر کو شہر جانے کی ضرورت نہ ہو۔

بازار شفاخانے اور مدارس

مدینۃ العلیا زیب و زینت میں دوسرے حصہ سے بہت بڑھا ہوا ہے اس کا بازار مدینۃ السفلی سے

بارونق اور آباد ہے ہر قسم کی صنعت اور تجارت کا سامان موجود رہتا ہے اس حصہ میں بڑی جامع مسجد بھی ہے ایک شفاخانہ اور تین مدرسے، نہر کے کنارے چھوٹی جامع مسجد کے سامنے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے باہر بہت کشادہ میدان ہے اس میدان میں انگور کے درختوں کی بہت کثرت ہے اور ہر طرف کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ نہر کے دونوں کناروں پر برابر باغات ہیں اس وجہ سے اس کا منظر بہت خوش نما معلوم ہوتا ہے اس نہر کا الٹا بہاؤ ہے یعنی جنوب سے شمال کو بہتی ہے اس لئے اس کا نام نہر عاصی ہے یہی نہر یہاں سے آگے بڑھ کر حمص سے قبلہ کی سمت آبادی سے تھوڑی دور کے فاصلے پر جاری ہے۔

حماۃ سے روانگی اس مقام پر ہم شام تک مقیم رہے شام کو یہاں سے روانہ ہو کر رات بھر چلتے رہے آدھی رات کے وقت اس شہر کے ایک پل سے عبور کیا یہ پل بھی پتھر کا پختہ بنا ہوا ہے اس پل کے پاس نہر رستن ویران پڑی ہے یہ وہ شہر ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ویران کیا تھا۔ اس شہر میں آثار قدیمہ بہت ہیں رومی قسطنطینیوں کا بیان ہے کہ یہاں بہت بڑا خزانہ تھا۔ ۲۰ر تاریخ (یکم جولائی) اتوار کی صبح کو ہمارا قافلہ حمص میں پہنچا یہاں بیرون شہر ایک سرائے میں قیام کیا۔

شہر حمص یہ شہر کشادہ اور مستطیل ہے اس کی لطافت اور پاکیزگی آنکھوں کو رونق دیتی ہے۔ آبادی ایک وسیع میدان میں ہے جس کی انتہا تک نظر کا پہنچنا دشوار ہے۔ بلکہ ہوا بھی اس میدان کی انتہا تک بشکل پہنچتی ہے گو شہر وسیع ہے مگر گرد و غبار کی کثرت ہے۔ نہ کہیں درخت ہے نہ سایہ ہے نہ پھل ہے نہ پانی ہے یہاں کے باشندے تشنہ کامی کے شاکی ہیں اس لئے کہ پانی بہت دور سے آتا ہے۔

نہر عاصی یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر نہر عاصی جاری ہے اس میں سے پانی بھر کر شہر میں لاتے ہیں اس نہر کے دونوں کناروں پر ایسے خوش نما باغیچے ہیں کہ انکی تروتازگی آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔ نہر کا مخرج یہاں سے ایک منزل کے فاصلے پر لبعلبک کے سامنے ہے یہ مقام دمشق کو جاتے ہوئے راستے کے داہنی طرف ملتا ہے اس شہر کے لوگ شجاعت اور اپنے دشمنوں کی مرافقت میں مشہور ہیں کیونکہ دشمنوں سے بہت قریب

رہتے ہیں ان کے بعد اس معاملے میں اہل حلب کا مرتبہ ہے اس وجہ سے یہاں کی ہوا تازگی اور لطافت کی تعریف کرنی ضروری ہے گویا ہوائے نجد صحت میں اس کی شریک و سہیم ہے۔

قلعہ حمص

شہر سے قبلہ کی سمت ایک عظیم الشان اور استوار قلعہ ہے اور شرق کی جانب ایک قبرستان میں حضرت خالد بن الولید اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے مزار ہیں۔ شہر کی شہر پناہ نہایت پرانی اور مضبوط سیاہ پتھر کی ہے اس میں اونچے اونچے لوہے کے کنگورے اور دروازے نصب ہیں چاروں طرف پختہ برج بنے ہوئے ہیں قلعہ کا منظر نہایت عمدہ اور بلندی بہت مناسب ہے لیکن شہر کے اندر بالکل صحرا کی سی وحشت اور ویرانی کی سی حالت نظر آتی ہے۔

حمص کی عمارات

عمارتیں شکستہ اور بازار بے رونق پڑے ہیں۔ اس وجہ سے اسکی شہریت کا اعتبار ساقط ہوگیا ہے۔ ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ اس بستی کا کیا حال ہوگا جس کے اودھر اودھر تھوڑے ہی فاصلے پر کرد اقوام کے قلعے اور دشمنوں کی جائے پناہ ہو اور قلعوں کی آتش فساد کے شعلے بستی کو جلاتے رہتے ہوں۔ ہم نے جو یہاں ایک بزرگوار سے دریافت کیا کہ اس شہر میں کوئی شفاخانہ بھی ہے تو اس نے جواب دیا۔
"کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ سارا شہر بیمارستان ہے علیٰحدہ شفاخانے کی کیا ضرورت ہے؟"

یہاں ایک مدرسہ ہے۔ دور سے اس جگہ کی قطع وضع اندلس کے اشبیلیہ کی سی معلوم ہوتی ہے اس کے دیکھنے سے اشبیلیہ کا نقشہ یاد آجاتا ہے۔ اسی وجہ سے اگلے زمانے میں اشبیلیہ کو حمص کہتے تھے۔ فتح اندلس کے وقت اہل حمص اپنے شہر کی شباہت کی وجہ سے اشبیلیہ میں اتر پڑے تھے اگرچہ بالکل ایسی ہی صورت نہ تھی مگر کچھ مشابہت پائی جاتی تھی۔

قارہ

اتوار کے دن ہم نے یہیں مقام کیا اور پیر کے دن (۲ جولائی) ظہر کے وقت یہاں سے روانہ ہوکر شام کے قریب مقام مشعر میں ٹھہرے یہاں جانوروں کو کھلا پلا کر مغرب کے وقت پھر روانہ ہوئے رات بھر چلتے رہے ۲۲ تاریخ منگل کی صبح کو ایک پہر دن چڑھے قارہ میں پہنچے یہ آبادی نصرانی ذمیوں کی ہے مسلمان اس میں کوئی نہیں رہتا۔ یہاں کے ایک

عالی شان سرائے مثل قلعہ کے بنی ہوئی ہے اس کے بیچ میں ایک حوض ہر وقت پانی سے بھرا رہتا ہے حوض میں پانی نیچے نیچے ایک چشمے سے آتا ہے۔ چشمہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہے اس سرائے میں ظہر تک ہم نے آرام کیا ظہر کے بعد یہاں سے چل کر موضع بنک میں ٹھہرے یہاں شام کے کھانے پینے سے فراغت پاکر تھوڑے سے آرام کے بعد سحر کوچ کیا اور رات بھر چل کر صبح کو خاں سلطان نامی سرائے میں پہنچے۔ یہ سرائے سلطان صلاح الدین کی بنائی ہوئی ہے۔ عمارت بہت مضبوط اور خوش قطع ہے لوہے کا بڑا دروازہ لگا ہوا ہے۔ درمیان میں حوض ہے۔ حوض میں ایک چشمہ سے پانی آتا ہے۔ حوض میں موریاں ہیں ان کے ذریعہ سے گول چہ بچہ میں پانی گزر کر زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔ حمص سے دمشق تک راستے میں آبادیاں کم ہیں۔ صرف تین چار مقام آباد ہیں ان میں سے ایک اس سرائے کی آبادی ہے یہاں سے ظہر کے وقت روانہ ہوئے راہ میں ثنیتہ العقاب نامی ٹیکری پر گزر ہوا یہاں سے دمشق کا میدان اور غوطہ نظر آتا ہے اس ٹیکری کے پاس دو راستے ہیں ایک وہ راستہ ہے جسکو ہم طے کر کے آئے ہیں اور دوسرا شرق کی طرف جنگل میں ہوتا ہوا سیدھا عراق کو گیا ہے اگرچہ یہ راہ سیدھی ہے مگر صرف جاڑوں میں جاری رہتی ہے اس ٹیکری سے اتر کر پہاڑوں کے درمیان ایک میدان میں ہمارا قافلہ ٹھہرا۔ شام کو موضع قُصَیر میں قافلے کا قیام ہوا۔ یہاں بہت بڑی سرائے ہے اور اس کے سامنے پانی کی نہر جاری ہے اس جگہ شب بسر کر کے صبح کے وقت سحر کوچ کیا یہاں سے ہمارا راستہ بالکل گنجان اور خوش نما باغات کے درمیان میں ہے اور اس کے اوصاف بیان سے باہر ہیں۔ آج ۲۴ تاریخ (۵ جولائی) جمعرات کے روز قریب دوپہر ہمارا قافلہ دمشق میں پہنچا۔

سرائے خاں سلطان

باب ۱۱

دمشق

ماہ ربیع الآخر ۵۸۰ھ ۱۱ر جولائی کو بدھ کی شب چاند دکھائی دیا۔ آجکل ہم دمشق میں جامع مسجد کے پیچھے دارالحدیث میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

یہ شہر مطلع حسن اور ممالک شرقی کی جنت ہے۔ ہماری سیاحت میں اسلامی مقاموں میں سے یہ آخری شہر ہے۔ ہماری دیکھی ہوئی آبادیوں میں گویا یہ ایک دلہن ہے ریاحین کی کثرت نے اس عروس کو پھولوں کے زیور سے آراستہ کیا ہے۔ باغوں کے احاطے نے گویا سبز ریشم کا لباس پہنایا ہے یہ بستی اپنی خوبی کے اعتبار سے نہایت مناسب جگہ پر موزوں ہوئی ہے اور اپنی مسند عروسی پر خوش نما جلوہ دکھا رہی ہے اللہ تعالےٰ نے اسے حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہما السلام کے قدم پاک سے مشرف فرمایا ہے آپ کی پیدائش کا ٹیلہ اور پانی کا چشمہ اسی جگہ ہے۔ درختوں کا سایہ گنجان اور پانی خوش گوار ہے ہر طرف پانی کی نہریں سفید سانپ کی سی لہریں لے رہی ہیں۔ باغوں کی ہوا بیماروں کو تندرست کرتی ہے مشتاقوں کو اپنی خوبی اور صفائی دکھا کر زبان حال سے اس طرح پکارتی ہے "آرام گاہ حسن میں آیئے"۔ پانی کی یہ کثرت ہے کہ زمین شادابی سے تنگ آکر تشنہ کاموں کی مشتاق

ہے سخت سے سخت پتھر کا یہ کلام ہے اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (اپنے پاؤں سے زمین کو ٹھکرادو۔ تمہارے نہانے اور پینے کے لئے یہ ٹھنڈا پانی حاضر ہے ۔ سورہ ص آیت ۴۱)

آبادی کے چاروں طرف باغات کا ایسا حلقہ ہے جیسے ماہتاب کے گرد ہالہ یا پھول کے گرد شگوفہ اس کے شرق میں غوطہ دمشق حد نظر تک سرسبز و شاداب ہے۔ جس طرف نظر جاتی ہے سبزہ زاروں میں اُلجھ کر رہ جاتی ہے اس کی تعریف میں لوگوں نے سچ کہا ہے "جنت اگر زمین پر ہے تو دمشق ہے اور اگر آسمان پر ہے تو اس کے مقابل ہے"۔

دمشق کی جامع مسجد یہ مسجد اہل اسلام کی مشہور مساجد میں سے ہے اس کا حسن صنعت توصیف سے مستغنی ہے اس کی شہرت اطراف عالم میں اظہر من الشمس ہے اس مسجد کی بڑی صنعت یہ ہے کہ اس کے اندر نہ ابابیل گھونسلا رکھ سکتی ہے اور نہ مکڑی جالا پور سکتی ہے ۔ ولید بن عبدالملک نے بڑے اہتمام سے اسے تیار کرایا ہے۔ اس نے صاحب قسطنطنیہ کو بہت بڑی تہدید آمیز تحریریں بھیج کر بارہ ہزار کاریگر طلب کرکے مسجد کی تعمیر پر مقرر کئے۔ تمام دیواریں سنہری فسیفساء[1] کے نگینوں سے آراستہ کی ہیں اور اس میں طرح طرح کی رنگ آمیزیاں کرکے نہایت دل فریب بیل بوٹے بنائے ہیں جن کے نظارے سے آنکھوں میں چکاچوند لگتی ہے اس کی تعمیر میں ابن المغنی الاسدی کی تحریر کے موافق سو صندوق دیناروں کے صرف ہوئے ہیں اور ہر صندوق میں دو لاکھ اٹھائیس ہزار دینار[2] تھے ۔

نصف کلیسا کا انہدام پہلے اس مسجد کے دو حصے تھے شرقی حصہ میں مسجد اور غربی میں گرجا تھا۔ کیونکہ جس وقت یہ شہر مسلمانوں نے فتح کیا ہے

لے فسیفساء ایک قسم نگینے کی ہے جو مکانوں کے اندر زیبائش کے واسطے لگائے جاتے ہیں۔

ٹے یہاں اصل عربی نسخہ کی عبارت میں کچھ غلطی ہے۔ کل مجموعی تعداد حساب سے ٹھیک نہیں ہوتی اس لئے صرف اس قدر عبارت کا ترجمہ کر دیا اور مجموعی تعداد کو چھوڑ دیا۔

اس وقت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ شرق کی جانب سے لڑتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور حضرت ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی عنہ غرب کی جانب سے شرائط صلح پر تشریف لائے دونوں صاحبوں کی نصف کلیسا پر ملاقات ہوئی اس لئے نصف کلیسا بوجہ معاہدہ قائم رہا اور نصف کو اہل اسلام نے توڑ کر مسجد بنا لیا ولید نے نصاریٰ کو اس باقی ماندہ کے معاوضہ میں بہت کچھ دینا چاہا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا۔ مجبور ہو کر بجبر چھین کر مسجد میں شامل کر لیا۔ نصرانیوں کو گمان تھا کہ جو کوئی ہمارے کلیسا کو توڑے کا دیوانہ ہو جائے گا اس لئے ولید نے پہلے اس کو اپنے ہاتھ سے توڑا اور کہا کہ، پہلے خدا کی راہ میں میں دیوانہ ہوتا ہوں، پھر تمام مسلمانوں کے یک بارگی مسمار کر دیا۔

نصاریٰ کا استغاثہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے وقت نصاریٰ نے پھر استغاثہ کیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کے معاہدہ دکھلائے عمر عبد العزیز کا ارادہ اس زمین کے مسترد کرنے کا ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس معاملہ میں سخت تشویش ہوئی سب نے متفق ہو کر نصاریٰ کو بہت سے مال و متاع پر راضی کر لیا۔

حضرت ہودؑ کی عبادت گاہ اس مسجد کے فضائل میں ہم نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دیکھی۔ آپ نے لکھا ہے۔

۰ اس مسجد کی قبلہ رو دیوار کی بنیاد حضرت ہود علیہ السلام کے دست مبارک کی رکھی ہوئی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے دنیا کی خرابی کے بعد چالیس برس تک اسی مقام پر عبادت کی ہے۔

جامع مسجد کا رقبہ یہ مسجد شہر کی آبادی میں کسی قدر شمال کی طرف واقع ہے۔ اس کا طول شرق سے غرب کو دو سو قدم ہے جس کے تین سو ہاتھ ہوئے قبلہ کی سمت سے شمال کو ایک سو پینتیس قدم ہے جس کے دو سو ہاتھ ہوئے اس حساب سے کل مربع رقبہ ۲۴ مغربی مرجع ہے اسی قدر رقبہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حساب کیا گیا ہے۔ صرف مغائرت اس قدر ہے کہ مسجد نبوی کا طول قبلہ کی سمت سے شمال کو ہے اور اس کا شرق سے غرب کو ہے۔ قبلہ کی سمت تہرا دالان ہے اور باقی سمتوں

ؔ مرجع ایک پیمانہ مغربی مساحت کا ہے۔

اکہرا۔ قبلہ کی طرف کے دالان کا ہر درجہ اٹھارہ قدم چوڑا ہے اور ایک قدم ڈیڑھ ہاتھ کا مانا جاتا ہے ان تینوں درجوں میں اڑسٹھ در ہیں ان میں سے چوّن ستون تو پتھر کے ہیں اور آٹھ پیل پائے چونے کے بنے ہوئے ہیں۔ دو در صحن کی جانب دیوار میں کھدے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور چار پیل پائے بیچ کے درجے میں قبۂ رصاص کے نیچے قائم ہیں۔ یہ پیل پائے عجیب وغریب صنعت کے ہیں اور طرح طرح کے نگینوں سے آراستہ ہیں ان نگینوں میں قسم قسم کے دائرے اور محرابیں نہایت خوشنما بنائی ہیں ہر پیل پائے کی چوڑائی سولہ بالشت اور بلندی ۲۰ بالشت ہے۔ ہر پیل پائے کے درمیان دالان کے طول میں سترہ بالشت اور عرض میں تیرہ بالشت کا فاصلہ ہے اور پیل پائے کا دَور پورا بہتر بالشت ہے اور طرف کے دالانوں کی چوڑائی صرف دس قدم ہے اور تینوں سمتوں کے دالانوں میں سینتالیس در ہیں ان میں سے چودہ چونے کے پیل پائے ہیں اور باقی سب ستون ہیں۔

نسر طائر

مسجد کے صحن کی چوڑائی دونوں طرف کے دالانوں کے علاوہ پورے سّو ہاتھ ہے۔ تمام دالانوں کی چھتوں کے اوپر سیسے کے تختے جڑے ہوئے ہیں۔ قبلہ رو دالان کے درمیان میں محراب کے قریب قبۂ رصاص نہایت بلند بنا ہوا ہے اس کے نیچے محراب سے لے کر صحن تک ایک خوبصورت گردنا بنایا ہے۔ اس کا طول صحن سے لے کر محراب تک تیس قدم ہے۔ گردنے کے نیچے چھوٹے چھوٹے تین قبہ ہیں۔ ایک صحن کی جانب دوسرا محراب سے ملا ہوا اور تیسرا خاص قبۂ رصاص کی بلندی کے نیچے بنا ہوا ہے قبہ رصاص کے جوف میں ہوا بھرتی رہتی رہتی ہے۔ ان قبوں کی ہیئت مجموعی دیکھنے سے عجیب منظر نظر آتا ہے اس مقام کا نام لوگوں نے نسر رکھا ہے اور قبۂ رصاص کو نسر طائر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ گویا قبۂ رصاص کا گنبد گد کا سر اور نیچے کا خم دار گردنا اس کا سینہ ہے اور محراب کے دونوں طرف کی دیواریں اس کے بازو معلوم ہوتے ہیں۔

شہر کی ہر سمت سے پہلے یہی قبہ سب عمارتوں سے بلند نظر آتا ہے گویا فضائے آسمان سے ملا ہوا ہے اس عمارت میں ۷۴ روشن دان (شمسیات) ہیں۔ ان روشن دانوں میں رنگ برنگ کے سنہری جدولوں کے شیشے لگے ہوئے ہیں ان میں سے دس روشن دان قبۂ رصاص

کے نیچے والے قبہ میں اور ۱۴ محراب کے پاس والے قبہ میں ہیں۔ محراب والی دیوار میں محراب کے داہنے بائیں ۱۴ ۱۴ روشن دان ہیں اور صحن کی جانب والے قبہ میں چھ روشن دان ہیں۔ اس کے علاوہ صحن والی دیوار میں صحن کی طرف ۴۷ روشن دان ہیں۔

مقصورے مسجد میں تین مقصورے ہیں ایک مقصورہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بنایا ہوا ہے۔ اسلام میں پہلی بار یہی مقصورہ بنا ہے گویا یہ آپ کی ہی ایجاد ہے۔ اس کی محراب کے سامنے لوہے کا دروازہ لگا ہے اس دروازے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ محراب میں داخل ہوتے تھے اس مقصورے کی محراب کے داہنی طرف حضرت ابی الدردار رضی اللہ عنہ کا مصلیٰ ہے اس مقصورہ سے عقب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا آج کل اس مقام پر کپڑوں کا بہت بڑا بازارہ بنا ہوا ہے یہ بازار مسجد کی قبلہ رو دیوار کے نیچے نیچے بہت لمبا چلا گیا ہے اور اس سے زیادہ خوبصورت کوئی بازار نہیں ہے

دارالخلیل اس بازار کے قریب ایک مقام دارالخلیل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آجکل اس میں آباد ہے اور کمّادیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ مذکورہ بالا مقصورہ وسط مسجد میں ہے۔ یہ مقصورہ کلیسا کو مسجد میں داخل کرنے کے وقت بنایا گیا ہے۔ پہلے اس جگہ گویا مسجد کی دیوار تھی اب مسجد کے وسیع ہونے سے یہ مقام وسط مسجد میں آ گیا ہے۔ پہلے مقصورہ سے یہ مقصورہ بڑا ہے۔ خطیب کا منبر اور نماز کی محراب اسی مقصورے میں ہے۔ دیوار کے سامنے غرب کی جانب ایک اور مقصورہ حنفیہ کے نام سے بنایا گیا ہے اس میں درس و تدریس ہوتا ہے اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک جگہ (زاویہ) لکڑی کی جالیوں سے گھری ہوئی ہے۔ یہ بھی ایک چھوٹا سا مقصورہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد کی شرقی دیوار سے ملا ہوا ایک اور زاویہ چھوٹے مقصورے کی طرح نظر آتا ہے۔ یہ مقام کسی ترکی سردار کی نماز پڑھنے کا مصلےٰ ہے۔

زاویے اس مسجد میں بہت سے زاویے اسی ترتیب سے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں طالب علم علیٰحدہ بیٹھ کر نوشت و خواند کی مشق کرتے ہیں ان زاویوں سے طلبا کو بہت آسائش ہے۔ قبلہ کی سمت کے دالان میں صحن کی جانب بیس دروازے برابر برابر نہایت

خوش قطع بنے ہوئے ہیں۔ ان دروازوں پر چونے سے بنی ہوئی بہت خمیدہ محرابیں روشن دانوں کی طرح گول ہیں۔ ان محرابوں کی گولائی اور ایک دوسرے سے اتصال نظر کو بھلا معلوم ہوتا ہے باقی تین سمتوں کے دالانوں میں صحن کی جانب خوبصورت در ہیں۔ ان دروں کے اوپر محراب دار دروازے صحن کے چاروں طرف بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

صحن

غرض کہ مسجد کے صحن کا منظر بہت ہی خوش نما اور پرفضا ہے۔ یہ مقام اہل شہر کے واسطے بڑی نزہت گاہ ہے شام کے وقت یہاں کثرت سے آدمی جمع ہوتے ہیں اور باب جیروں سے باب برید تک غول کے غول اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں کوئی کچھ پڑھتا ہے۔ کوئی آپس میں باتیں کرتا ہے۔ عشاء کے وقت تک یوں ہی مجمع رہتا ہے صبح کے وقت بھی اسی کے قریب قریب جماؤ ہوتا ہے۔ مگر شام کو مجمع اکثر زیادہ ہوتا ہے اگر نیا آدمی دیکھے تو اس کو رمضان کی ستائیسویں شب کا گمان ہو۔ یہ مجمع یہاں ہر روز بلا ناغہ ہوتا ہے بے باک لوگوں نے اس جماعت کا نام حرّاثین (دہقانی) رکھا ہے۔

مینار

مسجد کے تین مینار ہیں۔ ایک مینار غرب کی جانب نہایت عظیم الشان ہے اس کی عمارت قلعہ کے برج کی طرح مضبوط اور بلند ہے اس کے اطراف میں مسافروں کے رہنے کے واسطے بہت سے مکانات اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔ سب مکانوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ دروازے ہیں۔ اکثر اصحاب خیر ان مکانوں میں رہتے ہیں سب سے اوپر کے مکان میں ابی حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتکاف کا مقام ہے آجکل اس جگہ مولانا ابو عبداللہ بن سعید زاہد تشریف رکھتے ہیں یہ صاحب قبیلہ یحصب کے قلعہ کے باشندے ہیں جو بنی سعد مشہور قبیلہ کے قریب ہے۔ دوسرا مینار شرقی طرف اسی وضع کا ہے تیسرا شمال کی طرف باب ناطفین کے اوپر تعمیر ہے۔

صحن مسجد کے قبے

صحن مسجد میں تین قبے ہیں سب سے بڑا قبہ غرب کی جانب واقع ہے اور پتھر کے آٹھ ستونوں پر ایک بڑے برج کی طرح قائم ہے کل عمارت خوش نما اور رنگ برنگ کے نگینوں سے آراستہ ہے دیکھنے میں ایک پر فضا روضہ معلوم ہوتا ہے گنبد سیسے کا بنا ہوا گویا ایک بڑا سا تنور ہے کہتے ہیں مسجد کے مال واسباب

کا یہی قبہ خزانہ تھا اور مسجد کے مصارف کے واسطے اٹھارہ ہزار دینار صوریہ جو پندرہ ہزار مومنیہ کے برابر ہیں مقرر تھے۔ دوسرا قبہ وسط صحن میں کسی قدر چھوٹا ہے اور چار ستونوں پر سنگ رخام سے بنایا ہے اس کی عمارت ہشت پہل ہے اور نادر صناعی کی ہے گرد میں لوہے کی جالیاں ہیں۔ قبہ کے اندر پانی کی ایک ٹونٹی لگی ہوئی ہے جس میں سے پانی بہت زور سے اڑ کر زمین پر گرتا ہے اور دور سے چاندی کی سلاخ کی طرح نظر آتا ہے لوگ اس پانی کو منہ میں لینے کے واسطے جالیوں کے گرد ہجوم کرتے ہیں۔ اس قبہ کو قفس الماء کہتے ہیں۔ تیسرا قبہ مشرق کی جانب آٹھ ستونوں پر قائم ہے اس کی عمارت بھی قبۂ غزنی کی طرح خوش قطع ہے مگر اس سے کسی قدر چھوٹا ہے۔ شمال کی طرف صحن میں ایک دروازہ ہے اس میں سے ایک بڑی مسجد میں جانے کی راہ ہے۔

کلاسہ

اس مسجد کے صحن میں ایک پتھر کا بڑا حوض ہے۔ حوض میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے۔ اس کے وسط میں عمود پر سنگ سفید کا بڑا کاسہ نصب ہے کاسہ کے بیچ میں ایک سوراخ ہے۔ اس سوراخ کے ذریعہ سے حوض کا پانی اوپر چڑھ کر کاسے کے کناروں سے چاروں طرف گرتا رہتا ہے اس جگہ کا نام کلاسہ ہے۔ آج ہمارے ساتھی ابوجعفر الفنکی القرطبی نے اسی مسجد میں نماز پڑھائی ان کی بزرگی اور خوش الحانی کی وجہ سے بہت سے آدمی اس جماعت میں شامل تھے دوسرا دروازہ شرق کی جانب ہے۔

مسجد حضرت علیؓ

اس دروازہ میں سے بھی ایک بہت خوش قطع مسجد کو راستہ جاتا ہے۔ شیعہ اس مسجد کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب کرتے ہیں ان کے طریقۂ افترا پردازی پر یہ روایت بھی بہت بڑی دلیل ہے اسی دروازے کے مقابل یعنی مغرب کی جانب دالان کے اندر شمال و مغرب کے کونے میں ایک چھوٹے سے مکان پر کپڑے کی پوشش چڑھی ہوئی ہے اور اس کے آگے بھی پردہ پڑا ہے اس مکان کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کرتے ہیں کہ آپ یہاں ٹھہر کر حدیث شریف بیان فرمایا کرتی تھیں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہ کا دمشق میں تشریف لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا۔ لیکن اس آخری روایت کی نسبت

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی مسجد کی روایت بہت زیادہ معتبر جانتے ہیں۔

محراب

بعض کا بیان ہے کسی نے آپ کو خواب میں اس مقام پر نماز پڑھتے دیکھا تھا اس لئے یہ مسجد آپ کے اسم مبارک سے تعمیر ہوئی ہے۔ قصہ مختصر یہ جامع مسجد حسن و خوبی میں بے مثل اور بے نظیر ہے اس کے اندر باہر تمام سنہری نگینے جڑے ہوئے ہیں اور ان میں طرح طرح کی ایسی صناعیاں کی ہیں جنکی نظیر اس زمانے میں محال ہے۔ چونکہ دوبار اس مسجد میں آگ لگی اور عمارت کی تجدید ہوئی اس وجہ سے اکثر پتھر ضائع ہو گئے ہیں اور پہلی سی رونق نہیں رہی ہے۔ مگر اس کی محراب اور تینوں قبے ہنوز پہلی حالت پر قائم ہیں۔ یہ محراب اہل اسلام کی تمام محرابوں میں نادر اور عجیب الصنعت ہے۔ سر سے پا تک سنہری رنگ بڑی تیزی سے دمکتا ہے اور درمیان میں چھوٹی چھوٹی محرابیں دیوار سے لگی ہوئی چھوٹے چھوٹے ستونوں پر قائم ہیں۔ ستون کنگن کی طرح اینٹھے ہوئے بہت خوشنما اور سڈول بنے ہیں۔ بعض کا سرخ رنگ ہے اور بالکل شاخ مرجان کی طرح نظر آتے ہیں۔ محراب کی سجاوٹ اور اس کے قریب قبوں کی ترتیب اس پر سنہری روشندانوں کا عکس اور انکی روشنی سے مختلف الالوان نگینوں کی شعاعوں کے انعکاس سے عجیب لطف پیدا ہوتا ہے اور اسکی آب و تاب نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ ان خوبیوں کی پوری کیفیت بیان کرنے کے واسطے الفاظ نہیں ملتے۔ اللہ تعالےٰ اپنے ذکر کے ساتھ اس عمارت کو آباد رکھے اس محراب کے مقصورہ کی شرقی دیوار میں ایک خزانہ ہے اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مرسلہ ایک قرآن شریف رکھا ہوا ہے۔ روزمرہ خزانہ کھلتا ہے اور مصحف مبارک کی زیارت سے لوگ مشرف ہوتے ہیں۔

ابواب جامع مسجد

مسجد کے چار دروازے ہیں۔ قبلہ کی سمت کے دروازے کا نام باب الزیادہ ہے۔ دروازے کے بازو بہت بلند ہیں اور دہلیز نہایت وسیع ہے اس کے اندر موچیوں کی دکانیں... ہیں۔ اسی دروازے سے دارالخیل کو راستہ جاتا ہے۔ اندر سے نکلتے ہوئے بائیں طرف کسیروؤں کا بازار ہے اس جگہ پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ اس بازار کا نام خضرا ہے۔ مسجد کا دوسرا

شرق کی طرف ہے اور سب سے بڑا ہے اس کو باب جیرون کہتے ہیں۔ غربی دروازہ کا نام باب البرید اور شمالی کا باب الناطفین ہے۔ ان تینوں دروازوں کی دہلیزیں چوڑی ہیں اور ہر ایک دروازے سے گذر کر بڑے بڑے دروازے ملتے ہیں۔ پہلے یہ بڑے دروازے کلیسا کے تھے۔ ہنوز انھیں اسی حالت پر قائم رکھا ہے۔ سب سے عمدہ منظر باب الجیرون کی دہلیز کا ہے۔ اس دروازے سے نکلتے ہی ایک بہت لمبا دالان ہے اور اس کے پانچ محراب دار دروازے اس دہلیز کے مقابل واقع ہیں اور اونچے اونچے ستونوں پر قائم ہیں دالان کے بائیں طرف ایک خوبصورت روضہ ہے۔ جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا تھا اور پھر وہاں سے قاہرہ کو لے گئے۔

مسجد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

اس روضہ کے قریب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے اس کے سامنے ایک چشمہ جاری ہے۔ دالان کے سامنے نیچے کو سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور ان سیڑھیوں سے اتر کر ایک دروازے کی دہلیز پر پہنچتے ہیں۔ وہ دہلیز خندق کی طرح گہری ہے اور اس کا دروازہ اس قدر بلند ہے کہ مشکل سے نظر اسکی چوٹی تک پہنچتی ہے۔ دروازہ کے گرد بڑے بڑے ستون بلندی میں درختوں کی طرح اور موٹائی میں پہاڑوں کی مثل قائم ہیں۔ اسی طرح دہلیز کے دونوں طرف برابر برابر بہت سے ستون بنے ہوئے ہیں۔ ستونوں پر گول چھت ہے اور اس میں عطر فروشوں کی دکانیں ہیں۔ دکانوں کے اوپر ایک طویل چھت ہے اس پر مکان دار کوٹھریاں کرایہ کے لئے بنی ہوئی ہیں کوٹھریوں کے گرد ایک سطح کھلی ہوئی ہے جہاں ان مکانات کے رہنے والے شب کو آرام کرتے ہیں وسط دہلیز میں ایک بہت بڑا حوض پتھر کا ہے اور اس پر ایک خوبصورت قبہ پتھر کے ستونوں پر قائم ہے۔ قبّے کی چوٹی سیسے کی ہے اور وہ اوپر سے کھلی ہوئی ہے حوض میں ایک برنجی فوارہ ہے اور اس کا پانی قد آدم سے زیادہ اڑتا ہے اس کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے فوارے ہیں ان میں سے سفید اور شفاف پانی چاندی کی سلاخوں کی طرح نکلتا ہے گویا یہ فوارے پانی کا ایک درخت ہیں جس

کی شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ۔ فوارے کا منظر ایسا دلچسپ ہے ۔جس کی تعریف احاطۂ تحریر سے باہر ہے ۔

جامع مسجد دمشق کی عجیب وغریب گھڑی

باب الجیرون سے نکلنے والے کے داہنی طرف دالان کی دیوار میں ایک بڑی کھڑکی (غرفہ) ہے اور اس کی قطع بڑی محراب کی سی ہے اس کے اندر پیتل کی چھوٹی چھوٹی محراب دار کھڑکیاں ہیں ان کھڑکیوں کے دروازے دن کی گھڑیوں کے شمار کے مطابق بنائے ہیں ان میں سے اول اور آخر کے دروازوں کے نیچے پیتل کے دو طاس ہیں اور طاسوں کے کناروں پر پیتل کے دو باز بنے ہوئے ہیں ان میں صنعت ہندسیہ کچھ اس طرح صرف کی ہے کہ ہر ساعت کے ختم پہ یہ دونوں باز گردنیں جھکا کر اپنی چونچوں سے دو گولیاں طاسوں کے اندر ڈالتے ہیں اور طاسوں میں سے بلند آواز ہوتی ہے اس ترکیب کو دیکھ کر جادو کا گمان ہوتا ہے ۔طاسوں کی تلی میں ایک سوراخ ہے اس کے اندر سے یہ گولیاں دیوار کے اندر اندر بڑی کھڑکی کی طرف آجاتی ہیں اور ان دروازوں میں سے ایک دروازہ پیتل کی تختی سے خود بخود بند ہو جاتا ہے اسی طرح ہر ایک گھڑی کے بعد دروازے بند ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ جب سب دروازے بند ہو چکتے ہیں تو پھر از سر نو حساب شروع ہوتا ہے رات کے واسطے یہ تدبیر کی ہے کہ بڑی کھڑکی کی محراب میں چھوٹے چھوٹے تانبے کے بارہ دائرے بنائے ہیں ان دائروں کے محاذ میں داخل دیوار آئینے لگے ہوئے ہیں اور یہ آئینے چھوٹی محراب دار کھڑکیوں سے پیچھے کو دبے ہوئے ہیں آئینوں کے عقب میں ایک چراغ پانی کے ذریعہ سے اس طرح گردش کرتا ہے کہ ہر ساعت کے ختم ہونے پر وہ چراغ ایک آئینہ کے مقابل آکر اس کو روشن کر دیتا ہے آئینہ کی سُرخ شعاعیں اپنے مقابل کے دائرے پر منعکس ہوتی ہیں۔ ناظرین کو ایک سرخ دائرہ دکھائی دیتا ہے ۔اسی ترکیب سے ساعت بہ ساعت دائرے روشن ہوتے جاتے ہیں اور رات کی سب گھڑیاں ختم ہو کر کل دائرے سرخ ہو جاتے ہیں ۔ اس خدمت پر آدمی مامور ہیں ۔ کھڑکیوں کو کھول دیتے ہیں اور گولیوں کو دوبارہ ان کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں

اور اس گھڑی کا نام میقاتیہ ہے۔ باب عزبی کے سامنے بقال اور عطاروں کی دکانیں ہیں اور بیچ میں میوہ فروشوں کا بازار ہے اس کے اوپر ایک بلند دروازہ ہے اور اس کے اونچے اونچے در ہیں دروازہ پر سیڑھیوں کے ذریعہ سے چڑھتے ہیں۔ سیڑھیوں کے نیچے دونوں طرف پانی کے دو مدور خزانے ہیں ہر خزانے میں پانچ پانچ ٹونٹیاں ہیں اور ان میں سے پانی ... پتھر کے ایک مستطیل حوض میں گرتا ہے۔

خانقاہ

شمالی دروازے کے سامنے برابر برابر چبوترے بنا کر ان کے گرد لکڑی کی جالیاں لگا دی ہیں ان میں معلم بیٹھ کر بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ داہنی طرف اہل تصوف کے واسطے ایک خانقاہ بنی ہوئی ہے اس کے بیچ میں حوض ہے اور پانی سے بھرا رہتا ہے خانقاہ کے طہارت خانوں میں اسی حوض کا پانی جاری ہے کہتے ہیں پہلے یہ عمارت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

شافعیوں کا مدرسہ

باب البرید سے نکلتے ہوئے داہنی طرف شافعیوں کا مدرسہ ہے اس میں بھی حوض اور طہارت خانے خانقاہ کے سے بنے ہوئے ہیں۔ صحن میں دونوں قبوں کے درمیان میں دو عمود ہیں اور ان میں باہم تھوڑا سا فاصلہ ہے۔ عمودوں کے اوپر لمبی پیتل کی چادر لگی ہوئی ہے۔ اور گرد میں خوبصورت کٹی ہوئی جالیوں کا حاشیہ ہے ان میں شعبان کی پندرھویں شب کو روشنی ہوتی ہے اس وقت یہ عمود ثریا کی طرح جگمگاتے ہیں۔ یہاں اس شب میں (۱۵ر شعبان) رمضان کی طرح زینت اور آسائش کی جاتی ہے۔

تلاوت قرآن پاک

اس جامع مسجد میں روزمرہ صبح کی نماز کے بعد بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن شریف کی ایک منزل پڑھتے ہیں اس کا نام قرات سبعہ رکھا ہے عصر کی نماز کے بعد سورہ کوثر سے آخر قرآن شریف تک ختم ہوتا ہے اور اسے ختم کوثریہ کہتے ہیں ختم کوثریہ۔ میں اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو کلام الہٰی حفظ یاد نہیں ہے ان دونوں جماعتوں کے واسطے روزانہ وظیفہ مقرر ہے اور یہ لوگ پانچ سو آدمیوں سے زیادہ ہیں۔

تدریس کلام پاک

اس مسجد کے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہمیشہ صبح و شام اس میں قرآن شریف ختم ہوتا ہے اس کے علاوہ جا بجا درس و تدریس کے حلقے گرم ہوتے ہیں۔ سب معلموں کے واسطے وظیفے مقرر ہیں۔ غرب کی جانب مالکی لوگوں کے درس کا زاویہ ہے۔ یہاں اہل مغرب تعلیم پاتے ہیں اور ان کے لئے معقول وظیفے معین ہیں۔ غرض کہ اس مسجد میں مقصورۂ جدید اور قدیم کے درمیان ایک ستون ہے اور اس کے واسطے ایک مقدار معین وقف ہے۔ جو شخص اس ستون سے تکیہ لگا کر درس دیتا ہے۔ یا وعظ کہتا ہے اس کو وہ رقم ملتی ہے۔ چنانچہ آجکل اشبیلیہ کے ایک عالم اس ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور لوگوں کو فقہ پڑھاتے ہیں ان کا نام مرادی مشہور ہے۔

اساتذہ اور طلبا کے وظائف

صبح کو قرأت سبعہ کے ختم کے بعد ہر ستون سے تکیہ لگا کر ایک ایک قاری بیٹھتا ہے اور بچوں کو قرأت سکھاتا ہے۔ بچوں کے بھی وظیفے مقرر ہیں۔ لیکن اہل دولت اپنے بچوں کو وظیفہ نہیں لینے دیتے ہیں۔ اس جماعت کے سوا یتیموں کے واسطے شہر میں علیحدہ مکان ہے اور معلم ملازم ہیں۔ انھیں معلموں کی معرفت یتیموں کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کیا جاتا ہے اور لکھنے کی مشق میں اشعاروں کا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن شریف کو لکھنے کی مشق میں شریک نہیں کرتے تاکہ لڑکے لکھ لکھ کر مٹانے میں بے تعظیمی نہ کریں۔ بلکہ اکثر شہروں میں پڑھانے والے علیحدہ اور لکھانے والے علیحدہ ہیں اس وجہ سے بچوں کے خط نہایت عمدہ ہو جاتے ہیں اس لئے کہ لکھانے والوں کو خوش نویسی کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے۔ وہ تمام کوشش اسی تعلیم میں صرف کرتے ہیں۔ اور کام کسی قدر سہل بھی ہے کیونکہ صرف نقوش کا منتظم کرتا ہے۔

سقاوے اور طہارت خانے

مسجد کے چاروں دروازوں پر چار پانی کے سقاوے ہیں ہر سقاوا بجائے خود ایک وسیع مکان ہے اور اس کے چاروں طرف طہارت خانے بنے ہوئے ہیں سقاووں کے طول میں پتھر کے لمبے حوض ہیں اور ان میں برابر ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں انھیں کے ذریعہ سے حوضوں میں پانی آتا ہے اور

یہاں کے کل طہارت خانوں کے اندر جاتا ہے۔ باب الجیروں کی دہلیز میں سب سے بڑا سقاوا ہے۔ اس سقاوے کے گرد تیس طہارت خانے ہیں۔ اس سقاوے میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ اس کی دیوار کے نیچے دو گول حوض بھی بنے ہوئے ہیں۔ ہر حوض کا دور چالیس بالشت کے قریب ہے اور دونوں حوضوں میں کچھ فاصلہ بھی ہے ان حوضوں میں سوت جاری ہیں۔ دوسرا سقاوا باب الناطفین کی طرف معلموں کے چبوتروں کے سامنے ہے۔ تیسرا سقاوا باب البرید سے نکلتے ہوئے بائیں جانب واقع ہے۔ چوتھا سقاوا باب الزیادہ کے داہنی طرف بنا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ شہر میں جا بجا پانی کے حوض اور سقاوے اس کثرت سے ہیں کہ کوئی کوچہ اور بازار سقاوے سے خالی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اس شہر میں ہر قسم کی آسائش کے سامان اس کثرت سے ہیں کہ بیان اس کا دشوار ہے اللہ تعالےٰ اس شہر کو ہمیشہ دارالاسلام رکھے۔

زیارات مقدسہ دمشق

سب سے پہلے قابل ذکر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کی زیارت ہے۔ یہ سر مبارک مسجد کے قبلہ کی طرف کے دالان میں مقصورۂ قدیم کے داہنے کونے کے مقابل میں دفن ہے اس کے گرد لکڑی کا صندوق ایک ستون کے سہارے سے بنایا ہے اور اس کے اوپر شیشے کی قندیل ہے۔ قندیل بڑے پیالے کی شکل کی ہے۔ مگر شیشہ بہت شفاف ہے یہ معلوم ہوتا ہے گویا بلّور کو کھوکھلا کر لیا ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شیشہ عراقی ہے یا صوری۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت گاہ

دوسرا مقام ولادت گاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے یہ جگہ جبل قاسیون کے نیچے موضع برزہ کے قریب واقع ہے۔ خوبصورت آبادیوں میں اس کا بھی شمار ہے اور اس پہاڑ کی بزرگیاں تو ہمیشہ سے مشہور رہیں کیونکہ اکثر انبیاء علیہم السلام اس پر چڑھے ہیں جبل قاسیون شہر سے تین میل شمال کی جانب واقع ہے اور اس میں ایک مستطیل غار بہت تنگ ہے اسی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے یہاں بہت بڑی اور بلند مسجد بنا دی ہے

مسجد میں چھوٹے چھوٹے غرفوں کی شکل کے بہت سے مکان ہیں اور ایک بہت بلند مینار ہے۔

غار حضرت ابراہیمؑ

اسی غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج اور تاروں کو دیکھا تھا جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے۔ غار کی پشت پر وہ مقام ہے جہاں خلیل اللہ علیہ السلام غار سے نکل کر تشریف لے گئے تھے۔ یہ تمام حالات محدث شامی ابو القاسم ھبۃ اللہ بن عساکر دمشقی نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں اور اس کتاب کی سو جلدیں ہیں۔ اس تاریخ میں یہ بھی بیان ہے کہ باب الفرادیس سے جبل قاسیون تک ستر ہزار انبیا کے مزار ہیں بعض لوگوں کے بیان کے مطابق ستر ہزار شہداء کے مزار ہیں اور سات سو نبی اس سرزمین میں مدفون ہیں۔

باب الفرادیس

شہر کے دروازوں میں سے ایک کا نام باب الفرادیس ہے اور شمال کی جانب جامع مسجد سے قریب واقع ہے اس کے سوا بیرونِ شہر پرانا قبرستان ہے اس میں انبیا علیہم السلام اور اصحاب صالحین کے مزار ہیں۔ اور اس قبرستان کے برکات مشہور ہیں۔ اس قبرستان کے قریب شہر کے باغات سے ملی ہوئی ایک پست زمین ہے۔ کہتے ہیں اس میں ستر انبیا علیہم السلام کا مدفن ہے اس زمین میں ہمیشہ پانی بھرا رہتا ہے اور اس کے گرد بہت سی قبریں ہیں اس پانی کے باعث سے اللہ تعالیٰ نے اس قطعہ زمین کو محفوظ رکھا ہے۔ تاکہ اور کوئی وہاں دفن نہ ہو۔

مغارۃ الدم

جبل قاسیون کے غربی حصہ میں غار ابراہیم علیہ السلام سے ایک میل کے فاصلے پر مغارۃ الدم نامی ایک غار ہے اس غار میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرکے ڈال دیا تھا۔ غار کے اوپر پہاڑ کی نصف بلندی پر ہابیل کا مقتل ہے مقتل سے غار تک ایک راستے کی سی صورت بنی ہوئی ہے اور اس کے پتھروں میں اللہ تعالےٰ نے خون ناحق کا سرخ نشان اس وقت تک باقی رکھا ہے۔ ان پتھروں کو جس قدر رکھو وہ سرخ ہی رنگ نکلتا ہے۔ سوائے اس پہاڑ کے اور کسی پہاڑ کے پتھروں میں یہ بات نہیں ہے یہ امر بھی عجائبات قدرت کا ایک نشان ہے۔

انبیا کے مزارات

ابن المعلی الاسدے کی تاریخ میں ہم نے دیکھا ہے کہ اس غار میں حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت لوط اور حضرت ایوب علیہم السلام نے نماز پڑھی اس مقام پر ایک نہایت مضبوط اور بلند مسجد بنی ہوئی ہے۔ سیڑھیوں کے ذریعہ سے مسجد میں پہنچتے ہیں گرد میں جالی دار لکڑی کا جنگلا ہے اور بالکل گول غرفہ کی سی قطع معلوم ہوتی ہے۔ مسجد میں رہنے کے مکان اور آسائش کے سامان موجود ہیں ہر جمعرات کے دن اس کو کھولتے ہیں اور غار کے اندر روشنی کی جاتی ہے۔ غار بہت کشادہ اور وسیع ہے۔

منارۃ الجوع

پہاڑ کی چوٹی پر ایک مقام حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے اس پر ایک عمارت بنی ہوئی ہے اس کے نیچے پہاڑ کی جڑ میں ایک غار ہے اس کو منارۃ الجوع کہتے ہیں اس غار میں ستر انبیا علیہم السلام نے بھوک کی شدت سے وفات پائی ہے۔ ان کے پاس صرف ایک روٹی تھی اور ہر شخص اسے دوسرے پر ایثار کرتا تھا آخر اسی دور میں ہر ایک کی جان نکل گئی اس غار میں بھی مسجد بنی ہوئی ہے یہاں ہم نے دن میں چراغ جلتے دیکھا۔

اوقاف

ان تمام زیارات کے واسطے باغ۔ زراعت اور سرائیں وقف ہیں گویا اس شہر کی تمام زمین اوقاف میں مستغرق ہے جو کوئی مسجد یا مدرسے یا خانقاہ نئی تیار ہوتی ہے اس کے مجاورین کے لئے سلطان کی طرف سے وقف مقرر ہو جاتا ہے اسی طرح اہل دولت میں سے جب کوئی مرد یا عورت کوئی مسجد مدرسہ یا مسافر خانہ تعمیر کرتا ہے اس کے مصارف کے واسطے اپنے مال سے مناسب آمدنی وقف کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کے یہ اعمال خیر اللہ تعالےٰ کے نزدیک سعی مشکور میں داخل ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی ولادت گاہ

شہر کے غرب میں باغات کی انتہا پر جبل قاسیوں کے آخری کونے کے قریب ایک ٹیلہ ہے یہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے دنیا کے خوبصورت مواضعات میں سے یہ ٹیلا ہے اس کا منظر قابل دید ہے۔ ٹیلے کے اوپر نہایت خوش نما عمارت ہے۔ عمارت کی اونچی سیڑھیاں ہیں اور وہ دیکھنے میں ایک قصر

کی طرح نظر آتی ہے۔

حضرت خضر کا مصلیٰ

اس کے سامنے ایک اور مکان ہے جس کو . . . حضرت خضر علیہ السلام کا مصلیٰ کہتے ہیں ان دونوں مقاموں پر حاضر ہو کر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ مولد مبارک میں لوہے کا دروازہ ہے اور ہمیشہ بند رہتا ہے اس کے گرد میں یہ عمارت بطور مسجد کے ہے اور چاروں طرف گول راستہ ہے یہاں پانی کا حوض دسقاوا) نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے حوض میں پانی آبشار کے ذریعہ سے حوض کی دیوار کے اوپر گر کے آتا ہے۔ پانی کے گرنے کی کیفیت قابل دید ہے۔ حوض کے گرد طہارت خانے ہیں۔ ان طہارت خانوں میں پانی گھومتا ہوا حوض کی دیوار کے نیچے بہہ جاتا ہے۔

نہر ثورا

یہ ٹیلا اس شہر کے باغات کی انتہا پر واقع ہے اور یہیں سے تمام باغوں کو پانی پہنچتا ہے اس پانی سے سات نہریں جاری ہو کر ہر طرف کو گئی ہیں۔ سب سے بڑی نہر کا نام ثورا ہے یہ نہر اوپر کے چشمہ میں سے پتھروں میں گھس کر ٹیلے کے نیچے جا نکلی ہے۔ ٹیلے کے نیچے اس کا دہانہ چوڑے غار کی صورت نظر آتا ہے۔ اکثر دلبر لڑکے اور جوان تیراک ٹیلے پر چڑھ کر چشمہ میں غوطہ لگا کر نیچے کے دہانے میں آ نکلتے ہیں۔ یہ بڑا خوفناک کام ہے۔ ٹیلے پر سے سب باغات اور سبزہ زار سامنے نظر آتے ہیں ایک وسیع میدان کی مختلف سمتوں میں نہروں کی روانی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ان نہروں کے کہیں مل جانے اور کہیں علیحدہ ہو جانے اور پانی کی روانی کا لطف دیکھکر عقل کو حیرت ہوتی ہے اس ٹیلے کی حسن و خوبیاں احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور دنیا کے تمام مقامات سے ان کی شان اعلیٰ اور برتر ہے۔

موضع نیرب

اس ٹیلے کے قریب نیرب نامی ایک گاؤں بہت خوبصورت اور خوش سواد ہے اس کے اطراف میں باغوں کی یہ کثرت ہے کہ سوائے بلند عمارت کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی اس میں ایک بہت نفیس جامع مسجد بھی بنی ہوئی ہے مسجد کا فرش پتھر کے رنگین نگینوں سے مرصع ہے۔ دور سے ریشمی فرش معلوم ہوتا ہے وا بھی بہت خوش قطع ہے۔ سقاوے کے گرد طہارت خانے ہیں اور ان کے دس دروازہ

ہیں سب طہارت خانوں میں سقادے سے پانی جاتا ہے اس کے سوا گاؤں میں حمام بھی ہے ان ممالک کے دیہات میں حمام بہت کثرت سے ہیں اس آبادی کے قبلہ کی سمت میں مزّہ نامی ایک گاؤں ہے۔ وہاں بھی ایک بڑی جامع مسجد ہے اور سقاوا بہت عمدہ ہے۔

بیت الاہیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولد شریف کے راستہ میں داہنی طرف ایک گاؤں ہے جس کا نام بیت لاہیہ ہے۔ پہلے یہاں ایک کنیہ تھا۔ اس میں آزر نے بت بنا کر رکھا تھا اور لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس بت کو توڑ ڈالا۔ آجکل اس جگہ خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے اور بستی کے سب باشندے اسی میں نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد کے فرش میں رنگین پتھروں سے خاتم بندی کی ہے۔ دیکھنے میں نہایت خوش نما معلوم ہوتا ہے۔ مولد عیسیٰ علیہ السلام کے ٹیلے کے واسطے بہت سے باغ زراعت اور سرائیں وقف ہیں۔ کل آمدنی کے کئی حصے کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ زائران شب باش کے خورد ونوش میں اور ایک حصہ ان کے اوڑھنے بچھونے کے صرف میں آتا ہے۔ باقی حصہ وہاں کے ملازموں کی ضرورت میں صرف ہوتا ہے اخراجات کا اہتمام یہاں کے امام سے متعلق ہے اور کاروبار کی خدمت موذن کے سپرد ہے۔

امام ابی الربیع سلیمان بن ابراہیم

آج کل یہاں کے امام اور امین ابی الربیع سلیمان بن ابراہیم بن ملک ہیں جو امراء مرابطین کے متعلقین میں سے ہیں انھیں یہاں کے سلطان اور عمائدین کی خدمت میں بھی رسوخ ہے اس وقت کی آمدنی کے علاوہ انھیں پانچ دینار ماہوار علیحدہ ملتے ہیں اس بستی میں اس شخص کے اعمال خیر بہت مشہور ہیں۔ اگر کوئی مسافر آوارہ وطن اس طرف آنکلتا ہے تو اس شخص کے ذریعہ سے اس کے معاش کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ کسی مسجد کا امام یا کسی خانقاہ کا مجاور یا کسی مدرسے میں قاریوں کی جماعت میں داخل کرا کے اس کا وظیفہ مقرر کرا دیتا ہے غرض کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی گذر کی صورت نکل آتی ہے اور اسی سبب سے یہاں محتاج اور غریب الوطن کو سوال کی عار گوارا کرنا نہیں پڑتی۔ جو لوگ اس قسم کے کاموں کے قابل نہیں ہیں ان کے واسطے یہاں معاش کے اور ذریعے موجود ہیں۔ کچھ لوگ باغوں اور

انگوروں کی حفاظت، حماموں کی خدمت یا نہانے والوں کے کپڑوں کی حفاظت، دکانوں کی اپنی اور بچوں کو مکتب میں پہنچانے پر ملازم ہو جاتے ہیں ایسی خدمتوں پر زیادہ تر مغربی مقرر ہیں اس لئے کہ ان کی دیانت یہاں بہت مشہور ہے اور اہل شہر کو اپنے شہر کے باشندوں پر اعتماد نہیں ہے۔ ان غرباء کی بسراوقات کا خدائے کریم نے یہ ایک سبب پیدا کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی خاص ذریعہ سے سلطان کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے تو اس کی لیاقت کے موافق سلطان کی طرف سے بھی وظیفہ مقرر ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے فضائل حمیدہ اور حسن اخلاق سے اس نواح کے فرماں روایان قدیم وحال ممتاز ہیں۔

قبور الشہداء

اس شہر کے قریب ایک بڑا قبرستان ہے جس کو قبور الشہداء کہتے ہیں اس میں بہت سے صحابہ، تابعین اور ائمہ صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزار ہیں۔ مشہور مزاروں میں سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کا مزار ہے۔ ایک جگہ بہت پرانے کتبہ میں لکھا ہوا ہے کہ اس مقام پر صحابہ کرام کی ایک جماعت دفن ہے اسی جگہ دو صحابی فضالہ بن عبید اور سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کے مزار ہیں اور یہ ان اصحاب میں سے ہیں جو تحت شجر کی بیعت میں حاضر تھے ایک مزار خال مومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس پر لوح بھی ہے۔ ہم نے فضائل دمشق میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت ام المومنین حبیبہ خواہر معاویہ رضی اللہ عنہما کا مزار بھی یہیں ہے اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے بھی یہیں مدفون ہیں۔ اس مقام کے قریب ایک مزار پر لکھا ہے " ھذا قبر اوس بن اوس الثقفی اور یہاں سے تھوڑی دور بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے مزار کے سرہانے آپ کے نام کا کتبہ لکھا ہوا نصب ہے اسی طرح اور بہت سے صحابۂ کرام اور صالحین کے مزارات ہیں۔ گو ان کے نام ونشان مٹ گئے مگر ذکر ہنوز باقی ہے یہ تجربہ کی بات ہے کہ یہاں جو دعا مانگی جاتی ہے مقبول ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ کے متعلق روایت

اس کے علاوہ بہت سے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقبرے شیعوں نے بڑی شان وشوکت سے بنائے ہیں اور سب کے لئے وقف مقرر ہیں۔ سب سے بڑی عمارت ایک زیارت کی

ہے جو حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک سے منسوب ہے یہاں ایک خوشنما مسجد بنائی ہے اور اس کے سامنے نارنگیوں کا باغ لگایا ہے ایک بڑے سقایہ میں سے پانی تمام باغ میں ہر وقت جاری رہتا ہے مسجد میں چاروں طرف پردے لگے ہوئے ہیں محراب کے درمیان میں بہت بڑا پتھر نصب ہے اور بیچ میں سے دو ٹکڑے ہو گیا ہے لیکن دونوں ٹکڑے ملے ہوئے ہیں علیحدہ نہیں ہوئے ہیں اہل تشیع کا بیان ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے بضرب تلوار یا باظہار کرامت اس پتھر کو بیچ میں سے شق فرمایا ہے۔ یہ عمارت اسی پتھر کی زیارت کے واسطے بنائی گئی ہے حالانکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کبھی اس شہر میں رونق افروز نہیں ہوئے یہ صرف ان لوگوں کا خیال ہی خیال ہے۔ شاید ان کے گمان کے موافق عالم رویا میں یہ کرامت صادر ہوئی ہو اس لئے کہ روایت ظاہری کی نسبت حالت رویا میں کسی قدر گنجائش ہے۔

شیعہ فرقے

ان ملکوں میں اہل سنت و جماعت سے شیعوں کی تعداد زیادہ ہے سب بستیاں ان سے بھری ہوئی ہیں اور ان کے مختلف فرقے ہیں ایک روافض کا فرقہ ہے جو تبرا کرتے ہیں دوسرا فرقہ امامیہ اور زیدیہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ صرف تفضیلی ہیں ایک فرقہ اسمٰعیلیہ اور نصیریہ مشہور ہے۔ یہ بالکل کافر ہیں اور حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کو الوہیت سے منسوب کرتے ہیں۔ تعالی اللہ عن قولھم ایک اور فرقہ ہے جس کو غرابیہ کہتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اس لئے جبرئیل علیہ السلام کو وحی پہنچانے میں سہو ہوا۔ نعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد اسی طرح ان کے بہت سے فرقے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے اور ان کے ذریعہ سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر و فساد سے اہل دین کو محفوظ رکھے۔ اس گروہ پر اللہ تعالیٰ نے فرقہ نبویہ کو مسلط کر دیا ہے۔ یہ لوگ سنیوں میں سے ہیں۔ مگر فتوت اور جواں مردی کو اپنا شعار کر لیا ہے۔ جو شخص فتوت کی قسم کھاتا ہے اس قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسکی کبھی شکایت نہیں کرتا جس شخص میں اپنے سے خصائل پاتے ہیں اپنی جماعت میں

شامل کر لیتے ہیں اور ایک خاص وضع کا پا جامہ پہنتے ہیں۔ روافض میں سے جس کسی کو پاتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں غرض کہ اس فرقے نے عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا ہے اور سب سے نرالے عادات اور اخلاق ہیں۔

مزار حضرت سعد بن عباد

شہر سے چار میل جانب مشرق موضع مینحہ میں حضرت سعد بن عباد رضی اللہ عنہ رئیس قوم خزرج صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے اس جگہ ایک خوبصورت مسجد کے بیچ میں آپ کا مزار ہے اور سرہانے اسم مبارک کندہ ہے۔

مزار حضرت ام کلثوم رضہ

شہر سے تین میل قبلہ کی سمت ایک آبادی زاویہ نامی ہے وہاں حضرت ام کلثوم حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا مزار ہے ان کا اصلی نام زینب الصغریٰ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ام کلثوم اس لئے رکھی تھی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے بہت مشابہ تھیں مزار پر بہت بڑی مسجد بنی ہوئی ہے اور اس کے باہر لوگوں کے قیام کے واسطے مکانات ہیں اور مصارف کے لئے وقف مقرر ہے ہم اس مقام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور شب کو انھیں مکانوں میں قیام کیا۔

امام حسن رضہ اور امام حسین رضہ کے صاحب زادوں کے مزارات

غربی قبرستان میں ایک مسجد میں دو قبریں ہیں امام حسن رضہ و امام حسین رضی اللہ عنہما کے صاحبزادوں کی ہیں اس کے قریب ایک اور مسجد میں حضرت سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا کا مزار ہے مگر اس میں اختلاف ہے شاید اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی اور بی بی سکینہ کا مزار ہو۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مزار

غربی قبرستان میں باب الجابیہ کے قریب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اور کہتے ہیں کہ اس قبرستان کے قریب باب الصغیر کے سامنے تمام خلفائے بنی امیہ کی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ مگر آج کل اس جگہ مکانات ہیں اور ان میں لوگ رہتے ہیں اس شہر

کی زیارات کی کثرت احاطۂ تحریر سے باہر ہے اور ہم نے صرف مشہور مقامات کے بیان پر اکتفاء کی ہے۔

مسجد الاقدام

یہاں سے دو میل قبلہ کی سمت حجاز اور دیار مصر کے راستے کے کنارے ایک مسجد ہے جس کو مسجد الاقدام کہتے ہیں اس میں ایک چھوٹا سا مکان ہے اور اس میں ایک پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے: بعض صالحین نے خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔

نشانات قدم مبارک حضرت موسیٰؑ

کہتے ہیں اس مقام مبارک سے کسی وقت نور جدا نہیں ہوتا۔ یہاں سے قریب راستے کے کنارے ایک سرخ ریت کا ٹیلہ ہے۔ یہ ٹیلہ غالیہ اور غویلیہ کے درمیان میں واقع ہے یہ وہ دو مقام ہیں جن کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے ٹیلے پر جانے کی راہ میں تو پتھروں پر قدموں کے نشان ہیں کہتے ہیں یہ نشانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم مبارک کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ماہ جمادی الاولیٰ ۵۸۰ھ

۱۰ راگست کو جمعہ کی شب میں چاند دکھائی دیا۔

شہر دمشق

ابواب دمشق

اس شہر کے آٹھ دروازے ہیں۔ شرق کی جانب کے دروازے کو باب الشرق کہتے ہیں اس دروازے پر ایک سفید مینار بنا ہوا ہے کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اسی مینار پر اتریں گے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول شرق دمشق کے سفید مینار پر وارد ہے دوسرا باب توما بھی شرق کی طرف واقع ہے۔ اس کے بعد باب السلامہ ہے پھر باب الفرادیس شمال کی جانب ہے اس کے آگے باب الفرج ہے اس کے بعد باب النصر غرب کی سمت ہے اس کے بعد باب الجابیہ ہے اور اس کے بعد باب الصغیر سمت غربی اور سمت قبلہ کے درمیان میں ہے۔

دمشق کی آبادی

مسجد جامع شہر کے شمالی حصے میں ہے اور شہر کے چاروں طرف بڑے بڑے پڑاؤ ہیں - شہر کی آبادی گنجان اور کوچے تنگ وتاریک ہیں آبادی کی صورت مستطیل واقع ہوئی ہے - شہر مسلسل تین طبقوں میں آباد ہے تینوں طبقوں میں اس قدر آدمی آباد ہیں کہ تین شہروں میں بھی نہ ہوں گے - مکانات اکثر خام اور خس پوش ہیں اور اسی وجہ سے یہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے شہر کی خوبی جس قدر شہر کے باہر سے معلوم ہوتی ہے ویسی اندر نظر نہیں آتی -

کنیسائے مریم

داخل شہر رومیوں کا ایک کنیسا ہے اس کو کنیسائے مریم کہتے ہیں رومیوں میں بیت المقدس کے بعد سب معبدوں سے اس کنیسا کی عزت زیادہ ہے - کنیسے کی عمارت نہایت خوبصورت ہے - طرح طرح کی تصویریں اس خوبی سے بنائی ہیں جن کے نظارے سے آنکھوں کو لطف اور ادراک کو حیرت ہوتی ہے - یہ کنیسا اہل روم کے قبضہ میں ہے اور کسی کو اس میں مداخلت نہیں ہے -

شفاخانے اور مدارس

شہر میں ۲۰ مدرسے اور دو شفاخانے ہیں ایک شفاخانہ پرانا اور ایک نیا بنا ہوا ہے - نیا شفاخانہ پرانے سے بڑا ہے اور خوش قطع ہے اس شفاخانے کے مصارف کے واسطے پندرہ دینار روزانہ مقرر ہے - اور اس کے بہت سے نگہبان ہیں جن کے پاس بیماروں کے نام اور ان کی دوا و غذا وغیرہ کے مصارف کی فہرستیں رہتی ہیں -

طبیب صبح کے وقت بیماروں کو دیکھ کر ان کے حسب حال دوا اور غذا تجویز کر کے اس کے موافق عمل کرنے کی محافظوں کو ہدایت کر دیتے ہیں - پرانے شفاخانے کے بھی یہی قواعد ہیں لیکن جدید میں اہتمام زیادہ ہے - قدیمی شفاخانہ جامع مسجد کے غرب میں ہے یہاں ایک مکان دیوانوں کے علاج کے واسطے بھی مقرر ہے - یہ لوگ زنجیروں میں بندھے رہتے ہیں - ان کی باتیں بڑے لطف کی ہوتی ہیں بعض اوقات ان سے ظریفانہ کلام بھی صادر ہوتے ہیں - چنانچہ ہم نے ایک مزیدار قصہ سنا کہ ایک معلم اس شہر میں بچوں کو کلام اللہ پڑھاتا تھا شہر کے شریفوں میں سے ایک خوش جمال لڑکا بھی اس کے حلقہ درس میں داخل

ہوا۔ لڑکے کا نام نصر اللہ تھا معلم کو اس سے تعلق خاطر ہو گیا رفتہ رفتہ شیفتگی اس درجہ پہنچی کہ معلم کو جنون ہو گیا لوگوں نے اسے پاگل خانے میں داخل کر کے مقید کر دیا۔ جنوں کے باعث اس کا راز بھی فاش ہوا اور لڑکے کی بھی رسوائی ہوئی معلم کا باپ اس کے دیکھنے کے واسطے پاگل خانے گیا، اور اس سے کہنے لگا۔ چل یہاں سے نکل اور اپنی اصلی حالت تعلیم و تعلم کی طرف متوجہ ہو۔" معلم نے اس کا جواب مجنونانہ بے باکی سے اس طرح دیا:" میری تعلیم ختم ہو چکی اب مجھے قرآن شریف میں سوائے اذا جاء نصر اللہ کے اور کچھ یاد کرنے کو باقی نہیں رہا۔" اس بات پر اس کا باپ بہت ہنسا اور اس کے واسطے دعائے عافیت کرنے لگا۔ بہت دنوں وہ معلم اسی بلا میں مبتلا رہا آخر کار مر گیا اور اللہ تعالےٰ نے اس کے معاملے میں آسانی فرمائی۔

مدرسہ نورالدین

یہ شفا خانے اور مدرسے اہل اسلام کی حکومت کے سامان تفاخر میں داخل ہیں سب سے خوش قطع اور نفیس عمارت نورالدین کے مدرسے کی ہے اس مدرسے میں اس کی قبر ہے یہ عمارت قصر کی طرح نہایت خوش منظر اور بارونق ہے۔ اس عمارت میں ایک نہر ہے اور اس میں آبشار کے ذریعے سے پانی آتا ہے۔ آبشار کا پانی حوض میں جمع ہو کر ایک گول کے ذریعہ سے بڑی نہر میں جو وسط مکان میں واقع ہے جاتا ہے اس دلفریب منظر کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اور نورالدین۔ کے حق میں دعائے خیر نکلتی ہے مدرسہ میں بہت سے مکان اہل تصوف کے رہنے کے واسطے بنے ہوئے ہیں ان مکانوں کو خانقاہ کہتے ہیں۔ یہ مکانات بہت خوش قطع ہیں اور ہر مکان میں بڑے لطف سے پانی جاری ہے ان مکانوں کے رہنے والے گویا اس ملک کے بادشاہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے سامان معیشت مہیا کر کے عبادت کی طرف راغب فرمایا ہے اور ان کے رہنے کے واسطے ایسے مکانات جن کو دیکھ کر قصر جنان یاد آتے ہیں عطا کئے ہیں ان میں سے وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جن کو فضل خدا سے دنیا و آخرت دونوں کی نعمتیں میسر ہیں۔ ان کا طریق عبادت، طرز معاشرت اور پابندی اوقات نہایت عمدہ اور بہتر ہے۔ ان کی سماع کی مجلس بہت موثر اور مودب ہوتی ہے۔

کبھی کبھی سماع میں ان لوگوں پر رقت اور شوق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ دنیا سے انتقال کر جاتے ہیں۔ غرض کہ ان لوگوں کا طریقہ نہایت پاکیزہ ہے اور انھیں عشرت جاوید کی امید ہے۔

ترک امیر کے باغ کی ضبطی

ان کے واسطے ایک اور بلند اور خوبصورت محل شہر سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے اور اس کے متعلق ایک بہت بڑا باغ بھی ہے۔ کہتے ہیں پہلے یہ مکان اور باغ کسی ترک سردار کا تفرج گاہ تھا ایک روز رات کو وہ امیر اپنے مصاحبوں کے ساتھ مے نوشی میں مصروف تھا اس وقت ان صوفیوں کا گروہ ادھر سے گزرا۔ اصحاب جلسہ نے حالتِ بدمستی میں ان کے کپڑوں پر شراب ڈال دی۔ اس امر کا استغاثہ نورالدین کے محکمہ میں پیش ہوا۔ اس کے اس خطا کے عوض اس امیر سے یہ مکان اور باغ ہبہ کرا کے صوفیوں کے واسطے وقف کر دیا۔ یہ کام بڑی جواں مردی کا اس نے کیا اور اس کے عوض ہمیشہ اس کو اجر عظیم ملتا رہے گا۔ اس نیک نہاد بادشاہ کے بے شمار مناقب اور فضائل ہیں۔ یہ شخص صالحین اور زہاد کے گروہ میں سے تھا۔ ۵۶۹ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کے بعد ان ممالک پر سلطان صلاالدین کا تسلط ہوا۔ اس کی الوالعزمیاں اور افعال خیر مشہور ہی ہیں۔ سب سے بڑا کار خیر اس کا یہ ہے کہ اس نے حجاج کی راہوں میں محصول موقوف کر کے اس کے عوض اہل حجاز کے لئے زر نقد اور غلہ مقرر کر دیا۔ یہ نامبارک طریقہ مدت سے اسی طور پر چلا آتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس عادل بادشاہ کے ہاتھوں اس رسم کو نیست و نابود کر دیا۔

اوقاف

سلطان نورالدین کے مراسم خیر میں سے یہ ایک مبارک رسم ہے کہ اس نے غرباے اہل مغرب کے جو جامع مسجد کے گوشے مالکیہ میں رہتے ہیں بہت سے اوقاف مقرر کئے ہیں۔ اس وقف میں دو چکیاں، سات باغ، اراضی مزروعہ۔ ایک حمام اور عطاروں کی دکانیں ہیں۔ ابو الحسن علی بن سردال الجیانی معروف بہ اسود کی زبانی جو ان اوقاف کا نگراں ہے معلوم ہوا کہ اگر کوشش سے کام کیا جائے تو اس وقف کی آمدنی پانچ سو دینار سالانہ کے قریب ہو جائے۔ ان لوگوں کی نسبت اس بادشاہ کو بہت کچھ نظر ترحم تھی۔ اسی طرح قرآن شریف پڑھنے والوں کے واسطے چند مکان وقف کر دیئے ہیں جہاں وہ لوگ آرام

پاتے ہیں۔

مسافروں اور حفاظ کے لئے سہولتیں اس شہر میں مسافروں کے واسطے بہت سی آسائشیں ہیں۔ خصوصاً حفاظ کلام الٰہی کے واسطے ہر قسم کا سامان آسائش موجود ہے ان مشرقی ممالک میں سے ہر ایک بستی میں اہل غربت کے لئے اسی طرح کا اہتمام ہے مگر خاص کر اس شہر کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ جوانان مغرب میں سے جس کسی کو جستجوئے فلاح ہو اسے لازم ہے کہ تحصیل علم کے واسطے اپنے وطن کو چھوڑ کر ان ممالک کا سفر اختیار کرے۔ کیونکہ یہاں اس کے مقاصد میں ہر طرح کی معاونت ہو سکتی ہے۔ سب سے اہم معاونت اس کام میں فراغ معیشت ہے۔ وہ یہاں باحسن الوجوہ میسر ہے۔ پس اہل ہمت کو کوشش کرنے کا یہ عمدہ موقع ہے اور اگر اس طرف کوئی توجہ نہ کرے تو کاہلی اور عاجزی کے سوا کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا ایسے شخص سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے۔ البتہ جس صاحب ہمت کو اپنے وطن میں تلاش معاش علم وفضل کے حصول میں مانع ہو اس کے واسطے ممالک مشرق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اہل اجتہاد کو لازم ہے کہ شوق سے ان دروازوں میں داخل ہوں اور علائق کی گرفتاری سے پہلے فرصت اور فراغت کو غنیمت جانیں تاکہ اوقات ضائع شدہ پر افسوس نہ کرنا پڑے۔ قبول کرنے والے کے واسطے یہ نصیحت ہے اور جو غور سے سنے اسے یہ خطاب ہے مگر توفیق اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے ہدایت فرمائے۔

اہل دمشق کی مہمان نوازی اس ملک کے باشندے غرباء کے اکرام اور فقرا کے ایثار میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ خصوصاً باشندگان دیہات کا یہ حال ہے کہ ہر شخص کی مہمان نوازی دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ عجیب یہ امر ہے کہ اگر کوئی درویش ان کے کھانے سے انکار کرتا ہے تو اپنے حال پر روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم میں کوئی خیر ہوتی تو فقیر ہمارے کھانے سے انکار نہ کرتا۔ غرض کہ اس قوم کا طریقۂ خیر نہایت ہی اشرف ہے خصوصاً جو لوگ حج سے واپس

آتے ہیں ان کے اعزاز واکرام میں بہت ہی کوشش کرتے ہیں۔ استقبال کے واسطے بہت سے جمع ہوتے ہیں اور حجاج کے ہاتھ پاؤں بطور تبرک مس کرتے ہیں۔ ہم نے سنا کہ اس سال اہل دمشق میں سے جو حجاج حج سے واپس آئے ان کے استقبال کے واسطے بہت سے مرد اور عورتیں جمع ہوئے کوئی ان سے مصافحہ کرتا تھا اور کوئی ہاتھ پاؤں چھوتا تھا۔ جو لوگ ان میں غریب تھے ان کے سامنے زر نقد بھی پیش کرتے تھے اور ہر قسم کے کھانے کی چیزیں ان کے واسطے لے گئے تھے۔ بعض عورتوں کی یہ کیفیت تھی کہ حاجیوں کے سامنے روٹیاں پیش کرتی تھیں اگر وہ اس میں سے ایک نوالہ توڑ کر کھا لیتے تھے تو اس روٹی کو تبرکاً خود کھاتی تھیں اور اس کے عوض میں کچھ نقدی پیش کرتی تھیں اسی قسم کا معاملہ ہمیں بھی بغداد میں داخل ہونے کے وقت پیش آیا تھا۔ ایسے معاملات مغرب میں ہم نے کبھی نہیں دیکھے اگر ان سب امور کی تفصیل لکھی جائے تو ہمارا مقصد ناقص رہ جائے گا اس لئے تھوڑے سے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس مختصر بیان سے بھی اصل حالات کا خود اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان ممالک میں اگر کوئی شخص تجرد اور تنہائی پسند کرے تو جس شہر میں چاہے وہ ایک گوشہ اختیار کرے اہل شہر اس کی تمام ضرورتوں کا انتظام کر دیتے ہیں۔ اگر ایک جگہ سے جی گھبرا جائے دوسرے مقام کو چلا جائے وہاں بھی اسی طرح کا آرام ممکن ہے۔ یا جبل لبنان اور کوہ جودی پر چڑھ جائے۔ یہاں کثرت سے تارک الدنیا اور اہل تجرید رہتے ہیں ان کی جماعت میں شریک ہو کر جہاں جی چاہے پھرتا رہے۔

نصرانیوں کا اہل اللہ سے حسن سلوک

یہ نئی بات ہے کہ لبنان کے نصرانی باشندے بھی اگر ایسے لوگوں کو پاتے ہیں تو مدارات میں کمی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ان سے پرہیز کرنا مناسب نہیں ہے۔ لبنان پہاڑ نہایت سرسبز اور شاداب ہے۔ جا بجا پانی کے چشمے رواں ہیں۔ کوسوں تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ ہر قسم کا میوہ بکثرت پیدا ہوتا ہے اس پہاڑ میں کوئی جگہ زہاد اور اہل ریاضت سے خالی نہیں ہے۔ موافقت کی یہ کیفیت ہے کہ باوجود تخالف مذہبی نصاریٰ کا مسلمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ ہے تو پھر

مسلمانوں کا آپس میں کیا حال ہوگا۔ لطف یہ ہے کہ مسلمان اور نصارا میں اکثر مقامات پر آتش فساد مشتعل ہوتی ہے اور جانبین سے معرکہ آرائی کی نوبت پہنچتی ہے۔ لیکن ان دونوں فرقوں کے باہمی سلوک میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ ہم نے اس مہینے جمادی الاولیٰ میں اس بات کا ثبوت اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا۔

سلطان صلاح الدین کا محاصرہ کرک

آجکل سلطان صلاح الدین نے بڑی فوج کے ساتھ قلعہ کرک پر چڑھائی کی ہے۔ حجاز کی راہ میں نصارا کا یہ بہت بڑا قلعہ ہے اور مسلمانوں کا خشکی کا راستہ اس قلعہ کے باعث بند ہے۔ اس قلعہ سے بیت المقدس تک ایک منزل کا فاصلہ ہے اور قلعہ کی اراضی فلسطین کا ایک حصہ ہے۔ کوسوں تک اس زمین کی آبادی ہے۔ چار سو گاؤں کے قریب اس حصہ میں آباد ہیں۔ سلطانی فوجوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور محاصرہ کے طول سے اہل قافلہ پر بڑی سختی ہے۔

نصرانیوں اور مسلمانوں میں میل ملاپ

باوصف اس جدال و قتال کے مصر سے دمشق کو آنے جانے والے قافلے برابر اہل فرانس کی عملداری سے ہوکر گزرتے ہیں اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا اسی طرح عکہ وغیرہ کو دمشق کے مسلمانوں کے قافلے جاتے ہیں اور کوئی خدشہ پیش نہیں آتا۔ نہ نصرانی تاجروں سے مسلمانوں کی آبادیوں میں کوئی مزاحمت ہوتی ہے۔ بلکہ نصرانیوں کی عملداری میں جو محصول مسلمانوں پر مقرر ہے وہ بلا عذر ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی حقارت کی بات ہے۔ اسی طرح نصرانی تاجر بھی مسلمانوں کا مقرری محصول برضا و رغبت ادا کرتے ہیں۔ غرض کہ باوجود جنگ وجدل دونوں قوموں میں اتفاق ہے۔ اہل حرب اپنی لڑائیوں میں مصروف ہیں اور عام رعایا امن و امان میں داخل ہے۔ صرف ملک فاتح کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کی عملداری میں کسی ماتحت رئیس پر فوج کشی کی جاتی ہے اس وقت بھی تجار اور عام رعایا سے کوئی تعرض نہیں ہوتا اسی سبب سے خواہ جنگ ہو یا صلح مگر ان ملکوں کی رعایا ہمیشہ امن اور عافیت میں

رہتی ہے۔ حکمرانوں ہی میں مخاصمت ہوتی ہے۔ رعایا اور تاجروں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہاں کے باشندوں کی یہ عادتیں بہت ہی خوب ہے۔

سلطانی جامع مسجد

دمشق کے غرب کی جانب باب الفرج کے سامنے ایک قلعہ سلطان کے رہنے کا مقام ہے۔ قلعہ میں سلطانی جامع مسجد بنی ہوئی ہے اس میں سلطان نماز جمعہ پڑھتا ہے۔ اس قلعہ کے قریب بیرون شہر دو میدان ہیں ان کے بیچ میں نہر جاری ہے۔ میدانوں کی سرسبزی کی یہ حالت ہے کہ ریشمی فرش کے دو ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں میدانوں میں آسائش کے واسطے مکان بنے ہوئے ہیں ان کے قریب گھوڑ دوڑ کا چکر ہے۔ اس جگہ سلطان چوگان بازی اور گھوڑ دوڑ کے واسطے آتا ہے۔ اس گھوڑ دوڑ کے چکر میں گھوڑے اس سرعت سے گردش کرتے ہیں کہ آنکھ کی گردش بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی سلطان کے لڑکے ہر شب کو یہاں تیر اندازی چوگان بازی اور گھوڑ دوڑ میں مصروف ہوتے ہیں۔

دمشق کے حمام

شہر میں قریب ایک سو کے حمام ہیں۔ کچھ خاص شہر میں ہیں اور کچھ پڑاؤ کے پاس ہیں۔ شہر میں جا بجا چالیس مقام وضو کرنے کے واسطے بنے ہوئے ہیں ان میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے۔ ان ممالک میں غربا کی آسائش کے واسطے اس شہر سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے اللہ تعالےٰ اسے ہمیشہ دارالاسلام رکھے شہر کے بازار ترتیب دار اور خوش قطع ہیں۔ خاص کر تاجروں کے بیٹھنے کے مقام نہایت ہی خوبصورت ہیں۔ ہر ایک مکان کی وسعت ایک کاروان سرائے کے مثل ہے سب میں لوہے کے دروازے . . . . . ہیں اور ہر ایک کے قفل اور بندشیں جداگانہ ہیں۔ باب الجابیہ سے باب شرقی تک ایک بازار ہے اس کو سوق الکبیر کہتے ہیں۔ اس بازار میں ایک چھوٹا سا مکان ہے اس کو مصلی مقرر کر لیا ہے اس مکان میں قبلہ کی طرف ایک پتھر ہے۔ کہتے ہیں اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے ان بتوں کو توڑا تھا جو بازار میں فروخت کو

لاتے تھے۔

خانقاہ صوفیہ کے متعلق روایت عمر بن عبدالعزیز کا مکان جو آج کل صوفیہ کی خانقاہ ہے اور باب الناطفین کی دہلیز میں واقع ہے اس کی نسبت عجیب روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عجمی عمر بن عبدالعزیز نامی نے خرید کر اسے بنوایا تھا اور اس کے لئے بہت سے اوقاف مقرر کر کے یہ وصیت کی تھی کہ مجھے اس مکان میں دفن کریں اور ہر جمعہ کو میری قبر پر کلام الٰہی کا ختم پڑھا جائے اور جو لوگ ختم میں شریک ہوں ان میں سے ہر ایک شخص کو ایک رطل میدے کی روٹی جو مغربی تین رطل کے برابر ہوتی ہے ملا کرے یہ شخص ممالک عجم میں سے سمیساط کا رہنے والا نہایت زاہد و پارسا تھا۔

اس کے تمول کی یہ حکایت ہے کہ ایک روز اس نے باب الناطفین کی دہلیز میں ایک سیاہ فام شخص کو حالت مرض میں زمین پر پڑا ہوا دیکھا۔ نہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور نہ کوئی تیمارداری کرتا تھا اس نے اس کی حالت پر رحم کھا کر خالصۃ اللہ اس کی تیمارداری اپنے ذمے قبول کی اور اس کی خدمت میں رات دن مصروف رہنے لگا۔

جب اس مریض کا وقت موت قریب آیا اس نے سمیساطی خادم کو بلا کر اس کی خدمت گزاری اور مستعدی کا شکریہ ادا کیا اور کہا: میں خلیفہ معتضد العباسی کے خادموں میں سے ہوں میرا لقب زمام الدار ہے خلیفہ کی خدمت میں میرا بہت اعتبار اور مرتبہ تھا ایک روز خلیفہ مجھ سے کسی وجہ سے ناراض ہوا اور میں جان کے خوف سے بھاگ کر یہاں چلا آیا۔ یہاں مجھے بیماری نے گھیر لیا۔ آخر اس حالت کو نوبت پہنچی۔ تو نے میری خدمت میں جاں فشانی کی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کے عوض میں کچھ سلوک کروں اور وہ اجر آخرت پر اور اضافہ ہو۔ میں اس امر کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے پورا کرنے پر تجھ سے عہد لیتا ہوں کہ تو میری تجہیز و تکفین کے بعد بغداد جا کر زمام الدار کا مکان تلاش کرنا اور اس مکان کو کسی حیلے سے کرایہ پر لے کر اس میں مقیم ہونا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کام میں تجھے کامیابی عطا فرمائے۔ پھر اس مکان میں اس مقام کو جس پر فلاں علامت ہے کھودنا۔ جب اس قدر کھودے گا تو تجھ کو کچھ تختے نظر آئیں گے۔ تختوں کے نیچے جو مال ملے اس پر اپنا قبضہ کرنا اور اپنے مہمات خیر میں جس طرح مناسب ہو صرف کرنا۔

اس وصیت کے بعد مریض نے قضا کی اور تیمار دار اپنے عہد کے موافق بغداد کو روانہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے مقصد پر اسے کامیاب کیا۔ وہ مکان کرایہ پر مل گیا۔ جب اس مقام کو کھودا جس کی بابت وصیت کی تھی تو وہاں سے بے حساب دولت ملی اس مال سے اسباب تجارت خرید کر دمشق کو لایا اور یہاں یہ مکان خرید کر صوفیوں کے واسطے خانقاہ بنائی اور اس کے لئے زمین اور سرائیں خرید کر اہل تصوف کے نام پر وقف کیں اپنی قبر بھی اسی مکان میں بنانے پر وصیت کی اور ختم کلام اللہ کی تاکید کی۔ حاضرین ختم کے واسطے روٹیاں مقرر کیں۔ اس رسم خیر کے باعث غربا اور فقرا کو بہت آسائش ہو گئی ہے۔ ہر جمعہ کو قاریوں سے خانقاہ بھر جاتی ہے۔ ختم کے بعد متوفی کے واسطے دعا کرتے ہیں اور ایک رطل روٹیاں لے کر چلے آتے ہیں اور یہ خیر جاری اور کار ثواب اس کے واسطے باقی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس پر رحمت فرمائے۔

ختم کوثریہ

اسی طرح جامع کے ختم کوثریہ کی ایک حکایت مشہور ہے۔ کہ ایک دولت مند نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے جامع مسجد میں دفن کر کے قبرستان کا نشان مٹا دیں اور فرش مسجد میں شامل کر دیں۔ بعد عصر جن لوگوں کو قرآن شریف حفظ یاد نہیں ہے وہ جمع ہو کر سورۂ کوثر سے آخر قرآن شریف تک ختم پڑھا کریں اور اس کام کے واسطے ڈیڑھ سو دینار سالانہ کے قریب وقف مقرر کر کے ہدایت کر دی کہ ہر سہ ماہی پر ختم پڑھنے والوں کو چالیس دینار تقسیم ہوا کریں۔

قرأت سبعہ کی نسبت روایت

ایسے ہی قرأت سبعہ کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے اپنی قبر جامع مسجد

میں بنانے اور اس کا نشان فرش مسجد میں ہموار کرنے کی وصیت کی تھی اور چودہ سو دینار سالانہ وقف مقرر کیا تاکہ اس سے قاریوں کو وظیفہ ملا کرے اور وہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد قرآن شریف کا ختم کیا کریں۔ یہ لوگ ختم کے واسطے مقصورۂ قدیم کی شرقی سمت میں جمع ہوتے ہیں اور قبلہ کی دیوار سے شرقی دیوار تک بیٹھتے ہیں۔ کہتے ہیں یہی مقام اس بادشاہ کا مدفن ہے۔ یہ امور خیر اب تک جاری ہیں اللہ تعالےٰ ان کے بانیوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

اس شہر کے واسطے یہ شرف کافی ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ایسے اعمال حسنہ کی توفیق ہوتی ہے۔

فقرا اور مساکین کی امداد

جامع مسجد کے شرق میں بہت سے فقرا اور مساکین جن کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے جمع ہوتے ہیں۔ ایک تاجر نے خاص ان لوگوں کے واسطے ایک وقف مقرر کر دیا ہے اس سے ان لوگوں کی دست گیری ہوتی ہے۔ غرض کہ اسی صورت سے بہت سے آثار خیر اور صدقات یہاں جاری ہیں۔ جن سے غربا اور محتاجین کو ہر طرح کی امداد پہنچتی ہے اور وہ بانیانِ مراسم خیر کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر سال عرفہ کے دن بعد نماز عصر اپنی جامع مسجدوں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے امام ننگے سر ساعت وقوف عرفات کی برکت اور حجاج بیت الحرام کے وسیلے سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ خدا ہمیں بھی اس مقام مقدس کی زیارت سے مشرف کرے اسی صورت سے غروب آفتاب تک دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی محرومی پر متاسف ہو کر دعا کرتے ہیں کہ خدا ہمیں بھی وہاں پہنچائے۔ امید ہے کہ ان کا یہ فعل قبولیت سے خالی نہ ہو گا۔

قبہ رصاص

۸ ار جمادی الاولیٰ کو پیر کے دن ہم نے جامع مسجد کی چھت پر چڑھ کر قبۂ رصاصیہ کی سیر کی۔ یہ قبہ واقعی دنیا کی عمارات عجیبہ میں سے ہے اس کے حسن و خوبی اور استحکام کا بیان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ ہم اس کی سیر کے واسطے چند اہل مغرب کے ہمراہ غربی دالان کے زینے سے چھت پر چڑھے۔ یہ زینہ صحن کی طرف

ہے پہلے یہ زینہ اذان کا مینار تھا۔ چھت پر پہنچ کر تمام چھت کو سیسے کے تختوں سے پٹا ہوا پایا۔ ہر تختے کا طول چار بالشت اور عرض تین بالشت ہے۔ شاید بعض تختے اس سے بھی کم وبیش ہوں۔ قبہ کے پاس پہنچ کر اوپر چڑھنے کے واسطے سیڑھی لگی ہوئی پائی اس کے ذریعہ سے اوپر چڑھے۔ قبہ کے اوپر چھ بالشت کا چوڑا ایک مدّور سطح بنا ہوا ہے اس پر چڑھ کر چاروں طرف پھرے لیکن بلندی کے خوف سے زیادہ ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی ہوا کی یہ کیفیت تھی کہ اڑائے لئے جاتی تھی۔ آخرکار ایک کھلی ہوئی جالی کی طرف سے قبہ کے اندر داخل ہوئے۔ قبہ اندر سے مجوف ہے۔ اور اس کے چاروں طرف سیسے کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ قبہ کے اندر کا منظر نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ اسکی صناعی کی ندرت میں عقل کام نہیں کرتی۔

قبۂ صغیر اس قبہ کے اندر ایک دوسرا قبہ بنایا ہے۔ یہ قبہ مسجد کی محراب کے سامنے والانوں کے درمیان میں واقع ہے۔ اس قبہ کے گرد اور بڑے قبہ کے اندر بڑی بڑی لکڑیوں سے ایک ہموار سطح بنا ہوا ہے۔ اس پر ہم قبہ کے چاروں طرف پھرے۔ قبہ کی ساخت کچھ ایسی موزوں ہے کہ گویا ایک کرۂ مجوف دوسرے کرہ کے اندر رکھا ہوا ہے۔ قبہ میں چھوٹی چھوٹی محرابیں کھلی ہوئی ہیں جن کے ذریعہ سے مسجد کا فرش نظر آتا ہے ان محرابوں میں سے ہم نے مسجد کے اندر کے آدمیوں کو دیکھا تو بلندی کے باعث بچوں کے برابر نظر آتے تھے۔ اس قبہ کے اوپر چاروں طرف بڑی بڑی خمیدہ لکڑیاں اس صورت سے لگائی ہیں کہ ہر لکڑی کا باریک سر قبہ کی چوٹی پر لکڑی کی گول پھرکی میں مرکز کے طور پر جا ملا ہے۔ اور ان لکڑیوں کو قبہ کی کمر میں لوہے کا موٹا تار ڈال کر جکڑ دیا ہے اور قبہ کے اندرونی سمت یعنی مسجد کی طرف کی سطح میں لکڑی سے خوبصورت خاتم بندی کی ہے اور خاتم بندی میں ایسا خوشنما سنہری رنگ کا کام کیا ہے کہ اسکی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں اور اس کے انتظام عقد میں عقل حیران ہوتی ہے۔ بلندی کی وجہ سے خاتم بندی کا ہر نقش بالشت دو بالشت سے زیادہ بڑا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر ہم نے ایک اکھڑا ہوا نقش قبہ کے اندر

پڑا دیکھا۔ اس کا طول چھ بالشت اور عرض چار بالشت سے کم نہ ہوگا۔ قبہ رصاصیہ کے اوپر بھی چھوٹے قبہ کی طرح خمیدہ لکڑیاں لوہے کے تار سے جکڑی ہوئی ہیں۔ کل لکڑیاں شمار میں اڑتالیس ہیں اور ہر لکڑی کے درمیان میں چار بالشت کا فاصلہ ہے۔

کاریگروں کی صناعی

قبۂ رصاصیہ کا دور اسی قدم ہے جس کے دوسو ساٹھ بالشت ہوتے ہیں۔ ان قبوں کے نیچے کا گردنا جس کو نسر طائر کہتے ہیں مجوف ہے اور اس کے نیچے کا سطح مقصورہ کی چھت ہے۔ مقصورہ میں نیچے سے اوپر تک چونے کا کام ہے۔ یہ سطح یا چھت چونے کی ہے اور اس میں بہت خوبصورت لکڑی کے بیل بوٹے بنائے ہیں۔ اور انھیں نہایت عمدہ صنعت سے ترتیب دیا ہے اس کا منظر بھی عجیب ہے۔ مقصورے کی دیواریں قبوں کے ستون بالکل چھپے ہوئے ہیں۔ دیوار میں ہر ایک پتھر سیکڑوں من وزن کا ہے ایسے پتھروں کا ہاتھی سے بھی کھینچنا ناممکن ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس بلندی پر ان پتھروں کو کیونکر پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ بھی ایک نمونہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایسی صنعتوں کی تعلیم فرمائی ہے جو انسانی وہم وخیال سے بالکل بعید ہیں۔ یہ قبے پتھر کی گول بنیاد پر موٹے موٹے سنگین پیل پائے قائم کر کے تعمیر کئے ہیں۔ اور ہر پیل پائے کے درمیان میں روشن دان بنائے ہیں۔ قبہ کے دور میں بھی چاروں طرف روشن دان ہیں یوں دیکھنے میں تو ایک ہی قبہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر دراصل ایک قبہ دوسرے کے جوف میں بنایا ہے۔ اس لئے ہم نے انھیں دو قبے لکھا ہے۔ اوپر کی جانب سے صرف قبہ رصاصیہ نظر آتا ہے۔ سب سے نئی یہ بات ہے کہ ان قبوں کے اندر نہ کہیں مکڑی دیکھی اور نہ کہیں جالا نظر آیا۔ حالانکہ مدت سے انکی صفائی وغیرہ نہیں ہوئی ہے اور نہ کوئی اندر دیکھنے کو جاتا ہے۔ اس قسم کی دوسری عمارتوں میں مکڑی کے جالے کثرت سے موجود ہیں۔

صحیح امر یہ ہے کہ اس تمام عمارت میں مکڑی اور ابابیل کا گزر نہیں ہے۔ غرض اس عمارت کی شان قیاس و وہم سے باہر ہے۔ کہتے ہیں روئے زمین پر اس سے زیادہ

خوش نما عمارت اور اس قبہ سے زیادہ بلند قبہ کوئی نہیں ہے۔ مگر مشہور ہے کہ بیت المقدس کا قبہ اس سے کسی قدر بلند ہے۔ القصہ اس عمارت کا منظر، قطع، وضع اور اس کے عجائبات عمارت کی تفصیل دنیا کے تمام موجودات سے نادر ہے۔

تجہیز وتکفین کا طریقہ

ان شہروں میں جنازہ اٹھانے کا بہت اچھا دستور ہے۔ ہر جنازے کے آگے آگے قاری دردناک اور جاں گداز الحان سے پڑھتے جاتے ہیں۔ انکی قرأت سننے سے آنکھوں سے دریا امنڈ آتے ہیں اور دل سینوں سے نکلے جاتے ہیں۔

ہر جنازہ کی نماز جامع مسجد میں مقصورے کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ جامع مسجد کے دروازے سے قرأت موقوف ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی امام یا خدام جامع مسجد کا جنازہ ہوتا ہے تو اس میں اس قدر امتیاز رکھا ہے کہ مسجد کے اندر بھی نماز کی جگہ تک قرأت ہوتی جاتی ہے اور باب برید کی طرف غربی دالان میں مجلس تعزیت قائم ہوتی ہے۔ آدمی فرداً فرداً آ کے جمع ہوتے ہیں۔ سب کے سامنے قرآن کے پارے رکھے جاتے ہیں اور سب حاضرین قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ معززین شہر میں سے جو لوگ اس مجلس میں شامل ہوتے جاتے ہیں ان کے آنے کے وقت نقیب انکے نام اور لقب جو لفظ "دین" سے منسوب ہیں بآواز بلند لیتے جاتے ہیں مثلاً شمس الدین بدر الدین۔ نجم الدین۔ زین الدین۔ بہاء الدین۔ جمال الدین۔ مجد الدین۔ فخر الدین شرف الدین۔ معین الدین۔ محی الدین۔ زکی الدین۔ نجیب الدین وغیرہ بے شمار القاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کے علماء کے واسطے القاب وخطاب مقرر ہیں۔ مثلاً سید العلماء۔ جمال الائمہ۔ حجۃ الاسلام۔ فخر الشریعہ۔ شرف الملۃ۔ مفتی الفریقین وغیرہ۔ جس کے نام کے ساتھ چاہتے ہیں اسی قسم کے مشکل الفاظ کو منسوب کر دیتے ہیں اور ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے مقام پر بڑے کبر ونخوت سے دامن زمین پر گھسیٹتا ہوا اور شملہ لٹکائے پھرتا ہے۔

غرض کہ جب پورا مجمع ہو جاتا ہے اور قرأت ختم ہو چکتی ہے۔ تب واعظ اپنے

اپنے مرتبے کے موافق باری باری سے پند و نصیحت میں معروف ہوتے ہیں۔ دنیا کی غداری اور آخرت کی یاد پر متنبہ کرتے ہیں اور حسب موقع و محل کچھ اشعار بھی پڑھتے ہیں اس کے بعد مجلس ختم ہوتی ہے۔ میت اور اہل تعزیت کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ پھر بیٹھ کر اپنے طریقے کے موافق کچھ اور پڑھتے ہیں اور اس کے بعد مجمع منتشر ہو جاتا ہے۔

غیر شرعی تعظیم و تکریم

یہاں کے باشندوں میں باہمی برتاؤ اور تعظیم و تکریم کا عجیب طریقہ ہے۔ جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو بجائے سلام علیک کے یہ الفاظ کہتا ہے۔ ''آپ کا خادم یا غلام خدمت میں حاضر ہے'' اس قسم کی فرضی تعظیم و تکریم سے ہر شخص کے ساتھ پیش آتے ہیں اگرچہ بزرگی کا ان کے پاس نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ سلام کرنے کا یہ قاعدہ ہے کہ جیسے کوئی رکوع یا سجدہ کرتا ہے۔ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کی گردنیں کبھی جھکتی ہیں اور کبھی بلند ہوتی ہیں۔ کبھی گھٹتی ہیں اور کبھی آگے بڑھتی ہیں۔ بعض اوقات یہی کیفیت دیر تک رہتی ہے۔ ایک بیٹھتا ہے تو ایک اٹھتا ہے۔ اس اٹھا بیٹھی میں بعض کے عمامے بھی کھسک جاتے ہیں۔ ہم نے اس طرز ملاقات کو عورتوں کی ملاقات کے موافق پایا۔ اور طرز گفتگو کو لونڈیوں کی عاجزی اور فروتنی کی مثل دیکھا۔

غیر اسلامی روش

ان لوگوں پر افسوس ہے کہ اپنی طرز و روش کو کوّے کی چال کی طرح بھلا دیا ہے اور اپنی ذات کو ایسی ذلت میں ڈال کر اپنے باپ دادا کے ناموں کو بٹّا لگایا ہے۔ ذمیوں کا سا ذلیل طریقہ اختیار کیا ہے جس کی ممانعت شرع شریف میں موجود ہے۔

غرض کہ اس قوم کی طرز باطل عجیب ڈھنگ کی ہے۔ پس آپس کے برتاؤ کا یہ حال ہے تو اپنے سلاطین سے کس طرح کا برتاؤ اور ان سے کس طور پر خطاب کرتے ہوں گے۔ گویا ان کے نزدیک رئیس و رعایا سب برابر ہیں اور ان کے سامنے سر اور دم میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا جس شخص کو دیکھو دونوں ہاتھ

پس پشت رکھے ہوئے نخوت کے ساتھ چلا جاتا ہے اور اسی مغرورانہ حالت میں سلام کے واسطے بھی جھک جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک خصوصیت اور شرافت کی یہی روش ہے۔ مگر دیکھنے میں تو یہی معلوم ہوتا ہے گویا مشکیں جکڑی ہوئی ہیں۔ ان کو گمان ہے کہ اس طرز و رفتار میں جسم کو آسائش اور اعضاء کو راحت ہوتی ہے۔

مصافحہ کی رسم

معززین قوم کی یہ حالت ہے کہ ان کے بالشت بالشت بھر دامن زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں اور پس پشت دونوں ہاتھ باہم منعقد ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ اس وبال سے محفوظ رکھے۔ لیکن مصافحہ کی رسم ان لوگوں میں بہت عمدہ ہے۔ جس سے ان کے ایمان کی تجدید اور بداعمالی کا کفارہ ہو جاتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے مصافحہ کے فضائل ثابت ہیں اور یہ لوگ ہر نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرتے ہیں۔ خصوصاً نماز صبح اور عصر کے بعد دعا سے فارغ ہوتے ہی مصافحہ کے واسطے امام کے گرد جمع ہوتے ہیں اور باہم بھی اپنے قریب کے آدمیوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر مہینے میں چاند دیکھنے کے بعد باہم مصافحہ کرتے ہیں مبارک باد اور دعائیں دیتے ہیں۔ ان لوگوں میں البتہ یہ رسم محبت اور اخلاص کی ہے اللہ تعالےٰ اس اخلاص کی انھیں جزا عطا کرے۔

سلطان صلاح الدین کی سیرت

ان ممالک کے سلطان صلاح الدین ابی المظفر بن ایوب کی حسن سیرت اعمال خیر اور عزم جہاد کے حالات اس کتاب میں پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے اسے سبب رحمت اور کرامت بنایا ہے۔ اس لئے کہ اس شہر کے آگے اہل اسلام کی کوئی آبادی نہیں ہے اور شام کا بہت سا حصہ فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہے اس بادشاہ کو رات دن سوائے جہاد کفار اور ترقی اسلام کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اس کی کوئی ساعت راحت سے بسر نہیں ہوتی۔ اس کا اکثر وقت گھوڑے کی پیٹھ پر ہی گزرتا ہے۔ ہمیں اس شہر میں داخل ہونے دو مہینے ہوئے جب سے اس نے قلعہ کرک پر چڑھائی کی ہے اور اب تک اس کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے

فتح یاب کرے۔

علمائے شہر کی ایک مجلس میں ہمارے سامنے بزرگان شہر میں سے ایک عالم نے جو اس بادشاہ کے حاضرین بارگاہ میں سے ہے اس کے مناقب میں سے یہ تین باتیں بیان کیں کہ ایک بار بادشاہ نے کسی مجرم کی خطا معاف کرکے یہ الفاظ کہے۔

"مجھے خطا میں عفو کرنا عقوبت کی راستی سے بہتر معلوم ہوتا ہے"

یہ عادت گویا خصائل احنف[1] میں سے ہے۔ ایک مرتبہ اس کے سامنے اصحاب کرام کی تعریف میں کچھ اشعار پڑھے گئے۔ اور سلاطین جواد کا ذکر بسبیل حکایت ہونے لگا اس وقت اس نے کہا۔

"اگر میں اہل حاجت کو تمام دنیا دے سکوں تب بھی کافی نہ جانوں اور اگر صاحب سوال کو اپنا کل خزانہ بخش دوں تب بھی اس کے سوال کی ندامت کے معاوضہ سے کم سمجھوں"

یہ ہمت بالکل خصائل رشید[2] اور جعفر[3] کی نظیر ہے۔

ایک روز اس کے سامنے کسی معزز غلام نے ایک ساربان کی شکایت کی۔ اس ساربان نے یا تو کوئی عیب دار اونٹ اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا یا اس کے اونٹ کو عیب لگاکر پھیر دیا تھا۔ سلطان نے اس غلام سے کہا۔

"عنقریب میں تیرے اور سب مسلمانوں کے واسطے قاضی مقرر کروں گا جو شرع شریف کے موافق احکام جاری کرے حکم شرع سب خاص و عام کے واسطے یکساں ہے اور اس کے امر و نہی کی تعمیل واجب ہے۔ میں شرع کا غلام اور اس کے محکمہ کا پیادہ ہوں۔ وہ قاضی

---

[1] حضرت احنف بن قیس مشہور تابعی ہیں اور ان کا حلم ضرب المثل ہے۔

[2] ہارون الرشید خلیفہ بغداد۔

[3] جعفر برمکی۔

تیرے مخالف یا موافق جو کچھ فیصلہ کرے گا اس کی تعمیل واجب ہوگی"
یہ سراسر عدل نبوی ہے ۔ یہ چند کلمے اس کے افتخار اور اعتبار کے واسطے کافی ہیں ۔ اللہ تعالےٰ اسکی بقائے دولت کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کو نفع پہنچائے ۔

جمادی الآخر ۵۸۰ھ

۹ ستمبر کو اتوار کی شب میں چاند دیکھا ۔ ہم ہنوز دمشق میں مقیم ہیں ۔ اور عکہ کے سفر کا بندوبست کر رہے ہیں ۔ دریائی سفر کے واسطے نصرانی تاجروں سے ان کی کشتیوں پر سوار ہونے کی گفتگو ہو رہی ہے ۔ یہ کشتیاں آج کل فصل خریف کے سفر کے واسطے تیار ہیں اور وہ لوگ اس فصل کو صلیبیہ کہتے ہیں ۔

دمشق سے روانگی

۵ جمادی الآخر کو (۱۳ ستمبر) جمعرات کے دن ہم ایک بڑے قافلہ کے ساتھ دمشق سے عکہ کی جانب روانہ ہوئے ۔ اس زمانہ میں کہ سلطان صلاح الدین قلعہ کرک کو محاصرہ کئے ہوئے ہے ۔ مسلمانوں کے قافلے نصرانیوں کی آبادیوں میں جاتے ہیں اور فرانسیسیوں کے قیدی مسلمانوں کے شہروں میں آتے جاتے ہیں اور یہ بات سیاست کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے ۔

نابلس کی تسخیر اس محاصرہ کے زمانے میں اہل فرانس کے بہت سے گروہ چاروں طرف سے جمع ہوئے ۔ اور یہ ارادہ کیا کہ اہل اسلام کے لشکر سے آگے بڑھ کر دریا کی جانب قبضہ کر لیں اور مسلمانوں کی آبادیوں کی طرف سے رسد کا راستہ بند کر دیں ۔
اس ارادہ کو پختہ کر کے قلعہ سے نکل کر بے راہ جنگلوں میں ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر سے آگے بڑھ گئے ۔ اس راہ میں ان کے بہت سے مویشی تباہ ہوئے ۔

پھر وہاں سے قلعہ کرک کا رخ کیا اور دریا کی جانب قبضہ کر کے بلاد اسلام کے راستے بند کر دیئے۔ اب مسلمانوں کو بجز صحرائی راستے کے جو قلعہ کے دوسری جانب ہے کوئی اور مفر نہ تھا۔ صلاح الدین نے چند روز ان کے ممالک میں بسر کئے اور وقت فرصت کا منتظر رہا جب موقع ملا ایک راستہ سے ہو کر نابلوس (نابلس) پر چڑھائی کی۔ وہاں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور سب باشندگان کو قید کر لیا۔ اس شہر کے متعلق جس قدر علاقے اور قلعے تھے کل مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور اس قدر مال گھوڑے، مویشی۔ اسباب اور نقدی وغیرہ غنیمت میں ملا جس کا حساب تحریر سے باہر ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار اور بے تعداد قیدی ہاتھ آئے۔ ان میں بہت سے یہود سمرہ نامی فرقہ کے جو سامری سے منسوب ہے قید ہوئے اور بہت جلد قتل کر دیئے گئے۔ اس بادشاہ کی یہ عادت ہے کہ اہل اسلام کو جس قدر مال غنیمت ملتا ہے سب انھیں معاف کر دیتا ہے۔ اس لئے اہل فوج نے اس قدر مال و اسباب جمع کیا کہ ہر ایک شخص متمول ہو گیا۔ اور بہت سے مسلمان قیدی کفار کے ہاتھوں سے رہا کرائے۔ پھر ممالک فرانس اور آبوا کی راہ سے لشکر اسلام نصرت اور فتح کے ساتھ واپس آیا۔ یہ لڑائی ایسی شان کی تھی جس کی مثال کبھی نہیں سنی گئی اس جنگ سے واپس آتے ہوئے لوگ ہمیں راہ میں ملے ان کے ساتھ سامان غنیمت مویشی وغیرہ بکثرت تھا اور قیدیوں کی تو کچھ انتہا نہ تھی۔ ہفتہ کے روز ہماری روانگی کے بعد سلطان دمشق میں داخل ہوا کہتے ہیں سلطان کا مصمم ارادہ عنقریب لشکر جمع کر کے قلعہ کرک پر دوبارہ چڑھائی کا ہے۔ اللہ تعالےٰ اب کی بار اسے فتحیاب کرے۔

شجرۃ المیزان

قصہ کوتاہ ہمارا قافلہ دمشق سے روانہ ہو کر جمعہ کی شب میں داریّہ میں رہا۔ یہ جگہ دمشق سے تین میل کے قریب ہے۔ یہاں سے صبح کو چل کر بیت جن میں پہنچے۔ یہ جگہ پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہے۔ اس مقام سے ہفتہ کی صبح کو شہر بانیاس کی جانب قافلہ کا رخ

ہوا۔ راہ میں ایک بہت بڑا اور موٹی جڑ کا بلوط کا درخت ملا اس درخت کو شجرۃ المیزان کہتے ہیں۔ اس کی کیفیت بھی عجیب وغریب ہے۔ کہتے ہیں یہ درخت لٹیروں کے واسطے ایک حد معین ہے اگر کوئی شخص انھیں اس درخت سے بلاد اسلامیہ کی طرف ایک بالشت بھی آگے ملتا ہے تو اس کو لوٹتے اور قید کر لیتے ہیں اور اگر فرانس کی عملداری کی طرف ملتا ہے تو راہ چھوڑ دیتے ہیں اور ہر طرح کی امن دیتے ہیں۔ اس قوم کا یہ ایک عجیب معاہدہ ہے جس کے ایفا میں وہ دریغ نہیں کرتے۔

باب ۱۲

مراجعت اندلس

شہر بانیاس بلاد اسلام میں یہ شہر کفار کی سرحد پر واقع ہے۔ ایک چھوٹی سی بستی ہے اس میں قلعہ بھی ہے۔ قلعہ کی چار دیواری کے گرد نہر جاری ہے۔ یہی نہر شہر کے دروازہ میں ہو کر آبادی کے اندر گئی ہے اور اس کا پانی ایک پن چکی کے نیچے جاکر گرتا ہے۔ پہلے یہ شہر فرانس کے قبضہ میں تھا۔ نورالدین نے اسے چھین لیا۔ اس شہر کے متعلق قلعۂ ہونین تک جو فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہے عمدہ زراعت ہوتی ہے۔ یہاں سے اس قلعہ کا فاصلہ نو میل کے قریب ہے اور اس قلعہ کو حد المقاسمہ کہتے ہیں۔ زراعت کے انتظام پر اہل اسلام اور نصارا دونوں کی جانب سے عامل مقرر ہیں۔ فصل کی تیاری کے وقت دونوں فریق آپس میں آدھا آدھا غلہ بانٹ لیتے ہیں اور چین و تردد کے لئے دونوں کے مویشی مخلوط ہیں مگر دونوں فریق میں کبھی نزاع نہیں ہوتی۔

مسیّہ یہاں سے سہ پہر کے وقت ہمارے قافلے کا کوچ ہوا شب کو موضع مسیّہ میں فرانس کے قلعہ کے قریب قیام کیا۔ صبح کو اتوار کے روز یہاں سے روانہ ہوئے۔ راہ میں قلعہ ہونیں اور تبنین کے درمیان ایک میدان میں آس (رند) کے درختوں کی جھاڑی

ملی۔ اس جھاڑی میں خندق کی طرح کے گہرے گہرے غار ہیں اور کنارے آسمان سے باتیں، کرتے ہیں۔ اگر ان غاروں میں ایک لشکر چھپ رہے تو پتہ نہ چلے اس جھاڑی کا نام اسطیل ہے اس جنگل کے راہ گیر کو اگر کوئی گھیرے تو کسی طرف کو مجال گریز نہیں ہے ان غاروں میں اترنے چڑھنے سے پہاڑوں کے اتار چڑھاؤ کا مزہ آتا ہے۔ اس زمین کی ہیبت دیکھ کر بہت تعجب ہوتا ہے۔

قلعہ تبنین

اس جنگل کو طے کر کے قلعہ تبنین میں پہنچے۔ فرانسیسوں کے قلعہ میں یہ بڑا قلعہ ہے۔ یہاں قافلے والوں سے محصول لیا جاتا ہے اسی بستی کی حاکمہ کو ملکہ کہتے ہیں یہ ملکہ والیٔ عکہ کی ماں ہے۔ شب کو ہمارا قافلہ اس قلعہ کے نیچے مقیم رہا۔ اکثر لوگوں سے محصول لیا گیا ہر شخص سے ایک دینار صوریہ اور ایک قیراط محصول وصول کیا۔ تاجروں سے کوئی مواخذہ نہ ہوا اس لئے کہ دارالحکومت کو جانے والے ہیں ان سے وہاں محصول لیا جائے گا۔ وہاں کا محصول ایک قیراط ہے اور چوبیس قیراط کا ایک دینار ہوتا ہے اس جگہ جن لوگوں سے محصول لیا گیا وہ اکثر اہل مغرب ہیں ان لوگوں پر زیادہ محصول مقرر ہونے کی خاص وجہ ہے۔ کہتے ہیں سلطان نورالدین کے ساتھ مغرب کے بہادروں کی ایک جماعت فرانسیسیوں کے ایک قلعہ پر لڑی تھی اور وہاں سے انھیں بہت مال ملا تھا اس عناد کی وجہ سے اہل فرانس نے ان پر زیادہ محصول مقرر کر دیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ ان بستیوں میں برابر آتے جاتے تھے اور کسی قسم کا تعرض نہیں ہوتا تھا اہل مغرب کو اس نسبت کے ساتھ ایک دینار ادا کرنا کچھ بھی ناگوار نہیں ہے جو ان کے دشمنوں کی ذلت و خواری پر شاہد ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے ان کا ذکر خیر باقی ہے۔

تبنین سے روانگی

پیر کی صبح کو مقام تبنین سے ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ راہ میں زراعت اور آبادیاں قریب قریب ملتی ہیں ان بستیوں کے باشندے بالکل مسلمان ہیں۔ یہ لوگ اہل فرانس کے ساتھ معاشرت میں خوش ہیں اللہ تعالےٰ اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ غلہ کی تیاری کے وقت نصف فرانسیسیوں کو دیتے ہیں اور ہر شخص پر ایک دینار اور پانچ قیراط محصول مقرر ہے اسی طرح میوہ جات پر بھی تھوڑا سا محصول معین ہے۔ اپنے اپنے مکانات پر خود قابض ہیں اس کے سوا ان کے معاملات

ہیں اور کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاتا۔ شام کے ساحل پر جس قدر آبادیاں ہیں ان سب کا یہی حال ہے۔ تمام دیہات مسلمانوں سے آباد ہیں اور وہ اپنی معاشرت میں خوش حال ہیں یہ فتنہ لوگوں کے دلوں میں فساد پیدا کرتا ہے۔ جب دوسرے مسلمان اپنے بھائیوں کو اہل فرانس کی اطاعت اور ملازمت میں آسودہ حال دیکھتے ہیں تو اپنے اسلامی حاکموں کی شکایت اور اپنے دشمنوں کے فضائل کی تعریف کرتے ہیں اور ان کے عدل وانصاف سے خوش ہوتے ہیں۔ اہل اسلام کے واسطے یہ سخت مصیبت اور وبال ہے۔ اس کی اصلاح اللہ تعالےٰ کے ہاتھ ہے اور اس کا یہ حکم ہماری تسلی کے واسطے کافی ہے۔

"ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء وتھدی من تشاء"

(یہ سب تیرے کرشمے ہیں۔ ان کرشموں سے جس کو تو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے) سورۂ اعراف آیت ۱۵۵)

عکہ کے مضافات میں قیام

آج ہمارے قافلہ نے عکہ کے مضافات میں سے ایک جگہ قیام کیا۔ یہاں سے عکہ تین میل کے فاصلہ پر ہے یہاں کا عامل فرانس کی طرف سے ایک مسلمان ہے اس نے تمام قافلہ کی دعوت کی۔ سب کو اپنے مکان پر لے جاکر طرح طرح کے کھانے کھلائے اور تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہم بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ رات کو اسی مقام پر رہے۔

عکہ میں قیام

صبح کو منگل کے دن دس تاریخ (۱۸ ستمبر) یہاں سے روانہ ہو کر عکہ میں پہنچے۔ سب قافلے کے آدمی ایک جگہ اہل دفتر کے سامنے پیش کیے گئے یہ مقام بطور سرائے کے قافلوں کی فرودگاہ ہے۔ اس کے دروازے کے سامنے چبوتروں پر فرش کئے ہوئے محرر بیٹھے تھے انکی آبنوسی دواتیں اور ان پر خوبصورت نقش ونگار تھے۔ محرر گو نفرانی ہیں مگر تحریر وتقریر عربی زبان میں کرتے ہیں ان محرروں کا سردار مالک دیوان کے لفظ سے ملقب ہے۔ اہل لشکر کے سوا کل معززین کا یہی لقب ہوتا ہے۔ اہل قافلہ سے جو کچھ وصول ہوتا ہے وہ صاحب دیوان کے پاس جمع ہوتا ہے

اس شخص سے مالی ضمانت معقول تعداد کی لی جاتی ہے۔ تاجروں کا سامان اس سرائے کے مکانوں میں رکھا گیا ہے اور ہر ایک شخص کو بلا کر تحقیق کی گئی ہے کہ شاید مال وغیرہ چھپا نہ لیا ہو۔ پھر ان کو اجازت ہو گئی کہ جہاں چاہیں قیام کریں۔ مگر یہ سب باتیں نرمی اور محبت سے ہوئیں سختی اور رعونت سے کوئی بات نہیں کی گئی۔ ہم نے دریا کے سامنے ایک مکان نصرانی عورت سے کرایہ پر لے کر قیام کیا۔

شہر عکہ[۱] فرانسیسیوں کے مقبوضات شام کا یہ شہر دارالحکومت ہے اور کشتیوں کی لنگرگاہ ہے مسلمان اور نصرانی تاجروں کے ملنے کا مقام اور ہر طرف کو روانہ ہونے والے جہازوں کا بندر ہے۔ عظمت وشان میں قسطنطنیہ کا مشابہ ہے کوچہ وبازار آدمیوں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ آدمیوں کی کثرت سے پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں ملتی چاروں طرف کفر وطغیان کی شدت ہے صلیب اور خنازیر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ غلاظت اور بدبو کی یہ کثرت ہے گویا تمام شہر گندگی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ شہر پہلے اہل اسلام کے قبضہ میں تھا مگر چھٹی صدی (ہجری) کے عشرۂ اول میں حکومتِ اسلامی سے نکل گیا۔ تمام مسجدیں گرجا اور خانقاہیں ناقوس نوازوں کا مسکن بن گئیں۔ البتہ جامع مسجد میں تھوڑی سی جگہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہنوز باقی ہے اسی میں چھوٹی سی مسجد بنالی ہے اور کچھ غریب لوگ نماز کے واسطے جمع ہوتے ہیں۔

مزار حضرت صالح اس مسجد کی محراب کے پاس حضرت صالح علیہ السلام کی قبر مبارک ہے اسی تربتِ پاک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو اہل ضلالت کے تصرف سے محفوظ رکھا ہے۔ اس آبادی کے شرق کی جانب ایک چشمہ ہے جس کو عین البقر کہتے ہیں یہ وہ چشمہ ہے جس میں سے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے بیل نکالا تھا۔ چشمہ میں اترنے کے واسطے چوڑی چوڑی سیڑھیاں

---

[۱] اس کے بعد جلد ہی مسلمانوں نے عکہ کو فتح کر لیا اور صلیبیوں کی یہ مضبوط چھاؤنی انکے ظالم پنجوں سے نکل گئی۔

ہیں۔ یہاں ایک مسجد بھی تھی مگر اب صرف اس کی محراب باقی ہے اور وہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اہل فرانس نے اس کے شرق میں ایک اور محراب اپنے واسطے بنائی ہے اس جگہ اہل اسلام اور اہل کفر دونوں جمع ہوتے ہیں۔ چشمہ تو نصرانیوں کی حفاظت اور نگرانی میں ہے مگر صرف یہ محراب اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے قبضہ میں باقی رکھی ہے۔

عکہ سے روانگی

یہاں ہم نے دو روز قیام کیا۔ یہاں سے ۱۲ر تاریخ (۲۰ر ستمبر) جمعرات کے روز خشکی کی راہ سے صور کی جانب روانہ ہوئے۔ راہ میں زآب نامی ایک بڑا قلعہ ملا اس قلعہ کے متعلق بہت سے گاؤں اور آبادیاں ہیں اس کے بعد اسکندرونہ میں ہوتے ہوئے شام کے وقت صور میں پہنچے۔ عکہ سے یہاں تک تیس میل کا فاصلہ ہے۔ ہم نے سنا تھا کہ یہاں سے ایک جہاز جایہ کو جانے والا تیار ہے اس پر سوار ہونے کے قصد سے یہاں آئے اور ایک سرائے میں جو مسلمانوں کے واسطے مخصوص ہے مقیم ہوئے۔

شہر صور

استحکام اور استواری میں یہ شہر ضرب المثل ہے۔ دشمن کی فتحیابی محالات سے ہے اہل فرانس نے اس کو اپنی جائے پناہ مقرر کیا ہے۔ حوادثات زمانے سے امین رہنے کا مقام ہے بہ نسبت عکہ کے کوچہ و بازار صاف اور ستھرے اور مکانات وسیع اور کشادہ ہیں۔ باشندگان شہر بھی کفر و طغیان میں اہل عکہ کی نسبت نرم ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں چونکہ عکہ کے کافر مسلمانوں کے حق میں سخت اور شدید ہیں۔ اس لئے یہاں کے اہل اسلام بہ نسبت عکہ کے خوش حال اور مطمئن ہیں اس شہر کا استحکام عجیب ترکیب پر واقع ہوا ہے آبادی کے تین طرف دریا اور ایک طرف خشکی ہے۔ شہر میں داخل ہونے کے واسطے دو دروازے ہیں ایک خشکی کی طرف اور دوسرا دریا کی طرف۔ خشکی کے جانب دروازے میں داخل ہونے کے وقت تین یا چار دروازے طے کرنا پڑتے ہیں اور ہر دروازے کے سامنے ایک ایک مستحکم دیوار بطور گھونگٹ کے بنی ہوئی ہے۔ دریا کی طرف کے دروازے میں دو مضبوط برجوں کے درمیان میں سے ہو کر اندر جانے کی راہ ہے۔

بندرگاہ

برج بندرگاہ کی طرف ہیں اور ان کے بیچ میں ایک مستحکم زنجیر پڑی رہتی ہے جس سے جہاز کی آمدورفت بند ہو جاتی ہے شہر کے تین طرف پختہ دیوار ہے اور دریا کی جانب کی دیوار ڈاٹ لگا کر پانی کی سطح سے اونچی بنا دی ہے دیوار کے نیچے سے جہاز اندر داخل ہوتے ہیں اور حصار کے اندر لنگر گاہ ہے۔ اس دروازے پر نگہبان اور امین مقرر ہیں بغیر ان کی اجازت کے کوئی جہاز نہ داخل ہو سکتا ہے اور نہ نکل سکتا ہے۔ جب وہ اجازت دیتے ہیں زنجیر علیحدہ کر لی جاتی ہے۔ اور جہاز کے گذرنے کے بعد پھر بدستور ڈال دیتے ہیں۔ ممکن ہی نہیں کہ بغیر زنجیر علیحدہ کئے ہوئے کوئی جہاز نکل جائے۔ غرض کہ اس بندرگاہ کی قطع وضع عجیب وغریب ہے اگرچہ عکہ کی بندرگاہ بھی اسی صورت پر بنی ہوئی ہے مگر اس میں بڑی کشتیاں داخل نہیں ہو سکتیں۔ صرف چھوٹی کشتیاں اندر جاتی ہیں اور بڑی باہر کھڑی ہوتی ہیں یہ بندر اس سے خوبصورت، خوش قطع اور کامل صنعت سے بنایا ہے۔ یہاں ہم نے گیارہ روز قیام کیا۔ جمعرات کے روز یہاں پہنچے اور اتوار کے دن ۲۲ر تاریخ کو (۳۰ر ستمبر) یہاں سے روانہ ہوئے۔ جس جہاز پر ہمارا سوار ہونے کا ارادہ تھا اس میں جگہ باقی نہ رہی اس لئے واپسی کا قصد کیا۔

ایک برات کا منظر

چلتے وقت بندرگاہ کے قریب ہم نے ایک برات کے تکلفات دیکھے جس کا بیان لطف سے خالی نہیں ہے۔ اس برات کے دن تمام نصرانی زن ومرد دلہن کے گھر جمع ہوئے اور سامان کی کشتیاں اس کے دروازے کے آگے آراستہ کیں۔ ہر قسم کے باجے اور آلات لہو ولعب بجتے رہے اس عرصہ میں دلہن بڑے ناز وانداز کے ساتھ باہر آئی۔ اس کے عزیزوں میں سے داہنے اور بائیں دو آدمی اس کو تھامے تھے۔ لباس نہایت قیمتی اور زرنگار تھا ان کے رسم کے موافق لباس کے دامن بہت دراز تھے اور ہر طرف سے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے بھاری زرکار سر بند کے گرد زریں جالی دار حاشیہ تھا اسی طرح گردن بند بھی زری سے پر تھا دلہن لباس اور زیور سے آراستہ بڑے ناز اور تبختر سے قدم اٹھاتی تھی۔ آہستہ خرامی میں مست

کبوتر یا ابر گراں بار کے انداز معلوم ہوتے تھے آگے آگے اکابرانِ نصاریٰ کی جماعت تھی پیچھے پیچھے عزیز و اقارب عورتوں کا ہجوم تھا ان کے لباس بھی خوبصورت اور دراز دامن تھے۔ سب کے دامن پیچھے سے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ عورتیں اپنے لباس اور زیور کے غرور میں بڑی تمکنت اور نزاکت سے قدم اٹھاتی تھیں۔ اس مجمع کے آگے ہر قسم کے آلات لہو ولعب اور باجے بجتے جاتے تھے۔ تماشائی نصاریٰ اور مسلمان راستہ کے دونوں طرف صفیں باندھے کھڑے تھے اور اس خرافات کا تماشا دیکھ رہے تھے اور کسی کو یہ امر عجیب اور مکروہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہمیں بھی اتفاق سے یہ تماشہ دیکھنا پڑا۔ اللہ تعالےٰ اس منظر کے فساد سے محفوظ رکھے غرض کہ یہ مجمع دولہا کے مکان پر پہنچا اور وہاں ان سب کی مہمانی ہوئی۔

مسلمانوں کی زبوں حالی

یہ تماشہ دیکھ کر ہم دریا کی راہ سے عکہ کو واپس آئے پیر کی صبح کو عکہ میں داخل ہوئے یہاں ایک جہاز جزیرہ صقلیہ کے مقام مسینہ کو جانے والا ملا اس میں سوار ہونے کے واسطے ہم نے کرایہ ادا کیا اللہ تعالےٰ اس سفر میں آسانی اور عافیت فرمائے۔ اگر کوئی شخص باوجود وسعت بلاد اسلام اس کفرستان کو اپنا رہ گذر بنائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ کوئی عذر پیش نہیں کرسکتا۔ ان بستیوں کی فضیحت اور خرابی دیکھ کر طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ سب سے اہم یہ امر ہے کہ یہاں کے عوام کی زبانی مقدس اور مطہر اصحاب کے ذکر بے حرمتی کے ساتھ سننے میں آتے ہیں۔ دوسرے مسلمان قیدیوں کو پابجولاں محنت ومشقت میں مبتلا دیکھنا پڑتا ہے اسی طرح مسلمان عورتیں بازاروں میں مقید پھرتی ہیں اور بجائے خلخال کے پاؤں میں لوہے کی زنجیریں ہوتی ہیں۔ انکی اس حالت کو دیکھ کر دل پھٹتا ہے مگر کسی طرح کی غم خواری کی قدرت نہیں ہوتی۔ تیسرے خود اپنی حالت اس قوم کے سامنے بڑی ذلت اور خواری کی ہوتی ہے۔ چوتھے ہر قسم کے محرمات اور نجاستوں سے پالا پڑتا ہے اور خنازیر کے ساتھ صحبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس لغزش کو جو ہم سے ناواقفی میں سرزد ہوئی ہے معاف فرمائے۔ ہم سے سوائے ندامت اور پشیمانی کے اس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا۔

وہی ہمارے سب امور کا معین اور کفیل ہے۔

صور کی مسلم آبادی شہر صور کے قیام کے زمانے میں ہم ایک مسجد میں اکثر اٹھا بیٹھا کرتے تھے یہ مسجد اور چند اور مسجدیں۔ ہنوز مسلمانوں کے قبضہ میں باقی ہیں اس مسجد میں ہم نے ایک شریف مسلمان کی زبانی سنا کہ یہ شہر ۵۱۸ھ میں فرانس کے قبضہ میں آیا ہے اور اس سے پہلے عکہ ۵۱۲ھ میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکل چکا تھا۔ شہر صور بڑے سخت محاصرہ کے بعد فتح ہوا بھوک پیاس سے جب لوگ مرنے لگے اور مسلمانوں پر نہایت نازک وقت آگیا تو اکثر کی شدت غیرت کی وجہ سے یہ رائے ہوئی کہ اپنے اہل وعیال کو جامع مسجد میں جمع کر کے قتل کر دیں تاکہ دشمن کے تصرف میں نہ آئیں اور پھر باہر نکل کر دشمن کی فوج پر حملہ کر کے لڑتے لڑتے مرجائیں۔ مگر اس ارادہ سے علما اور اہل تقویٰ نے باز رکھا آخر یہ رائے قرار پائی کہ شہر دشمن کے حوالے کر دیں اور خود مع اہل وعیال مسلمانوں کی آبادیوں میں چلے جائیں۔ چنانچہ صلح کے بعد شہر خالی کر کے جلا وطنی اختیار کی مگر جن لوگوں کو حب الوطنی نے ترک وطن کی اجازت نہ دی وہ واپس آئے اور امن کے بعد ان کے ساتھ معاہدہ کی شرطیں تجویز ہو کر لکھی گئیں۔ مشیت الٰہی سب پر غالب ہے جو اسے منظور ہوتا ہے اپنی مخلوق پر جاری فرماتا ہے۔

مسلم قیدیوں کی رہائی فرانس کے قیدیوں میں مغرب کے لوگ بہت ہیں چونکہ وہ اپنے ملک سے بہت دور ہیں اس لئے ان کی رہائی کا معاون سوائے خدائے کریم کے اور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ سامان کر دیا ہے کہ اس نواح کے مسلمانوں میں سے جب کوئی شخص کسی کار خیر کے واسطے کچھ مال علیحدہ کرتا ہے تو مغرب کے قیدیوں کی رہائی کے واسطے بھی ضرور وصیت کرتا ہے اس ملک کے حکام امرا اور خواتین صاحب دولت اس کام میں بہت کچھ صرف کرتے ہیں ایک مرتبہ نورالدین کسی مرض سے علیل ہوا اس نے اس کار خیر کے واسطے بارہ ہزار دینار کی نذر مانی صحت کے بعد یہ رقم مغربی قیدیوں کے فدیہ میں فرانسیسیوں کو بھیج دی گئی وہاں سے جو قیدی رہا ہو کر آئے ان میں کچھ لوگ حماۃ کے رہنے والے تھے حماۃ خاص نورالدین

کی عمل داری میں ہے۔ اس نے اہل حماۃ کو واپس کر دیا اور کہلا بھیجا "ان کے بدلے میں بھی مغربی بھیجے جائیں اس لئے کہ ان کے عزیز قریب اور ہمسائے انکی رہائی کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن اہل مغرب کا کوئی غمخوار یہاں نہیں ہے" ان لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔

نصر بن قوام و ابی الدر کا کار خیر

اس کے سوا اللہ تعالیٰ نے دو نہایت دولت مند سوداگر دمشق میں پیدا کر دیئے ہیں ایک کا نام نصر بن قوام ہے اور دوسرے کو ابی الدر یاقوت کہتے ہیں۔ فرانسیسیوں کی عمل داری میں اس ساحل پر دونوں کی بکثرت تجارت ہوتی ہے۔ اس نواح میں جا بجا ان کے گماشتے رہتے ہیں کوئی قافلہ آنے جانے والا ایسا نہیں ہوتا جس میں ان کا مال نہ ہو غرض کہ انکی دولت مندی بدرجہ کمال ہے اور انکی قدر و منزلت امرائے مسلمان اور فرانس دونوں میں بہت بڑھی ہوئی ہے ان دونوں شخصوں کو مغربی قیدیونکی رہائی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے اس کار خیر میں اپنا مال بھی صرف کرتے ہیں اور سعی و کوشش میں بھی کوئی بات نہیں اٹھا رکھتے۔ انکی نیک نیتی اور امانت داری کی شہرت کی وجہ سے جو شخص اس کار خیر کے واسطے وصیت کرتا ہے وہ مال انھیں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ غرض کہ ہر ایک مغربی قیدی انھیں کی معرفت رہا ہوتا ہے۔ مدت سے یہ لوگ اسی خدمت میں مصروف ہیں اپنا مال صرف کرتے ہیں اور بندگان خدا کو دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات دلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حسن عمل کی انھیں جزائے وافی عطا فرمائے۔

ابی الدر کے ملازم کا ارتداد

اسی زمانہ میں ایک مکروہ حادثہ پیش آیا اللہ تعالیٰ نے ایسی خرابیوں سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھے دمشق سے عکہ کو آتے ہوئے ایک مغربی شخص علاقہ بجایہ کے مقام بونہ کا رہنے والا ہمارا ہم سفر تھا۔ یہ شخص ایک مدت تک فرانس کی قید میں رہا۔ آخر کار ابی الدر تاجر نے اس کو رہا کرا کے اپنے ملازموں میں رکھ لیا۔ وہ قافلہ کے ساتھ عکہ کو آیا اور ایک نصرانی کی صحبت میں اس نے بہت سے مراسم نصرانیوں کے اختیار کر لئے۔ وہ نصرانی شیطان اس

کو اکثر اپنے مذہب کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ جس زمانے میں ہم صور کو گئے اس وقت یہ مغربی اپنے ہم صحبت کے فریب میں پھنس کر نصرانی ہو گیا۔ عکہ کو واپس آکر ہم نے اس کو دیکھا کہ اس نے اپنے دوست کے ساتھ زنار پہنا اور دوزخ کا مستحق ہوا۔ اللہ تعالےٰ دین و دنیا میں سب مسلمانوں کو کلمہ حق پر ثابت قدم رکھے اور ملت حنیف پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔

والیٔ عکہ

والیٔ عکہ جذام کے مرض کے باعث باہر نہیں نکلتا ہے۔ خداوند کریم نے اس کو بچپنے سے عذاب دُنیوی میں مبتلا کر رکھا ہے اور عذاب آخرت اس سے بہت سخت ہے اس کا ماموں قومس بطور قائم مقام کاروبار کرتا ہے اور تمام محاصل و خراج پر اسی کا اختیار ہے۔ یہ شخص اس قوم میں بہت معزز اور ممتاز مانا جاتا ہے اس کو قومس والے طرابلس اور طبریہ کہتے ہیں اس نے حکومت اور ملک داری کی تعلیم پائی ہے اہل فرانس کے نزدیک اس کی بڑی قدر و منزلت ہے مکاری اور فتنہ پردازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا نورالدین کی حکومت کے زمانے میں یہ شخص بارہ برس سے زیادہ مسلمانوں کی قید میں رہا۔ صلاح الدین کے عہد سلطنت میں بہت سا فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اسے صلاح الدین کی غلامی اور اس کے ہاتھوں کا اقرار ہے۔

بحیرۂ طبریہ

دمشق کو جانے والے قافلے راہ کی آسانی کے باعث اکثر طبریہ کے جنگل میں سے جاتے ہیں تبنین کی راہ کسی قدر دشوار ہے۔ چونکہ سیدھی اور کم مسافت ہے اس واسطے خچر وغیرہ کے قافلے تبنین ہو کر جاتے ہیں۔ بحرۂ طبریہ ایک مشہور دریا ہے۔ پانی شیریں اور خوشگوار ہے چوڑائی تین چار میل اور طول چھ میل کے قریب مشہور ہے اگرچہ اس باب میں مختلف اقوال ہیں لیکن یہ تعداد قرین صحت معلوم ہوتی ہے۔ ہم نے اس بحیرہ کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں بادیۂ طبریہ میں بہت سے انبیا مثل شعیب۔ سلیمان۔ یہود۔ روبیل اور زوجہ موسیٰ علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ جبل طور اس بحیرہ سے بہت قریب ہے۔ عکہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تین دن کی راہ ہے اور دمشق سے پورا آٹھ منزل ہے۔ عکہ سے بیت المقدس مغرب اور قبلہ کے گوشے میں اسکندریہ کی جانب واقع ہے اللہ تعالےٰ اسے مشرکین

کی نجاست سے پاک کر کے اہل اسلام کے قبضہ میں پہنچائے۔

عکہ وصور کی عملداری عکہ اور صور دونوں شہروں کے گرد باغات نہیں ہیں آبادیاں دریا کے کنارے صاف اور چوڑے میدانوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑے شہر ہیں اور ان کی عملداری کوسوں تک ہے اس علاقے میں پہاڑ قریب ہیں اور سب سرسبز وشاداب ہیں۔ پہاڑوں سے ان آبادیوں میں میوہ وغیرہ بکثرت آتا ہے عکہ کے شرق میں آبادی کے پرے ایک قطعہ زمین ہے جس میں اکثر سیلاب کا پانی آجاتا ہے اس زمین کے دریا کی طرف والے کنارے پر ایک ایسا ریت کا خوش نما میدان ہے کہ آج تک کبھی نظر سے نہیں گذرا نہ کوئی گھوڑ دوڑ کا میدان ایسا خوش نما منظر دیکھنے میں آیا۔ حاکم شہر صبح وشام تفریح کے واسطے اس میدان میں جاتا ہے اور فوج کی قواعد وغیرہ بھی وہیں ہوتی ہے۔ صور میں خشکی کی جانب دروازے کے سامنے پانی کا ایک چشمہ ہے اور اس کے اندر اترنے کے واسطے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں شہر میں کنوؤں کی یہ کثرت ہے کہ کوئی گھر کنویں سے خالی نظر نہیں آتا۔ خداوند تعالےٰ ان آبادیوں میں کلمہ اسلام کو غلبہ عطا فرمائے۔

صور سے روانگی ۲۹ر تاریخ (۶ر اکتوبر) ہفتہ کے روز ہم کشتی پر سوار ہوئے مسلمانوں نے اہل فرانس سے علیحدہ ایک جگہ اپنی جماعت کے واسطے پسند کر لی ہے۔ نصرانیوں میں سے دوہزار کے قریب ایک جماعت بلغریون[1] بیت المقدس کی اس کشتی پر سوار ہے اب جہاز کے مالک کو جہاز کا بھرت پورا ہونے اور ہوا کی موافقت کا انتظار ہے۔ اللہ تعالےٰ عافیت اور آسانی فرمائے۔

ماہِ رجب ۵۸۰ھ

۹ر اکتوبر منگل کی شب چاند دکھائی دیا۔ ہم ہنوز جہاز پر ہوا کی موافقت کا انتظار

---

[1] اٹلی زبان میں بیت المقدس کے حجاج کو پیلی گرینی کہتے ہیں۔ بلغریون اسی سے معرب ہوا ہے۔

کر رہے ہیں۔ بارہ روز ہمیں اسی انتظار میں گذر گئے اس نواح میں ہوا چلنے کا جداگانہ طریقہ ہے۔ پُروا ہوا یہاں صرف دو مرتبہ ربیع اور خریف میں چلتی ہے ربیع میں اس ہوا کے چلنے کا زمانہ نصف اپریل سے آخر مئی تک اور خریف میں صرف پندرہ روز نصف اکتوبر سے آخر اکتوبر تک شمار کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بمقتضائے قدرت اس حساب میں کچھ کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ باقی اوقات میں مختلف ہوائیں چلتی ہیں پچھوا ہوا اس نواح میں بہت چلتی ہے اس وجہ سے بلاد روم۔ مغرب اور جزیرہ صقلیہ کے جانے والے مسافروں کو پروا ہوا کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ عکہ کی بندرگاہ سے بجز ان دونوں فصلوں ربیع اور خریف کے سفر کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اکثر تاجر اس شہر میں انھیں فصلوں میں آیا کرتے ہیں۔ غرض کہ ہمیں ایک عرصہ تک اس ہوا کا انتظار کرنا پڑا اس زمانے میں ہم لوگ رات کو خشکی میں رہتے تھے اور دن کو جہاز پر جاکر حال دریافت کر آتے تھے۔

بحری سفر

۱۰ ار تاریخ (۱۸ اکتوبر) جمعرات کی سحر کو ہم اپنی عادت کے موافق ہنوز خشکی میں اپنی آرام گاہوں میں تھے کہ جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا ابھی اچھی طرح دن بھی نہیں نکلا تھا کہ دریا پر جاکر دیکھا تو جہاز کا کہیں نشان نہ تھا اس معاملہ میں ہم سے بڑی فرو گزاشت ہوئی اور ہمیں سفر کی بابت یہ ضرب المثل یاد نہ رہی۔ "سفر میں انسان کو اپنے زاد و توش سے کسی وقت غافل نہ ہونا چاہیئے"۔ ناچار اسی وقت ہم نے ایک بڑی کشتی جس کو چار پاتوں سے کھیتے تھے کرایہ کی اور توکل بخدا جہاز کے پیچھے روانہ ہوئے اگرچہ یہ کام نہایت خطرناک تھا لیکن خدائے کریم نے اپنے کرم سے محفوظ و سلامت جہاز تک پہنچا دیا۔ شام کے وقت جہاز ہاتھ آیا ہم نے اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ہمارے اس تمام سفر میں یہ دن سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ جہاز پر سوار ہونے کے بعد پانچ روز تک برابر ہوا موافق چلتی رہی اس کے بعد ایک بار گی پچھوا ہوا جہاز کے سامنے سے آنے لگی جہاز کا افسر رومی الجنوی نہایت فہیم اور اپنے کام میں ہوشیار تھا۔ وہ جہاز کو داہنے بائیں پھراتا رہا کہ کوئی تدبیر اس

کے قائم رہنے کی نکل آئے اور پیچھے کو نہ پلٹے اس وقت دریا میں طغیانی تھی اور جہاز کا افسر متفکر اور خموشں تھا۔ ہفتہ کی شب میں ۱۹ر تاریخ (۲۷ر اکتوبر) آدھی رات کے قریب ہوا کی شدت سے اس مستول کی اوپر کی لکڑی جس کو اردمون[1] کہتے ہیں اوپر سے آدھی ٹوٹ کر دریا میں گری جو پردے اس میں بندھے ہوئے تھے وہ بھی اسی کے ساتھ پانی میں گر پڑے یہ بڑی خیر ہوئی کہ وہ لکڑی جہاز پر نہیں گری ورنہ اس کے صدمہ سے جہاز کے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔ ملاحوں نے جلد جلد بڑے مستول کے پردے اتار کر جہاز کو روک دیا۔ اور چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر جو جہاز کے اوپر بندھی رہتی ہیں لکڑی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کو مع پردوں کے نکال لائے۔ پھر بڑے بڑے پردے مستولوں پر چڑھانے لگے۔ اور مستول اردمون میں وہ پردہ جس کو ولون کہتے ہیں خوب مضبوط باندھا اس خوف وہراس کی حالت میں صبح ہوگئی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تباہی اور ہلاکت سے بچایا صبح کو ملاحوں نے اردمون مستول پر دوسری لکڑی جو اس کے پاس تیار رکھی تھی نصب کر کے اسے درست کر لیا۔ لیکن پچھوا ہوا ہنوز اسی جوش پر ہے اور ہم لوگ بدستور حالت یاس و ناامیدی میں متردد اور پریشان ہیں اور رحمت الٰہی سے نجات اور عافیت کی امید رکھتے ہیں۔

۲۳ر تاریخ بدھ کے دن پروا ہوا کی تھوڑی سی رمق محسوس ہوئی جہاز والوں میں اس ہوا سے گویا از سر نو جان آئی۔ ہوا کی تحریک ہنوز خفیف ہے لیکن سب کو اسکی قوت اور ترقی کی امید ہے اس عرصہ میں دریا باریک اور خفیف کہرے سے چھپ گیا۔ موجوں کا جوش وخروش موقوف ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد وہ تاریکی جاتی رہی اور پانی کا سطح آئینہ کے فرش کی طرح ہموار نظر آنے لگا چاروں طرف ہوا کی رمق بھی محسوس نہ ہوتی تھی۔ دریا کا سطح چاندی کے صفحہ کی طرح نظر آتا تھا ہمارا جہاز اس سطح پر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دو آسمانوں کے درمیان

---

[1] اٹلی کی زبان میں یہ لفظ آرٹمین ہے اس کو معرب کر کے اردمون بنا لیا۔

میں گردش کر رہا ہے۔ ہوا کی خفت اور سکون کو ملاح اپنی اصطلاح میں علیغی کہتے ہیں۔

نصرانیوں کا تہوار

۲۴ رتاریخ دیکم نومبر) پنج شنبہ کی شب میں نصرانیوں کا ایک تیوہار تھا۔ رات کو انھوں نے کثرت سے شمعیں جلائیں۔ سب زن و مرد بڑے چھوٹے ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے ایک جگہ جمع ہوئے اور ان کے قسیس نماز کے واسطے آگے بڑھے۔ اس کے بعد ہر قسیس علیحدہ علیحدہ اپنے مذہب کے موافق نصیحت و وعظ کے لئے کھڑا ہوا۔ جہاز سر سے پا تک شمع و چراغ سے جگمگا رہا تھا۔ بہت رات گئے تک یہی کیفیت رہی۔ اس رات کی صبح کو بدستور ہوا ساکن اور جہاز اپنی جگہ پر قائم تھا ۲۹ رتاریخ تک اسی حالت میں گزری۔ اتوار کی رات کو شمالی ہوا کے جھونکوں سے جہاز نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور اہل جہاز کی جان میں جان آئی۔

ماہِ شعبان ۵۸۰ھ

چاند رات کو مطلع پر ابر محیط تھا لیکن رجب کے دن شمار کرنے سے ۸ر نومبر کو جمعرات کی شب تک مہینہ ختم ہوا اور ہم کو دریا میں چلتے ہوئے پورے بائیس روز گزرے اس عرصہ میں پریشانیوں کی وجہ سے اطمینان خاطر بالکل جاتا رہا اور یاس و ناامیدی نے گھیر لیا لیکن رحمت و الطاف الٰہی سے امید عافیت باقی رہی۔ اگرچہ لوگوں کے پاس زادراہ کی قلت ہو گئی ہے لیکن ان کے واسطے یہ جہاز شہر کا حکم رکھتا ہے اس میں ہر قسم کا سامان ضروری موجود ہے اور ہر طرح کی چیزیں روٹی سالن۔ میوہ وغیرہ مثل انار۔ امرود۔ انجیر۔ بہی۔ تربوز۔ اخروٹ۔ شاہ بلوط۔ پیاز۔ لہسن۔ دودھ۔ مچھلی باقلا اور چنے پختہ و خام وغیرہ عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔

متوفی کے مال سے ورثا کی محرومی

گذشتہ ایام میں ہمیں کسی جانب خشکی کا کنارہ نظر نہیں آیا اور اس عرصہ میں دو مسلمانوں نے اس جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ اللہ تعالےٰ انکی مغفرت فرمائے۔ نصرانیوں میں سے بھی

دو آدمی اس عرصہ میں فوت ہوئے اور ایک دریا میں ڈوب گیا۔ مُردوں کی لاشیں دریا میں ڈال دی گئیں اور طرفۃ العین میں موجیں انھیں بہالے گئیں ان سب مُردوں کا مال جہاز کے افسر کو وراثت میں ملا۔

اس قوم کا یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جہاز میں مرتا ہے اس کا مال جہاز کے افسر کو ملتا ہے۔ ورثائے میت کو نہیں بھیجا جاتا یہ عجیب طرح کا انصاف ہے۔

جبل جزائر رمانیہ

۶ر تاریخ (۱۳ر نومبر) منگل کی صبح کو ایک پہاڑ نظر آیا اور مغربی ہوا نے پھر زور باندھا پے در پے سخت جھونکے آنے لگے کبھی پُروا ہوا چلتی تھی اور کبھی پچھوا۔ جہاز ادھر ادھر بھٹکنے لگا مجبور ہو کر پہاڑ کی جانب پناہ لی اور ایک جگہ جہاز کو مضبوط باندھا۔ وہاں کے آدمیوں سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جزائر رمانیہ کا یہ پہاڑ ہے ان جزیروں میں تین سو ساٹھ بستیوں سے زیادہ ہیں اور والئ قسطنطنیہ کی عمل داری میں شمار ہوتی ہیں۔ رومی ان بستیوں کے باشندوں سے مسلمانوں کی طرح پرہیز کرتے ہیں کیونکہ ان کے باہم صلح نہیں ہے۔ یہاں ہمارا جہاز بدھ کے دن تک بندھا رہا اور جزیرہ کے لوگ جہاز کے افسر کی اجازت سے گوشت روٹی وغیرہ بیچنے کو لائے۔ بدھ کے دن یہاں سے جہاز کا لنگر اٹھا۔ آج ہمیں دریا میں پورے اٹھائیس روز گزرے۔

جزیرہ اقریطش (کریٹ)

جمعرات کے دن جزیرہ اقریطش (کریٹ) کا ساحل نظر آیا۔ یہ جزیرہ والئ قسطنطنیہ کی عمل داری میں ہے۔ جزیرہ کا طول تین سو میل سے زیادہ ہے اس کا حال ہم نے پہلے اسکندریہ کے سفر میں بیان کیا ہے۔ جزیرہ کا ساحل ہمارے داہنی طرف ہے اور دریا میں جوش بدستور ہے ہوا مخالفت کر رہی ہے اللہ تعالےٰ سے عافیت اور آسانی کی التجا ہے۔ ۱۰ر تاریخ (۱۷ر نومبر) ہفتہ کے روز ہمارا جہاز اقریطش کے ساحل سے گزر گیا۔ اب شمالی ہوا جہاز کے موافق چل رہی ہے دم بدم اس ہوا کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور جہاز بادبانوں کے پر لگائے ہوئے اڑا جا رہا ہے۔ ہوا کی شدت سے دریا پرخروش ہے اور موجوں کے

باعث سطح آب کف سے بھرا ہوا ہے ہر ایک موج کی طغیانی پر برف کے پہاڑ کا گمان ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس جوش اور تلاطم کے ہوا کی موافقت کی وجہ سے طبیعتوں میں کوئی پریشانی وہراس نہیں ہے۔ بلکہ فائز المرام ہونے کی امید سے تسکین خاطر ہے۔

بحری سفر کے مصائب

گذشتہ چھبیس روز اہل جہاز پر بہت ہی سخت گزرے کسی طرف خشکی کا نشان نظر نہ آتا تھا اور زادراہ کی کمی سے بھوک اور پیاس سے ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے خیال کے موافق رائیں لگاتا تھا کوئی کہتا تھا ہمارا جہاز ساحل مغرب یعنی براعظم افریقہ کے کنارے چل رہا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ ارض الکبیر یعنی بر قسطنطنیہ کے ساحل پر جارہا ہے کوئی اپنے گمان میں حدود ولاذقیہ یعنی سواحل شام کی سیر کر رہا تھا کوئی دمیاط یعنی اسکندریہ کی جانب جارہا تھا غرض کہ ہر شخص اپنے قیاس کے موافق رائے لگاتا تھا۔ لیکن واقعی حالت سے کسی کو آگاہی نہ تھی سب کو یہی کھٹکا تھا کہ ہوا کی شدت جہاز کو جزیرہ رمانیہ کے کسی ویران مقام میں پہنچا دے اور وہاں سب کو سرگرداں پھرنا پڑے یا کوئی حاجت قوی ہمیں ان جزیزں کی آبادیوں کی جانب جانے پر مجبور کرے ایسی صورت میں سوائے مصیبت اور آفت کے کوئی بہتری سمجھ میں نہیں آتی تھی اس یاس وہراس کی حالت میں رحمت الہٰی نے دستگیری کی اور طبیعتوں کے انتشار و تردد کو تسکین و اطمینان کے ساتھ بدل دیا۔ دریائی مصائب کے بارے میں کسی شاعر نے خوب لکھا ہے۔

البحر مرّ المذاق صعب
لا جعلت حاجتی الیہ
الیس ماءً ونحن طین
فما عسی صبرنا علیہ

(سمندر کا مزا سخت تلخ ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ کیا وہ پانی اور ہم مٹی نہیں ہیں؟ پھر ہم کس قدر اس میں ٹھہر سکتے ہیں)

اب ہمارا جہاز فضل الہٰی سے جزیرہ صقلیہ کے قریب ہے اور کوئی دم میں

اس کے ساحل کی بشارت کانوں میں پہنچنے والی ہے۔

طوفان اتوار کو ۱۱ر تاریخ آدھی رات کے قریب پھر ہوا بدلی اور بڑے زور و شور سے غربی ہوا کے جھونکے آنے لگے مغرب سے ابر اٹھ کر محیط ہو گیا۔ ہمارا جہاز ہوا کے زور سے شمال کو پھر گیا۔ اتوار کی صبح کو طوفان کی اور ترقی ہوئی تمام دریا امواجِ تلاطم سے بھر گیا ہر موج پہاڑ کی طرح سامنے سے آتی اور جہاز کو صدمہ پر صدمہ پہنچاتی تھی جہاز باوجود اس قدر وزن اور عظمت کے ہوا کے جھونکوں سے درخت کی شاخوں کی طرح ہلتا تھا طغیانی کی شدت سے بعض موجیں بلند ہو کر جہاز کے اندر آگرتی تھیں اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا گویا بڑی بڑی بوندیوں کا جھلا پڑ گیا۔ رات کو تلاطم کی یہ حالت ہوئی کہ اس کے شور سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے ہوا کی بھی ترقی ہو گئی ملاحوں نے جہاز کے پردے اتار ڈالے صرف آدھے آدھے مستولوں پر چھوٹے پردے باقی رکھے جن کو دلون کہتے ہیں اس وقت جہاز والوں پر ناامیدی چھا گئی اور زندگی سے مایوس ہو گئے چاروں طرف سے موجوں پر موجیں آنے لگیں۔ کثرت امواج سے ہر بار یہ یقین ہوتا تھا کہ اب جہاز ٹوٹا۔ تمام رات اسی کرب و اضطراب میں گزری رات کیا تھی گویا تمام حوادث اور مکروہات کی حاملہ تھی۔ اس کی سیاہی کے ہول سے موئے کاکل سفید ہوتے تھے۔

آخر اسی پریشانی میں صبح ہوئی۔ مگر صبح کو شب سے زیادہ مہیب واقعہ پیش آیا یعنی اجالا ہونے پر جہاز کے بائیں طرف جزیرہ اقریطش کا ساحل اور پہاڑ نظر آیا حالانکہ اس میدان کو ہم اس سے پہلے طے کر چکے تھے اور اس وقت یہ ساحل ہمیں داہنی جانب ملا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ راہ مقصود پیچھے رہ گئی اور ہوا کی شدت نے جہاز کو اس طرف پلٹا دیا۔ اس اطلاع پر سخت افسوس ہوا مگر تمام غم و غصہ گوارا کرنا پڑا اور معاملات قضا و قدر پر صبر کیا۔ سیکون الذی قضی سخط العبد اورضی (بہت جلد ہو گا جو کچھ حکم ہو چکا ہے بندہ راضی ہو یا ناراض ہو) اس اثناء میں آفتاب روشن ہوا اور دریا سے تاریکی دور ہوئی ملاح جہاز باندھنے کے واسطے جگہ ڈھونڈنے لگے تاکہ وہاں آرام کریں اور طوفان کی کمی تک ٹھہریں۔ ہر سفر کے وقت مقرر ہیں۔ خصوصاً دریائی سفر کے واسطے

تو وقت خاص اور زمان معین درکار ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ سرما میں اس سفر سے محترز رہے اور دریائی سفر کے شدائد اور ... مصائب سے ڈرتا رہے لیکن قضا و قدر سے ہر محتاط اور محذور مجبور ہے اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی مصیبت اور آفت میں اپنے بندوں کا کفیل ہے۔

جزیرہ میں قیام

جب ملاحوں نے جائے امن کی تلاش میں خشکی کا رخ کیا تو ہوا نے پھر کچھ کچھ موافقت شروع کی اس لئے ساحل سے قطع نظر کر کے جہاز کو پھر دوبارہ منزل مقصود کی طرف پھیر کر روانہ ہوئے اور اس میدان کو اپنے داہنی جانب چھوڑ آئے۔ اسی طرح منگل کی رات تک چلتے رہے آج ہمیں دریا میں پورے چونتیس دن گزرے اس عرصہ میں جہاز کے پردے کبھی نہیں اترے۔ ملاحوں کے نزدیک زمانہ گذشتہ کی رفتار نہایت مناسب اور معتدل ہے کیونکہ ایسی رفتار اس وقت ہوتی ہے جب کہ جہاز کے موافق ہوا چلتی رہے۔ منگل کی صبح کو بھی ہوا بدستور موافق رہی مسافروں کو اس امر سے بہت مسرت ہوئی جس طرف ہمارے جہاز کا رخ ہے اس طرف کو اور بھی چند جہاز جاتے ہوئے دور سے نظر آئے اور ان جہازوں کے دیکھنے سے راستے کی صحت کا اور بھی وثوق ہوا۔ بدھ کی رات کو ہوا نے پھر مخالفت کی اور پچھوا ہوا نے زور باندھا۔ جہاز ہوا کے جھونکوں سے بے اختیار ہو کر ایک جزیرہ کے ساحل پر جا لگا ملاحوں نے خشکی پر اتر کر جہاز کو باندھ دیا رومانیہ کے جزائر میں سے ایک جزیرے کے کونے پر یہ ساحل واقع ہے۔ یہاں سے ارض الکبیر کو راستہ جاتا ہے۔ اور تخمیناً بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

اجناس کی گرانی

جمعرات کے روز ۵ ارتاریخ (۲۲ر نومبر) کو اسی مقام پر پانچ اور جہاز آئے ان میں سے دو جہاز اسکندریہ کے چلے ہوئے ہیں۔ ان جہازوں کو پورے پچاس دن دریا میں گذر چکے ہیں ہوا کی شدت انھیں ادھر ادھر بھٹکاتی پھرتی ہے۔ یہاں ہمارا جہاز چار روز ٹھہرا اور مسافروں نے سامان سفر پانی وغیرہ جمع کر لیا۔ آبادی یہاں سے تھوڑی ہی دور تھی۔ وہاں کے لوگ گوشت روٹی اور روغن

زیتون وغیرہ بیچنے لائے تھے۔ مگر روٹیاں خالص گیہوں کی نہ تھیں۔ جَو کا آٹا ملا ہوا تھا اسلئے کہ روٹیاں کالی کالی تھیں اس پر بھی چاروں طرف سے آدمی ٹوٹ پڑے اور بہت گراں خریدکیں۔ یہاں دریائی سفر میں ہمیں چالیس دن پورے ہو چکے۔ جب تک ہمارا جہاز اس ساحل پر رہا غربی ہوا برابر زور و شور سے چلتی رہی اور بعض اوقات آندھی بھی آگئی۔ خدا کا شکر ہے کہ دریا میں ایسے طوفان سے سامنا نہیں ہوا ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی۔

جزیرہ سے روانگی

۱۹ تاریخ (۲۶ نومبر) پیر کے دن ہوا کی موافقت کی وجہ سے یہاں سے جہاز روانہ ہوا ۲۲ تاریخ (۲۹ نومبر) تک جہاز بخوبی چلتا رہا۔ جمعرات کے دن پھر ہوا بدل گئی پچھوا ہوا کے تیز تیز جھونکے آنے لگے۔ آسمان پر ابر محیط ہو گیا۔ بجلی چمکنے لگی۔ بادل کی گرج سے خوف طاری ہوا۔ ہوا کی تیزی اور برودت سے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا تھوڑی دیر تک بڑی بڑی بوندیں پڑتی رہیں پھر بادل پھٹ گئے۔ ہوا کی تیزی کم ہوئی طبیعتوں سے خوف وہراس گھٹ گیا شب جمعہ بھی بڑی پریشانی میں گذری۔ صبح کے وقت صقلیہ کا ساحل ہمارے سامنے چمکتا ہوا نظر آیا۔ اس مژدہ سے جہاز والوں نے گویا از سر نو زندگی پائی۔ لیکن ہر کام کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے اور ہر ایک امید سے ایک مصیبت وابستہ ہے۔

مخالف ہوا کی شدت

تمام دن اسی خوشی میں گزرا۔ جب ہفتہ کی شام ہوئی اور آدھی رات یا ایک ثلث رات گزرنے کو آئی یک بیک مخالف ہوا نے سامنے سے ایسی شدت کی کہ جہاز پیچھے کو ہٹنے لگا اور ہوا کے جھونکے ہماری آنکھوں اور امیدوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ہوا کی یہ ترقی ہوئی کہ ہر جھونکے . . . . پر جہاز کے پاش پاش ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ ملاحوں نے مجبور ہو کر سب مستولوں سے پردے اتار دیئے اور جہاز کو خدا کے بھروسہ پر چھوڑ دیا۔ یہ آخری، مصیبت بہت سخت تھی ایک تو پے درپے مصائب کا غبار۔ دوسرے شب تار کی سیاہی اور تیسرے بحر پر امواج کی ظلمت گویا چاروں طرف سے تاریکیوں نے گھیر لیا تھا موجوں

کی طغیانی سے ایسے صدمے پہنچتے تھے کہ عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ دلوں سے امیدیں جاتی رہیں اور طبیعتیں مرگ پر آمادہ ہو گئیں۔ غرض کہ یہ مہیب رات بڑی دشواری سے بسر ہوئی۔ تمام شب یاس و ہراس میں گذری صبح کو ہفتہ کے دن شب سے زیادہ طوفان کی شدت ہوئی موجیں جہاں چاہتی تھیں جہاز کو لے جاتی تھیں۔ جہاز والوں نے اپنی جانیں قضائے الٰہی کے حوالے کر دیں ہر ایک کو اسی سے نجات کی امید باقی تھی۔ تمام دن یہی ناامیدی کی حالت قائم رہی۔ شام کو رحمت الٰہی نے دستگیری فرمائی۔ ہوا کی شدت میں کمی ہوئی تاریکی برطرف ہونے لگی۔ سطح آب شفاف نظر آنے لگی۔

مسافروں کی خستہ حالی

۲۵ تاریخ کو (۲ دسمبر) اتوار کے دن ہوا کسی قدر موافق ہوئی اور مسافروں کے دلوں میں بجائے خوف کے اطمینان پیدا ہونا شروع ہوا۔ مگر صورتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا ابھی کفن سے منہ نکالا ہے۔ ملاح ساحل صقلیہ کے نشانات ڈھونڈنے لگے۔ جس کو پہلے آنکھ سے دیکھ چکے تھے اس کا کہیں نشان بھی نظر نہ آتا تھا۔ ہر ایک کی زبان سے بجز کہاں اور کدھر کے اور کچھ نہیں سنائی دیتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان اور ان کے ہر حال کا شریک اور نگہبان ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ماہ رمضان المبارک ۵۸۰ھ

قلوریہ

۷ دسمبر کو جمعہ کی شب میں چاند دکھائی دیا۔ ہمارا جہاز ہنوز ارض کبیر کے کنارے کنارے دریا میں جا رہا ہے شرقی ہوا کی تھوڑی رمق آتی ہے اور جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھتا جاتا ہے اسی اثنا میں ساحل کی طرف دور سے کچھ آبادی اور کھیتی نظر آئی دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آبادی قلوریہ کی ہے اور والی صقلیہ کی عمل داری میں ہے والیٔ صقلیہ کی حکومت ارض کبیر میں دو مہینے کی راہ تک چلی گئی ہے اس آبادی میں بہت سے حجاج بیت المقدس سامان سفر کی کمی کے باعث بھوک پیاس کے خوف سے اتر پڑے اور کھانے کی باقی ماندہ چیزیں مسلمانوں کے ہاتھ فروخت

کر گئے۔ مسلمانوں نے قحط کے سبب سے ایک ایک درہم کو ایک ایک روٹی خریدی اس لئے کہ کسی کے پاس سامان سفر باقی نہیں رہا تھا۔ ایک رطل سوکھی روٹی چار آدمیوں میں تقسیم ہوتی تھی ہر شخص اس کو پانی میں بھگو کر حلق سے اتار لیتا تھا۔ جو راستہ صرف پندرہ روز کا ہو اس میں جب پورے دو مہینے گذر جائیں تو کیونکر سامان سفر میں کمی نہ ہوگی۔ ایسی راہ کے واسطے محتاط آدمی مہینہ بیس روز سے زیادہ سامان نہیں رکھ سکتا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہم نے خاص دریا میں تین چاند دیکھے ایک رجب کا دوسرا شعبان کا اور تیسرا رمضان۔

جبل بُرکان

جس روز ہم نے رمضان کا چاند دیکھا اس کی صبح کو جبل نار ہمارے جہاز کے سامنے نظر آیا۔ اسی پہاڑ کا نام جبل برکان ہے اور صقلیہ کے مشہور پہاڑوں میں سے ہے۔ اس پہاڑ کو دیکھ کر سب خوش ہوئے اللہ تعالے ان لوگوں کی مشقت اور مصیبت کی جزا عطا فرمائے اور سلامتی و عافیت کے شکر کی توفیق عنایت کرے اس مقام سے جہاز کے موافق ہوا چلنے لگی مگر اتوار کی شام کو کسی قدر تیز ہوگئی اور ہمارا جہاز ایک تنگ راستے کے کنارے پہنچا۔ یہ راہ ارض کبیرا ور صقلیہ کے ساحلوں سے گھری ہوئی ہے اس دریا کی چوڑائی بعض جگہ تین میل ہے یہاں پانی تنگی کی وجہ سے بڑی تیزی سے گزرتا ہے۔ جہاز کا عبور اس خوفناک مقام سے بہت دشوار ہے رات کا وقت ہے اور ہمارا جہاز اس راستے سے جا رہا ہے۔ جنوبی ہوا جہاز کو تیزی سے آگے بڑھا رہی ہے ارض کبیر ہمارے داہنے طرف ہے اور صقلیہ بائیں جانب ہے۔ جب آدھی رات گئی اور جزائر صقلیہ کا شہر مسینا نظر آنے لگا ملاحوں نے شور مچایا کہ ہوا کی شدت نے جہاز کو ترچھا کر کے خشکی کی طرف پھیر دیا اور قریب ہے کہ جہاز ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔

مسینا میں آمد

جہاز کے افسر نے پردوں کے اتارنے کا حکم دیا ملاحوں نے اردموں مستوں کے پردے اتارنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ہوا کی تیزی سے کامیاب نہ ہوئے۔ مجبور ہو کر جہاز کے افسر نے پردے کو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے

کرڈالا اس عرصہ میں جہاز بائیں جانب سے خشکی میں سینہ کے بل آگرا اور دونوں سکان زمین میں دھنس گئے۔ جہاز کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ ادھر ادھر پھیرا جاتا ہے اس کو سکان کہتے ہیں اس حادثۂ جاں گداز سے تمام جہاز میں کہرام سا پڑگیا اور ہر طرف ہنگامۂ قیامت بپا ہوگیا نصرانیوں نے سینہ کوبی شروع کی اور اہل اسلام نے قضائے الٰہی پر صبر کیا۔ ہوا کے جھونکوں نے اور موجوں کے طلاطم نے ایسا صدمہ پہنچایا کہ ایک طرف کا پاؤں یا سکان ٹوٹ گیا جہاز کے افسر نے اسکو قائم کرنے کے واسطے ایک طرف کا لنگر دریا میں ڈالا گیا اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا آخر اس کی رسی کاٹ کر وہیں چھوڑ دیا یہ حالت دیکھ کر مسافروں نے مرنے پر کمر باندھی اور صبر و سکون پر مجبور ہوئے رومی عورتیں اور بچے واویلا کرتے تھے اور رضائے الٰہی پر شاکر نہ تھے جہاز سے خشکی کا سطح بخوبی نظر آتا تھا بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ پانی میں کود پڑیں اور ڈوبتے اچھلتے نکل جائیں مگر پھر یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ شاید صبح کو اللہ تعالےٰ نجات کا کوئی ذریعہ پیدا کردے ملاحوں نے ہوڑیاں کھول کر پانی میں ڈالیں اور مرد عورتوں کو سوار کرکے خشکی کی طرف لے گئے لیکن پلٹتے وقت موجوں نے ہوڑیوں کو بھی توڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے خشکی کی جانب پھینک دیا اب جہاز والوں کو بالکل یاس ہوگئی اور نجات کی کوئی امید نہ رہی اس عرصہ میں نقاب صبح بلند ہوا اور رحمت الٰہی کا ظہور شروع ہوا۔ دن کی روشنی میں میسینا شہر ہمارے سامنے نظر آنے لگا غور سے دیکھا تو غایت درجہ آدھے میل کا فاصلہ تھا سب کو اس قضا و قدر کے اتفاق پر تعجب اور حیرت تھی کہ منزل مقصود کی گویا دلیز پر دم نکل رہا ہے۔

شاہ صقلیہ کا حسن سلوک

آفتاب کے طلوع کے بعد ساحل سے ہوڑیاں ہماری خبرگیری کو آئیں اور شہر میں جہاز کی تباہی کی خبر گرم ہوئی۔ صقلیہ کا بادشاہ غلیام (ولیم دوم) خود اپنے عملے کے ساتھ جہاز کا حال دریافت کرنے آیا مسافروں نے ہوڑیوں کے ذریعہ سے اترنا شروع کیا لیکن ہوا کی شدت ہوڑیوں کو جہاز کی طرف کب آنے دیتی تھیں اترتے وقت بھی آخری مصیبت کا سامنا

کرنا پڑا۔ اس پریشانی میں اکثر لوگوں کا اسباب بھی تلف ہوا مگر جان کی سلامتی کے سامنے اس نقصان کو غنیمت سمجھا غرض کہ بہ ہزار مصیبت کنارے پر آئے اس آفت سے ہماری نجات گویا ابونصر کی نجات کا نمونہ ہے۔ جہاز میں ہمارے ساتھ کچھ محتاج بھی تھے جن کے پاس خرچ وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا تھا اور ہوڑی والے بہت اجرت لے کر مسافروں کو اتارتے تھے۔ جب یہ محتاج ناداری کے سبب سے نہ اتارے گئے تو ملک رومی نے اُن کا حال دریافت کر کے اپنے ملک کے سکہ کی سو رباعی ان کے اتارنے میں اپنے پاس سے خرچ کیں۔ سب مسلمانوں نے اس مصیبت سے نجات پائی اور اپنی سلامتی پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا نصرانیوں نے تمام مال واسباب اتار کر جہاز کو خالی کر دیا۔

جہاز کی تباہی

دوسرے دن صبح کو دیکھا تو موجوں نے جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کنارے کی طرف پھینک دیا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر لوگوں کو بڑی عبرت ہوئی اور اپنی نجات پر ہزاروں شکر ادا کئے اگر یہ صورت ارض کبیر یا کسی رومی جزیرہ میں پیش آتی اور کنارے تک سلامت بھی پہنچ جاتے تو ان کی غلامی سے تمام عمر نجات نہ ملتی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی کہ منزل پر پہنچ کر یہ حالت پیش آئی اور اپنے بندوں کو ہلاکت اور مصیبت سے محفوظ رکھا۔ دوسرے یہ خدا کا فضل ہوا کہ حسن اتفاق سے ملک رومی خود اس شہر میں موجود تھا ورنہ ان لوگوں کا یہ دستور ہے کہ ایسے جہاز لوٹ لیتے ہیں اور مسلمانوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں خدائے تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے اس بادشاہ کو اپنے بندوں کی نجات کے واسطے ایسے وقت پر پہنچایا ہر ذی حیات پر اس کی عنایتوں کا شکر واجب ہے۔

شہر مسینا (جزائر صقلیہ)

یہ شہر بحری مسافروں کا مرکز اور تاجران کفار کا مسکن ہے۔ آبادی کی یہ کثرت ہے کہ ہاتھ بھر جگہ بھی خالی نہیں ہے۔ بازار نہایت خوبصورت اور آراستہ ہیں۔ تھوڑے سے صرف میں ہر قسم کی چیز مل سکتی ہے شب و روز امن و امان رہتی ہے۔ کفر و طغیان کی کثرت اور پلیدی و ناپاکی کی ترقی ہے۔ سارا شہر صلیب پرستوں سے آباد ہے۔ مسلمانوں کے گھڑی بھر

ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے مسافروں کے ساتھ کسی قسم کی مدارات کرنے کا دستور نہیں ہے اس آبادی کے تین طرف پہاڑ اور ایک جانب دریا ہے۔ پہاڑ ہی حصار کے گرد کھوئیں اور پختہ خندقیں ہیں دریا کی طرف عمدہ بندرگاہ ہے اس بندرگاہ میں جہاز بالکل خشکی کے کنارے سے مل جاتا ہے اور اس قدر قریب ہوتا ہے کہ آدمی ہاتھ بڑھا کر چھوے جہاز کے کنارے سے خشکی کے کنارے تک تختہ ڈال کر اسباب وغیرہ اتارتے ہیں حمال انھیں تختوں کے ذریعہ سے سب مال چڑھاتے اتارتے ہیں ہوڑیوں کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی لیکن بعض جہاز جو دور کھڑے ہوتے ہیں ان کا سامان ہوڑیوں میں اترتا ہے کنارے پر جہاز برابر برابر اس طرح نظر آتے ہیں جیسے طویلے میں گھوڑے بندھے ہوں اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ دریا جگہ کی تنگی کے سبب سے زیادہ گہرا ہے۔ کیونکہ یہ دریا کا حصہ ایک گلی کے طور پر جزیرۂ صقلیہ اور ارض کبیر کے درمیان میں واقع ہے اور ان دونوں ساحلوں کے بیچ میں صرف تین میل کا فاصلہ ہے۔ اس شہر کے مقابل ارض کبیر کی عمل داری میں بریہ شہر واقع ہے جزیرہ صقلیہ میں بہت سے شہر اور بستیاں آباد ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے اور یہ شہر اس جزیرے کی ایک راس پر واقع ہوا ہے جزیرہ صقلیہ کا طول سات روز اور عرض پانچ روز کے فاصلہ کی راہ ہے۔

جزیرہ کی شادابی جبل برکان (کوہ آتش فشاں) اسی جزیرے میں ہے اور وہ اپنی بلندی کے باعث بادلوں سے کمر اور برف سے عمامہ باندھے رہتا ہے اس جزیرے کی سرسبزی اور شادابی تعریف سے مستغنی ہے مختصر یہ ہے کہ نباتات کی کثرت اور عمارت کی زیادتی میں اندلس کا فرزند رشید ہے۔ طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے اناج پیدا ہوتے ہیں مگر تمام جزیرہ بندگان صلیب کا مسکن ہے ہر طرف یہی لوگ چلتے پھرتے ہیں اکثر مسلمان انکی زمینوں میں کاشت کرتے ہیں۔ نصرانی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور عمدہ سلوک رکھتے ہیں دونوں فصلوں میں ان پر کچھ لگان مقرر کر دیا ہے وہ بخوشی اسے ادا کرتے ہیں اور جہاں کہیں خالی زمین ملتی ہے اس کو کام میں لاتے ہیں۔ اس جزیرے کے کل پہاڑوں

میں باغات کی کثرت ہے۔ ہر قسم کا میوہ سیب، فندق، شاہ بلوط اور آلو بخارا وغیرہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے شہر مسینا میں مسلمان بہت کم ہیں۔ صرف چند غریب اور محتاج لوگ نظر آتے ہیں اسی وجہ سے یہاں مسلمان مسافر کا جی نہیں لگتا۔ جزیرے کے عمدہ شہروں میں اس کا دارالحکومت ہے۔ اس کو مسلمان مدینہ اور نصارا بلارمہ کہتے ہیں اس میں بہت سے مسلمان آباد ہیں ان کا بڑا اڈا اور بازار علیحدہ ہے اس میں کئی مسجدیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ بلارمہ کے مضافات میں بالکل مسلمان کاشت کرتے ہیں۔

ولیم دوم شاہ صقلیہ

اس جزیرے کے اور شہروں میں ... بھی مثل سرقوسہ وغیرہ کے مسلمانوں ہی کی کاشت ہوتی ہے مگر یہ شہر (بلارمہ) اس جزیرے کی آبادیوں میں سب سے بڑا ہے اور بادشاہ غلیام (ولیم دوم) اسی جگہ رہتا ہے بلارمہ کی آبادی سے دوسرے نمبر پر مسینا کی آبادی ہے۔ ہمارا ارادہ یہاں سے سوار ہو کر بلارمہ جانے کا ہے وہاں سے مغرب کے سفر کا بندوبست کریں گے۔ اس رومی بادشاہ کے عادات وخصائل بہت عمدہ سنے گئے ہیں۔ وہ اکثر اہل اسلام کو اپنی خدمت میں رکھتا ہے اور ان پر اعتماد کرتا ہے اکثر خواجہ سرا غلام اس کی خدمت میں ممتاز ہیں۔ یہ لوگ در پردہ مسلمان ہیں اور اس کی سلطنت کے اعیان وارکان میں داخل ہیں حجابی اور وزارت وغیرہ کے بڑے بڑے کام ان کے سپرد ہیں اور معقول تنخواہ پاتے ہیں ہر ایک کے چہرہ سے دولت ونعمت کے آثار نظر آتے ہیں۔ نہایت مکلف لباس پہن کر عمدہ عمدہ سواریوں پر نکلتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ہوا خواہ اور خادموں کا ایک انبوہ ہوتا ہے اور باورچی خانے کا داروغہ بھی ایک مسلمان شخص ہے اس کے کارخانے میں مسلمان حبشی کام کرتے ہیں اور انھیں میں سے ان پر ایک افسر بھی مقرر ہے بادشاہ کے بڑے بڑے محل اور عمدہ باغات اس جزیرے میں ہیں۔ خصوصاً دارالحکومت میں بہت ہی نفیس شاہی قصر ہے اور باغ ہے۔ اس مسینا شہر میں اس کے قیام کے واسطے ایک سفید قصر کبوتر کے پروں کی طرح دریا کے کنارے چمکتا ہے نصرانیوں میں کوئی بادشاہ اس سے زیادہ آسودہ حال اور وسیع السلطنت نہیں ہے۔ بہت سی لونڈیاں

اور غلام خدمت میں موجود ہیں اس کا انتظام سلطنت، ترتیب قوانین، تقسیم مراتب اور زینت و زیبائش بالکل سلاطین اسلام سے ملتی جلتی ہے اس کو اطبا و اور منجموں کا نہایت شوق ہے اگر کسی طبیب یا منجم کے ورود کی خبر اس کو ہو جاتی ہے تو اس کو روک لیتا ہے اور ایسا بیش قرار وظیفہ مقرر کر دیتا ہے کہ وہ اپنے وطن کی محبت اور آسائش کو بھول جاتا ہے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس آسائش و آرام کے فتنہ سے محفوظ رکھے بادشاہ کی عمر تیس سال کے قریب معلوم ہوتی ہے اور عربی زبان میں لکھ پڑھ سکتا ہے۔

شاہ صقلیہ کا علامت حکومت

ہمیں اس امر کی اطلاع بادشاہ کے ایک خاص غلام یحییٰ نامی سے ہوئی۔ یحییٰ غلام نے ہمیں بادشاہ کا مارک (علامت حکومت) بھی دکھایا۔ اس پر لکھا تھا۔ الحمد للہ حق حمدہٗ اور اس کے باپ کا مارک۔ الحمد للہ شکرا لا نعمہ تھا۔ غلیام (ولیم دوم) کی خواصیں اور لونڈیاں سب مسلمان ہیں لیکن بادشاہ کے خوف سے اپنا مذہب پوشیدہ رکھتی ہیں اسی غلام کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نصرانی عورت شاہی محل میں داخل ہوتی ہے محل کی عورتیں اسے بھی مسلمان کر لیتی ہیں ان عورتوں کے باعث یہاں بہت سے افعال خیر جاری ہیں۔

شاہ صقلیہ کی رواداری

کہتے ہیں اس جزیرہ میں اکثر سخت زلزلے آیا کرتے ہیں اگر کبھی یہ بادشاہ زلزلے کے خوف سے یک بیک محل میں جاتا ہے اس وقت تمام محل کے زن و مرد کو ذکر خدا اور رسول میں مصروف پاتا ہے جب وہ لوگ بادشاہ کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے اپنے عقیدے کے موافق اپنے معبود کو یاد کرے اسی طرح بادشاہ کے غلام جو بالکل اعیان دولت اور عوامل مملکت ہیں اسلام پر ثابت قدم اور اعمال خیر میں نہایت مستقل ہیں اکثر مہینوں کے روزے رکھتے ہیں رات دن صدقات و خیرات دیتے رہتے ہیں قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں صغیر السن بچوں کو پرورش کرکے انکی منگنی اور بیاہ کرتے ہیں یہ سب امور اس جزیرے کے مسلمانوں کے واسطے اللہ

تعالےٰ کی جانب سے موجب رحمت و عنایت ہیں۔

عبدالمسیح کا جذبۂ ایمانی

ان شاہی غلاموں میں سے ایک معزز غلام عبدالمسیح یہاں مسینا میں ہم سے ملا اور بڑی ہی خواہش سے اپنے محل میں بلا کر بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا پھر اپنے نامحرم خدام کو علیٰحدہ کر کے تخلیہ میں اپنا راز دلی ظاہر کیا اور مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور شام کی زیارات کا حال پوچھتا رہا۔ ہم نے مقامات متبرک کے اکثر حالات بیان کئے۔ وہ حالات خوش اعتقادی اور رقت قلبی کے ساتھ سنتا رہا پھر ان مقامات مقدسہ کے تبرکات بہزار التجا طلب کئے اور کہنے لگا آپ لوگ اظہار اسلام پر قادر ہیں جس کام کو چاہیں بخوبی کر سکتے ہیں اور اللہ کی عنایت سے نفع اٹھا سکتے ہیں مگر ہم لوگ جان کے خوف سے اپنے ایمان کے اخفا پر مجبور ہیں اللہ تعالےٰ کے فرائض اور عبادات خفیہ طور پر ادا کرتے ہیں ایک کافر کی اطاعت میں گرفتار ہیں ان کی غلامی کا طوق ہماری گردن میں ہے زیادہ سے زیادہ ہماری اسی قدر قدرت ہے کہ تم جیسے حجاج بیت الحرام کی زیارت کریں اور ان سے اپنے حق میں دعائے خیر کے طالب ہوں یا ان متبرک مقامات کا تبرک لے کر اپنا ایمان تازہ کریں اور اپنے گور و کفن کے واسطے ذخیرہ جمع کریں۔

اس کے اس بیان سے ہمارا قلب پھٹنے لگا اور غایت شفقت سے اس کے حق میں خاتمہ بالخیر کی دعا کی اور اس کی التجا کے موافق جو کچھ تبرکات وغیرہ میں سے ہمارے پاس موجود تھا پیش کیا اس کے عوض میں اس نے ہمارے ساتھ بہت سلوک کیا اور اس راز کو اور غلاموں سے پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی۔

مسلمانان صقلیہ کے حالات

غرض کہ ان سب لوگوں کے افعال خیر اور اعمال نیک بہت سننے میں آتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور نماز کا وقت آجاتا ہے تو وہاں سے علیٰحدہ ہو کر فوراً نماز ادا کرتے ہیں اگر ایسا موقع ہوتا ہے کہ بادشاہ کے سامنے سے علیٰحدہ ہونے کی کوئی جگہ نہیں ملتی تو اللہ تعالےٰ ان کی پردہ پوشی کا کوئی نہ کوئی سامان پیدا کر دیتا ہے

اسی طور سے یہ لوگ اعمال خیرا ور خفیہ پند و نصیحت سے جہاد میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالےٰ انھیں جزائے خیر عطا کرے اور اس کی قید سے رہائی عنایت فرمائے۔

اس بادشاہ نے ایک خوبصورت مکان اس بستی میں دریا کے کنارے جہازوں کے بیڑے کے واسطے بنایا ہے اس میں بے شمار جہاز کھڑے رہتے ہیں اور اسی قسم کا ایک مکان مدینہ میں بھی بنا ہوا ہے۔ یہاں ہم ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور نو روز برابر قیام رہا۔

آتش فشاں پہاڑ

۱۲ر تاریخ (۱۸ر دسمبر) منگل کی شب کو ایک کشتی میں سوار ہو کر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے کشتی کی رفتار کنارے سے اس قدر قریب ہے کہ ہر وقت ساحل نظر آتا ہے۔ شرقی ہوا نہایت لطیف اور سبک چل رہی ہے اور اس کے باعث کشتی کی رفتار نہایت مناسب ہے ہم لوگ کنارے کی آبادیوں گاؤں۔ پہاڑی قلعوں اور حصاروں کی سیر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے داہنی طرف دریا میں نو جزیرے ٹاپوؤں کی طرح نظر آئے۔ یہ ٹاپو اونچے اونچے پہاڑ ہیں ان میں دو پہاڑوں سے ہمیشہ آگ نکلتی رہتی ہے دن کی روشنی میں ہم نے دھواں اٹھتا دیکھا۔ اور شب کو سرخ آگ نظر آتی ہے۔ جس کے شعلے آسمان کی طرف اڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اسی کا نام برکان ہے کہتے ہیں پہاڑوں کے مساموں میں سے گرم ابخرے قوت کے ساتھ نکل کر آگ کی صورت قبول کر لیتے ہیں کبھی بڑے بڑے پتھر ان ابخروں کے ساتھ نکل کر بلند ہو جاتے ہیں اور ابخروں کے تواتر اور قوت کے باعث نہ زمین پر آسکتے ہیں اور نہ ایک جگہ قائم رہ سکتے ہیں۔ سنی ہوئی باتوں میں سے یہ ایک عجیب اور صحیح واقعہ ہے۔ جزیرہ جبل النار کا حال بھی اسی طرح سنا گیا ہے کہ اس کے اندر سے کبھی کبھی آگ سیلاب کی طرح جاری ہوتی ہے اور جس چیز پر وہ سیلاب پہنچتا ہے اس کو جلا دیتا ہے اور اسی طرح بہتا ہوا دریا میں مل جاتا ہے اور تھوڑی دیر پانی پر قائم رہ کر تہہ نشین ہو جاتا ہے خدا کی کیا شان ہے جس نے اپنی مخلوقات میں طرح طرح کے تصرف کئے ہیں۔

الغرض بدھ کے روز شام کے وقت ہماری کشتی شہر شفلودی کی بندرگاہ میں پہنچی یہ جگہ مسینا کی بندرگاہ سے ڈیڑھ مجری کے فاصلے پر ہے۔

شہر شفلودی (جزیرہ صقلیہ)

دریا کے کنارے کی آبادیوں میں یہ شہر نہایت سرسبز اور آباد ہے۔ انگور کے باغات کی کثرت سے بازار بہت بارونق ہے۔ مسلمان بھی رہتے ہیں۔ شہر کے گرد پہاڑ محیط ہے اور اس کی چوٹی پر اسلامی افواج کے دریائی حملہ کی حفاظت کے واسطے ایک مضبوط قلعہ بنا ہوا ہے آدھی رات کے وقت اس بندرگاہ سے ہم آگے کو بڑھے یہاں سے کشتی آہستہ آہستہ بہتی ہوئی جمعرات کے دن دوپہر کے قریب بندرگاہ ثرمہ میں پہنچی۔ یہ جگہ شفلودی کے بندر سے ۲۵ میل ہے ثرمہ سے ہم نے دوسری کشتی کرایہ پر لی۔

شہر ثرمہ[1] (جزیرہ صقلیہ)

پہلے مقام کی نسبت اس جگہ کی آبادی خوبصورت اور بارونق ہے۔ بہت ہی قلب اور استوار مقام میں ساحل پر آباد ہے۔ سرسبزی اور پیداوار کی کثرت ہے۔ یہ سارا جزیرہ اسی طرح سرسبز اور زرخیز ہے۔ شہر کی حفاظت کے لئے ایک بلند قلعہ ہے مسلمانوں کے واسطے بہت بڑا پڑاؤ ہے اور اس میں کئی مسجدیں ہیں۔ شہر کے نیچے ایک گرم پانی کا چشمہ ہے اس کی وجہ سے اہل شہر کو حماموں کی ضرورت نہیں ہے ہماری کشتی اس بندرگاہ کے نیچے ایک طرف کو بندھی ہوئی تھی دریا کی لہریں کشتی کی طرف آتی تھیں اور غائب ہو جاتی تھیں۔ جمعہ کی شب میں یہاں قیام کیا صبح کو غربی ہوا چلنے لگی اس لئے یہاں سے آگے بڑھنا ناممکن تھا شہر بلارمہ یا مدینہ یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے اور سنتے ہیں کشتی کو وہاں تک پہنچنے میں بیس یا تیس روز لگیں گے۔ اس لئے ہم نے زیادہ

---

[1] ثرمہ کو انگریزی میں ٹرمینی کہتے ہیں۔ سسلی (صقلیہ) میں اسی نام کے دریا کے دہانے پر صوبہ پلرمو (بلارمہ) میں خاص پلرمو سے مشرق اور جنوب کے گوشے میں ۲۳ میل کے فاصلے پر آباد ہے ۱۸۸۱ء میں (۲۲۷۳۳) کی مردم شماری تھی۔

سامان تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں چھوڑا اور خود تھوڑا سا اسباب لے کر پاپیادہ خشکی کے راستے آگے بڑھے یہ راستہ آمد و رفت کی کثرت اور آبادی کی زیادتی کی وجہ بازار سا معلوم ہوتا ہے اہل نصاریٰ کی جماعتیں کثرت سے آتی جاتی ہیں نصرانی جب راہ میں ہم سے دوچار ہوتے تھے سلام میں سبقت کرتے تھے اہل اسلام کے ساتھ ان کی یہ تواضع اور تالیف جہلا کے لئے بالکل فتنہ کا باعث ہے اللہ تعالیٰ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔

قصر سعید

جب ہم لوگ قصر سعید تک پہنچے تو ماندگی کی شدت سے اسی جگہ شب کو ٹھہر گئے یہاں سے مدینہ (بلارمہ) تین میل ہے۔ یہ قصر بہت خوبصورت دریا کے کنارے پرانے زمانے کا بنا ہوا ہے جس زمانے میں اس جزیرہ کی حاکم ایک مسلمان ملکہ تھی اس نے اپنے عہد حکومت میں اس قصر کو بنوایا تھا جیسے آج تک یہ جگہ اہل اسلام کا ماویٰ اور مسکن ہے قصر کے گرد ایسے ایسے زاہد اور متقیوں کے مزار ہیں۔ جن کے فضائل اور برکات آج تک مشہور ہیں قصر کے نیچے ایک میٹھے پانی کا کنواں ہے اور سامنے ایک چشمہ ہے جس کو عین المجنونہ کہتے ہیں۔ قصر کا دروازہ بہت مستحکم لو ہے کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مکانات اور بالاخانے ہیں۔

مسجد شرمہ

رہنے والوں کے واسطے ہر طرح کی آسائش کی جگہ ہے اور اس کے اوپر ایک نہایت نفیس اور نادرِ زمانہ محراب دار مسجد بھی ہے۔ مسجد میں ایسی نفیس چٹائی کا فرش ہے کہ اس صفت کی چٹائی آج تک ہم نے نہیں دیکھی چھت میں پیتل اور کانچ کی ۴۰ قندیلیں آویزاں ہیں قصر کے سامنے ایک وسیع راستہ قصر کے بالائی حصہ کی طرف چلا گیا ہے اور قصر کے نشیبی حصہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے رات کو اسی مسجد میں ہم ٹھہرے اور ایک مدت کے بعد یہاں ہمارے کانوں میں اذان کی آواز آئی۔ مسجد میں ایک امام بھی ہے اسی نے نماز اور تراویح پڑھائیں۔ یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔

قصر جعفر و شفاخانے

یہاں سے ایک میل پر مدینہ کی جانب اسی طرح کا ایک اور قصر ہے جس کو قصر جعفر کہتے ہیں ان کے اندر پانی کا ایک

حوض ہے اور حوض میں زمین کے سوتوں سے میٹھا پانی نکلتا ہے اس راستہ میں ہم نے بہت سے مکان نصرانی مریضوں کے واسطے بنے ہوئے دیکھے اور ان کی آبادیوں میں مسلمانوں کے شہروں کی طرح شفاخانوں کا عمدہ انتظام پایا۔ چنانچہ عکہ اور صور میں بڑے بڑے شفاخانے ہماری نظر سے گزرے ہمیں اس قوم کی اس تیمارداری پر بڑا تعجب ہوا۔

بلارمہ (پلرمو) کا داخلہ

الغرض صبح کی نماز کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت محافظوں نے ہمیں روکا اور شاہی محل کے قریب جو دروازہ ہے وہاں لے گئے۔ یہاں بادشاہ کی طرف سے ایک معتمد مقرر ہے اور مسافروں کا حال اور مقصود دریافت کرتا ہے۔ شہر میں داخل ہو کر ہم نے بلند دروازے چوڑے چوڑے میدان اونچے اونچے محل۔ وسیع صحن۔ تروتازہ باغیچے اور خدام کے رہنے کے مکان اس کثرت سے دیکھے کہ عقل حیران اور نظر پریشان ہوگئی اس وقت خدائے ذوالجلال کا یہ کلام مقدس یاد آیا۔ ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سقفا من فضۃ ومعارج علیھا یظھرون (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ساز و سامان دنیا ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہے کہ جو لوگ منکر خدائے رحمٰن ہیں ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور چھتوں کے علاوہ چاندی کے زینے کہ ان پر چڑھتے اترتے۔ سورہ زخرف آیت ۳۲) اسی اثنا میں ہماری نظر سے ایک بہت بڑا میدان گزرا جس کے چاروں طرف باغیچے تھے اور میدان کے گرد میں کثرت سے دالان اور کمرے بنے ہوئے تھے۔ گویا اس عمارت سے تمام میدان گھرا ہوا تھا اس عمارت کی کثرت اور مناظر کی بلندی دیکھنے سے سخت تعجب ہوا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ میدان بادشاہ اور اس کے مصاحبوں کے کھانا کھانے کا مقام ہے اور یہ عمارت حکام اور اہل عملہ کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

معتمد شاہی سے ملاقات

اسی جگہ معتمد شاہی اپنے دفتر سے باہر آیا۔ یہ شخص بوڑھا

آدمی ہے۔ اور لمبی لمبی سفید مونچھیں ہیں اس کے چاروں طرف خدام کا ہجوم تھا دو آدمی دونوں طرف سے اس کے دامن اٹھائے ہوئے تھے وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ہم لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بڑی نرمی سے عربی میں ہمارا مقصد اور وطن دریافت کرنے لگا ہم نے اپنا حال بیان کر دیا۔ اس نے اظہار عنایت اور سلام و دعا کے بعد واپسی کی اجازت دی۔ سب سے پہلے اس نے قسطنطنیۃ العظمیٰ کے حالات پوچھے وہاں کے حالات سے ہمیں کچھ آگاہی نہ تھی لاعلمی ظاہر کی چلتے وقت ایک نصرانی نے جو قصر کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ شرارت سے ہمیں آواز دی اور کہا: اے حاجیو! تمھیں اپنے مال کی نگہداشت اہالیانِ محصول سے لازم ہے "۔ اس شخص کو شبہ ہوا کہ شاید ان کے پاس تجارتی مال ہو۔ مگر اس کے جواب میں دوسرے نصرانی نے اسے روکا اور کہا: کیا ممکن ہے کہ جو شخص حرم شاہی میں داخل ہوا اور پھر اس کو کسی قسم کا خوف باقی رہے کچھ تو نے تو[1] اپنا مال ان کے سپرد کیا نہیں ہے "۔ اور ہم سے کہا تم مطمئن ہو کر اپنے مقام کو جاؤ اور کسی طرح کا خوف و تردد نہ کرو۔ اس گفتگو کو سن کر ہمیں بڑا تعجب ہوا اور وہاں سے نکل کر ایک سرائے میں آکر ٹھہرے۔ اس راہ میں قصر سے دور تک ہمیں پٹے ہوئے راستے میں چلنا پڑا اور یہ راہ ایک عظیم الشان کنیسہ پر منتہی ہوتی ہے کہتے ہیں کنیسہ میں بادشاہ کے آنے کے واسطے یہ راہ بنائی ہے۔ ہم اس شہر میں سولھویں رمضان المبارک کو (۲۲ دسمبر) ہفتہ کے دن داخل ہوئے۔

شہر بلارمہ (پلرمو) دارالحکومت صقلیہ

یہ مقام اس جزیرہ کی آبادیوں میں سب سے زیادہ آباد اور سرسبزی اور تازگی میں شہرۂ آفاق ہے آبادی نہایت دلچسپ اور قدیمی ہے۔ عمارتیں بہت بلند اور خوش نما ہیں جس قسم کی خوبیاں انسان تلاش کرے وہ یہاں موجود ہیں۔ ہر طرح کا عیش میسر ہے

---

[1] اصل عربی نسخہ میں یہاں عبارت میں کچھ غلطی ہے۔ اڈیٹر نسخہ عربی نے بھی اپنی معذوری ظاہر کی ہے اور لکھتا ہے کہ قلمی نسخہ میں بھی یہی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

اس بستی کے حسن میں شباب کی رونق نمایاں ہے - ہر قطعہ زمین رشک گلزار ہے کوچہ و بازار نہایت کشادہ ہیں اس کی خوبی سے آنکھوں کو رونق ہوتی ہے - شہر کی ترکیب سب سے نرالی ہے قرطبہ کی آبادی سے کچھ مشابہ ہے - مکانات بالکل سنگ گذاں کے بنے ہوئے ہیں قصروں کی چوٹیوں پر قبوں کا سلسلہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نوجوان کے گلے میں موتیوں کا ہار پڑا ہو - وسط شہر میں ایک نہر رواں ہے - آبادی کے چاروں طرف آب خوشگوار کے چار چشمے ہیں - اس فرانسیسی بادشاہ کو یہ شہر بہت پسند ہے اس لئے اس کو دارالحکومت بنایا ہے یہاں بادشاہ کے رہنے کے بہت سے قصر اور محل بنے ہوئے ہیں اور بہت سے باغ اور میدان سیر و تفریح کے واسطے موجود ہیں - گرجوں پر سونے چاندی کی صلیبیں نصب ہیں - رہبانوں کے واسطے بڑی بڑی جاگیریں مقرر ہیں -

مسلمانان بلارمہ (پلرموں) کے حالات

اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ بہت جلد اس جزیرے کی حالت کو درست فرمائے اور بجائے دارالحرب کے دارالامان بنائے اب بھی یہاں مسلمانوں کے کچھ اسلامی مراسم باقی ہیں مسلمان کثرت سے مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اذان اعلان سے کہتے ہیں - ان کے پڑاؤ اور بازار نصرانیوں سے علیحدہ ہیں - مسلمان اکثر تجارت پیشہ ہیں البتہ دارالحرب کی وجہ سے نماز جمعہ نہیں پڑھتے صرف عیدین کی نماز مع خطبہ کے پڑھا کرتے ہیں - عیدین کے خطبہ میں عباسیوں کے واسطے دعا کرتے ہیں - مسلمانوں کے لئے ایک قاضی بھی مقرر ہے اسی کے سامنے اپنے مقدمات پیش کرتے ہیں ایک جامع مسجد بھی ہے اس میں صرف نماز ہوتی ہے اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں اکثر اس جامع مسجد میں روشنی وغیرہ کرتے ہیں - اس کے سوا اور بہت سی مسجدیں ہیں - اکثر مسجدوں میں معلم قرآن شریف پڑھاتے ہیں - پڑھنے والے زیادہ تر اُن غریب اور مسکین مسلمانوں کے بچے ہیں جو کفار کے ہاتھوں گرفتار ہیں ان کے اہل و عیال اور جان و مال کفار پر حلال ہے - اللہ تعالےٰ ان کی مصیبت اور تحمل کی جزا عطا کرے -

قصر قدیم

اس شہر میں آبادی کا ایک قطعہ قصر قدیم کہلاتا ہے وہ قطع آبادی کے

بیچ میں واقع ہے اور اس کے چاروں طرف جدید آبادی ہے اس سبب سے اس شہر کی قطع بالکل قرطبہ سے ملتی ہوئی ہے۔ قرطبہ کی آبادی کی بھی یہی صورت ہے قصر قدیم میں ایسے خوبصورت مکان اور بالاخانے ہیں جن کے دیکھنے سے نظر کو تازگی اور عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ ہر مکان بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے اور ہر ایک عمارت عالی شان قصر کا نمونہ ہے۔

کنیسۃ الانطاکیہ یہاں ایک بہت بڑا کنیسہ ہے جس کا نام کنیسۃ الانطاکیہ ہے اس کی عمارت کی خوبی تعریف و توصیف سے باہر ہے۔ اندر کی جانب کی تمام دیواریں سونے میں مغرق ہیں۔ بیچ میں جابجا رنگین پتھروں کی چٹانیں لگائی ہیں اور چٹانوں کو سنہری نگوں سے مرصع کیا ہے۔ اس کے بیچ میں سبز نگوں کی ڈالیاں بناکر نہایت خوش قطع بیل بوٹے دکھائے ہیں۔ دیواروں کے بالائی حصہ میں سراسر آئینہ دار کھڑکیاں ہیں جن کی شعاعیں آنکھوں کو تلملاتی ہیں۔ بادشاہ حال کے دادا کے وزیر نے یہ عمارت بہت سا روپیہ خرچ کرکے بنائی تھی۔ گرجا میں ایک بلند مینار رنگین پتھروں کے ستونوں پر قائم ہے اور مینار کی چوٹی پر ایک قبہ ہے۔ وہ بھی بالکل ستونوں پر بنا ہوا ہے۔ یہ مینار دیکھنے میں بہت خوش نما ہے اور اس کو صومعۃ السواری کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جلد اس مینار کو اذان کے شرف سے ممتاز کرے۔

اس گرجا میں میلاد (مسیح علیہ السلام) کے دن جو اُن کا بہت بڑا تہوار ہے بہت سے مرد اور عورتیں جمع ہوئیں۔ عورتوں نے نفیس اور عمدہ ریشمی کپڑے پہنے یہاں کی عورتوں کا لباس مسلمانوں کی عورتوں سے ملتا ہوا ہے۔ زبان نہایت فصیح ہے۔ وہ عورتیں پوشاک کے اوپر بڑی بڑی چادریں اوڑھے منہ پر رنگین نقاب ڈالے پاؤں میں زرین موزے پہنے ہاتھوں میں مہندی لگائے اور کپڑوں کو عطر ملے مسلمان عورتوں کی طرح تمام زینت و زیبائش سے آراستہ ہوکر گرجوں کی طرف روانہ ہوئیں یہ حالت دیکھ کر ہمیں ادیبانہ مذاق کے موافق ایک شاعر کا کلام یاد آیا۔

ان من یدخل الکنیسۃ یوماً یلق فیھا جاذر اً و ظباء

(جو شخص آج کنیسہ میں جائے گا وہاں اس کو ہرن اور پاڑیاں ملیں گی) نعوذ باللہ ایسے باطل اور لغو مقام کی توصیف کرنا یا قید تحریر میں لانا بالکل زبونی عقل اور نقصان فہم ہے اللہ تعالےٰ ایسے مہملات سے محفوظ رکھے اس شہر میں سات روز ہمارا قیام رہا جس سرائے میں ہم مقیم تھے وہ خاص مسلمانوں کے ٹھہرنے کے واسطے معین ہے -

پلرمو سے روانگی

۲۲ر تاریخ (۲۸ر دسمبر) جمعہ کی صبح کو ہم یہاں سے اطرابنش کی جانب روانہ ہوئے - ہم نے سنا ہے وہاں سے دو جہاز ایک اندلس کو اور ایک سبتہ کو جانے والا ہے ان میں حجاج اور مسلمان تاجر کثرت سے ہیں - انھیں میں سے ایک جہاز میں ہمارا ارادہ اسکندرونہ جانے کا ہے -

الغرض یہاں سے روانہ ہو کر راہ میں ایسی خوش نما کھیتیاں اور خوبصورت زمین کے قطعہ دیکھنے میں آئے کہ ہم نے ایسی خوش وضع کوئی زمین نہ دیکھی تھی - اس اراضی کو دیکھ کر ہمیں قرطبہ کے قنبانیہ کا شبہ ہوتا تھا - بلکہ یہاں کی زمین اس سے بہتر اور افضل معلوم ہوتی ہے -

علقمہ

شب کو موضع علقمہ میں ٹھہرے - یہ بستی بہت وسیع ہے - بازار اور مسجدیں بھی ہیں - باشندے سب مسلمان ہیں بلکہ اس راہ کی سب بستیاں مسلمانوں ہی سے آباد ہیں - ہفتہ کی صبح کو یہاں سے کوچ ہوا - راہ میں ایک قلعہ پر سے گزرے جس کو حصن الحمہ کہتے ہیں - یہ بہت بڑی آبادی ہے اس میں گرم پانی کے چشمے بکثرت ہیں - اللہ تعالےٰ نے ان میں ایسے عنصر شامل کر دیا ہے کہ شدت حرارت سے اس کے پانی کو انسان کا جسم تحمل نہیں کر سکتا - ہم یہاں سواری سے اتر کر ایک چشمہ میں نہائے اور بدن کو راحت پہنچائی - عصر کے وقت اطرابنش میں پہنچے اور ایک مکان کرایہ پر لے کر مقیم ہوئے -

---

شہر اطرابنش[1] (جزیرہ صقلیہ)

یہ مقام ایک چھوٹی سی آبادی ہے۔ چار دیواری کبوتر کے سفید پروں کی طرح چمکتی ہے۔ عمدہ بندرگاہوں میں اس کی بندرگاہ کا بھی شمار ہے چونکہ یہاں بہت سے جہاز جمع ہوتے ہیں اس لئے رومیوں کی زیادہ آمدورفت کا مقام ہے خصوصاً برالعدوہ[2] کی طرف جانے کا راستہ بھی ہے۔ یہاں سے ٹونس کو ایک رات دن میں جہاز پہنچتا ہے اور اس سفر کی حالت گرمی اور سردی میں یکساں ہے۔ ہمیشہ اس سفر کے لئے ہوا موافق رہتی ہے۔ اس لئے یہ راہ بہت اچھی ہے۔ اطرابنش میں بازار اور حمام وغیرہ تمام ضروری چیزیں موجود ہیں مگر آبادی دریا کے منہ میں واقع ہوئی ہے اور دریا اس کی جانب منہ پھیلائے ہوئے ہے۔ شہر کے باشندے ہمیشہ خائف اور ہراساں رہتے ہیں کہ مبادا کسی دن دریا کی طغیانی نقصان پہنچائے لیکن کثرت زراعت اور ارزانی کے باعث یہ جگہ انھیں پسند ہے۔ آبادی کے تین طرف دریا محیط ہے صرف ایک جانب بہت تنگ سا راستہ خشکی سے ملا ہوا ہے باشندوں میں مسلمان اور نصارا دونوں ہیں دونوں قوموں کی مسجدیں اور گرجا بنے ہوئے ہیں شہر کی آبادی کے

---

[1] اطرابنش کو انگریزی میں ٹراپانی کہتے ہیں۔ اٹلی کا ایک بندر اور اسی نام کے ضلع کا دارالحکومت جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے انتہائی مغرب وشمال کے گوشے میں اور مارشالا سے مشرق وشمال مشرق کے گوشے میں ۱۹میل کے فاصلہ پر آباد ہے مونٹ سینٹ گولیالو سے مغرب اور مغرب و جنوب کے گوشے میں چار میل کے فاصلے پر ہے۔ آبادی ایک ریتلے جزیرہ نما میں ہے فصیل شہر مع برج اب بھی باقی ہے بندرگاہ کی حفاظت کے واسطے بند بنا ہوا ہے اور ایک چھوٹے سے جزیرے کو کولمبارا میں حفاظت کے لئے قلعہ بھی ہے بندرگاہ میں چار سو ٹن وزنی کشتیاں آسکتی ہیں۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں (۳۲۰۲۰) کی مردم شماری تھی۔

[2] صاحب تقویم البلدان ملک اسمٰعیل کی تحقیق کے موافق برالعدوہ مراکو کے اس ساحل کا نام ہے جو اسپین کے مقابل ہے اور ستبہ (سیوتا) اس کا مشہور معروف بندر ہے۔

شمال و مشرق کے گوشے میں ایک بہت بلند اور وسیع پہاڑ نظر آتا ہے اس پہاڑ کی ایک چوٹی اس سلسلے سے علیٰحدہ معلوم ہوتی ہے اس پر رومیوں کا قلعہ ہے اس قلعہ اور پہاڑ کے درمیان میں آمد و رفت کے واسطے دریا پر پل بنا لیا ہے۔ پل کے پرے پہاڑ میں رومیوں کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جزیرے کے محل کل جزیروں کے محلوں سے خوبصورت ہیں اللہ تعالےٰ یہ مقام مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ اس پہاڑ میں زراعت اور انگور کے باغوں کی کثرت ہے۔

جبل حامد

سنا ہے اس پہاڑ کے سلسلے میں قریب چار سو کے چشمے رواں ہیں۔ پہاڑ کا نام جبل حامد ہے۔ اس کی چڑھائی ایک طرف سے بہت سہل ہے یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جزیرہ شاید اسی پہاڑ کے ذریعہ سے فتح ہونے والا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ مسلمان بغیر اس پہاڑ کے چڑھے ہوئے آرام لیں اسی سبب سے اس قلعہ پر زیادہ تیاری رہتی ہے اور جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے کل رومی اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں پہنچا کر پل توڑ ڈالتے ہیں اور پھر قلعہ اور پہاڑ کے درمیان میں ایک گہری خندق حائل ہو جاتی ہے غرض کہ یہ قلعہ اور شہر عجیب و غریب مقام ہے۔

جزائر ملیطہ، رابسہ اور راہب

طرابنش کی آبادی میدان میں واقع ہوئی ہے اس آبادی میں پانی کمیاب ہے بعض بعض مکانوں میں تھوڑے پانی کے کنوئیں ہیں مگر پانی سب کا کھاری ہے اور پینے کے قابل نہیں پینے کا پانی ایک کنوئیں سے لاتے ہیں جو کچھ فاصلہ پر ہے اس شہر کے غرب میں چھ میل پر دریا کے اندر تین جزیرے برابر ملے ہوئے ہیں ایک کا نام ملیطمہ[1] دوسرے کا یابسہ اور تیسرے کا راہب ہے۔ ان سب جزائر میں یہ آخری جزیرہ آباد ہے باقی سب ویران پڑے ہیں۔ یہ جزیرہ ایک راہب کے نام سے منسوب ہے۔ جس نے اپنے واسطے یہاں ایک بلند مکان بنایا تھا۔ وہ مکان قلعہ کے طور پر بنا ہوا ہے اور دشمن کے واسطے اچھی کمین گاہ ہے۔ الغرض اس بندرگاہ میں ہیں دونوں جہاز مغرب کے جانے والے تیار

[1] انگریزی میں اس کا نام ماری ٹیمو ہے۔

ملے ان میں سے اندلس کو جانے والے جہاز پر سوار ہونے کا ہمارا ارادہ ہے۔

ماہ شوال ۵۸۰ھ

۵ رجنوری کو ہفتہ کی شب میں حاکم اطرابنش کے سامنے گواہوں سے رویت ہلال ثابت ہوئی کیونکہ مدینہ میں لوگوں نے جمعرات کی شب میں رمضان المبارک کا چاند دیکھا تھا اس کے حساب سے آج پورے تیس روز رمضان کے گذر چکے۔ عید کی نماز ہم نے یہاں ایک مسجد میں پڑھی۔ شہر کے کچھ لوگ جو عید گاہ جانے سے معذور تھے اس مسجد میں جمع ہوئے ان کے ساتھ ہم نے بھی مسافرانہ نماز ادا کی (اللہ تعالیٰ سب مسافروں کو اپنے وطن کو پہنچائے) باقی شہر کے سب مسلمان اپنے اپنے حکام اور سرداروں کے ساتھ عیدگاہ کو گئے اور وہاں سے نماز پڑھ کر نقارے اور نفیریاں بجاتے ہوئے واپس آئے ان کے اس تجمل اور نصرانیوں کے تحمل پر ہمیں بہت تعجب ہوا۔

جنگی بیڑے کی روانگی قصہ کوتاہ ہم نے اندلس جانے والے جہاز کا کرایہ ادا کرکے زاد راہ کا بندوبست شروع کیا۔ اس عرصہ میں صقلیہ کے بادشاہ کا حکم سب بندرگاہوں میں پہنچا کہ کوئی جہاز بندرگاہ سے آگے نہ بڑھنے پائے اس لئے کہ اس کے جنگی جہازوں کا بیڑہ کسی طرف کو جانے والا ہے۔ جب وہ بیڑا نکل جائے گا اس وقت اور جہازوں کی نقل و حرکت کی اجازت ہوگی۔ سنا ہے اس بیڑے میں تین سو جنگی جہاز اور سو کشتیاں خورد و نوش کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسکی کوشش کو ناکام کرے اور اسکی گھاتت اسی پر ختم ہو۔ اس خبر کے سنتے ہی رومی جنوی لوگ جو مغرب کو جانے والے جہازوں کے مالک ہیں اپنے جہازوں کو نکال لے جانے کے واسطے جہازوں پر چڑھ گئے اطرابنش کے حاکم کی طرف سے ان کی داروگیر ہوئی۔ آخر بہت سی رشوت دے کر اس کو رضامند کیا اب صرف ہوا کی موافقت کا انتظار ہے۔

والیٔ قسطنطنیہ کے شہزادہ کی روپوشی

آج ایک اور وحشت ناک خبر مغرب کی طرف سے سننے میں آئی یعنی مالک میورقہ نے بجایہ پر فتح پائی۔ اللہ تعالےٰ اس خبر کو غلط کرے اور مسلمانوں کو عافیت نصیب کرے۔ صاحب صقلیہ کی فوج کشی کے بارے میں یہاں کے لوگوں کے مختلف خیالات ہیں بعض کے نزدیک اسکندریہ بعض کے نزدیک میورقہ اور بعض کے خیال میں افریقہ کی جانب فوج جانے والی ہے۔ حالانکہ افریقہ سے اس بادشاہ کا عہد نامہ ہو چکا ہے لیکن یہاں لوگوں کا یہ گمان ہے کہ شاید وہاں کے وحشت ناک واقعات سن کر اس کافر نے بد عہدی کا ارادہ کیا ہو مگر یہ گمان بعید از قیاس ہے اس لئے کہ یہ بادشاہ اپنے عہد پر قائم نظر آتا ہے بعض کی یہ بھی رائے ہے کہ شاید قسطنطنیہ العظمیٰ کو جاتا ہو۔ اس واسطے کہ اس کے متعلق ایک نیا معاملہ پیش آچکا ہے اور اس واقعہ کا بیان طبیعتوں کے واسطے بشارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول پاک کی شہادت ہے۔ یہ قصہ اس طرح مشہور ہے کہ والیٔ قسطنطنیہ مر گیا اور اس نے اپنا ملک اپنی بی بی کے سپرد کیا اس عورت سے ایک صغیر السن لڑکا بھی تھا۔ اس کے چچیرے بھائی نے ملک کا دعویٰ کیا۔ عورت کو تو مار ڈالا اور بچے کو قید کر لیا۔ قاتل کے بیٹے نے رحم کھا کر اس بچے کو چھوڑ دیا حالانکہ اس کے باپ نے اس کے قتل کی تاکید کی تھی۔

شہزادے کی ملازمت

یہ بچہ رہائی پا کر وہاں سے بھاگا اور بہت سی مصیبتیں جھیل کر صقلیہ میں آگیا یہاں ذلت و خواری کی حالت میں ایک راہب کی نوکری قبول کر لی مدت تک اسی حالت میں پوشیدہ رہا ایک مرتبہ شاہ صقلیہ نے اس کو بلا کر گفتگو کی مگر گفتگو کے بعد یہی سمجھا گیا کہ وہ راہب کا خادم یا غلام ہے لیکن رومی جنویوں کی زبانی جو قسطنطنیہ کو جاتے ہیں ہم نے اس لڑکے کی نسبت ملوکانہ آثار سنے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز کسی خاص جلسہ میں شاہ صقلیہ کی سواری نکلی سب لوگ صفیں باندھ کر سلام کے واسطے کھڑے ہوئے۔ یہ لڑکا بھی

اس جماعت میں موجود تھا۔ شاہی سواری دیکھ کر سب گھبرا گئے اور بڑی تعظیم سے جھک جھک کر سلام کرنے لگے مگر اس لڑکے نے سلام کے اشارہ کے سوا اور کوئی تعظیم کی رسم ادا نہ کی۔ بادشاہ کو خیال ہوا کہ شاید اسکی ہمت ملوکانہ نے عام طریقے میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اس روز سے بادشاہ نے اس کی خبرگیری شروع کی اور اس کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا تا کہ اس کا چچیرا بھائی کسی حیلہ سے اسے ہلاک نہ کرا دے۔

والیٔ قسطنطنیہ کا قبول اسلام

اس لڑکے کی ایک خوبصورت بہن بھی تھی اس پر اس کا چچیرا بھائی مبتلا ہو گیا۔ مگر اہل روم میں عزیزوں میں عقد کرنے کا دستور نہیں ہے اس لئے اس لڑکی کا عقد نہ ہو سکا مگر غلبہ شوق اور سعادت ازلی نے اسے اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ امیر مسعود حکمران دروب اور قونیہ کے پاس ملتجی ہوا۔ اس سے پہلے اس کتاب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ والیٔ قسطنطنیہ اس امیر کا باج گزار رہتا ہے غرض کہ والیٔ قسطنطنیہ اپنی مطلوبہ کے ساتھ اس بادشاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور صلیب زرین کو آگ میں جلا کر پاؤں سے کچل ڈالا۔ ان لوگوں میں اپنے مذہب سے انحراف کی یہ بڑی علامت ہے۔ اس کے بعد اپنی محبوبہ سے نکاح کیا اور لشکر اسلام کو اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ میں آیا یہاں نصرانیوں سے بہت جنگ ہوئی پچاس ہزار کے قریب رومی مارے گئے۔ فرقہ اغریقیون نے مسلمانوں کی اعانت کی۔ یہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں اور ان کی زبان عربی ہے ان سے اور سب دوسرے نصرانی فرقوں سے پوشیدہ دشمنی ہے وہ سور کا گوشت کھانے کو بہت برا جانتے ہیں۔ انھیں اپنے دشمنوں کے قتل سے نہایت خوشی ہوئی۔

فتح قسطنطنیہ کی خبر

اللہ تعالےٰ نے ان کافروں کی بیخ کنی انھیں کے ہاتھوں سے بآسانی کرا دی آخر کار مسلمانوں نے قسطنطنیہ پر فتح پائی اور تمام مال و اسباب غنیمت جسکی تعداد حساب سے باہر ہے امیر مسعود صاحب دروب کی خدمت میں بھیجا گیا اور امیر کی طرف سے قسطنطنیہ میں چالیس ہزار مسلمان فوج مقرر ہوئی

اور بلاد روم کے جو اضلاع امیر کے ماتحت تھے وہ قسطنطنیہ میں شریک کر دیئے گئے اگر یہ خبر صحیح ہے تو قیامت کی نشانیوں میں سے اعلیٰ درجہ کی ایک نشانی ہے۔ اصلی حال کا تو خدا کو علم ہے۔ مگر یہاں ہر مسلمان اور نصرانی کی زبان پر یہ خبر گرم ہے اور یہاں والوں کو اس کا پورا یقین بھی ہے اس لئے کہ یہ خبریں قسطنطنیہ سے آنے والے جہازوں کے ذریعہ سے یہاں پہنچی ہیں۔ مدینہ میں داخلہ کے وقت شاہی معتمد نے پہلے ہم سے یہی خبر دریافت کی تھی۔ ہمیں اس کا علم نہ تھا اس لئے اس کے سوال کا مطلب ہم نہیں سمجھے تھے۔ اب اس بات کا پتہ معلوم ہوا۔ یہاں والوں کو صاحب قسطنطنیہ یعنی اس لڑکے کی زبانی اور نیز بعض ان لوگوں کی زبانی جو اس کے قتل کے واسطے شاہ قسطنطنیہ کے مرسلہ آئے تھے اس امر کی تحقیق ہو چکی ہے انھیں خطرات کے باعث شاہ صقلیہ نے اس لڑکے کی حفاظت اور نگہبانی کا زیادہ اہتمام کیا ہے ممکن نہیں کہ کوئی چشم زخم اس کو پہنچ سکے ہم نے سنا ہے یہ لڑکا کمسن نوجوان۔ سرخ و سفید، نازک اندام، جوش جوانی میں چور اور نشہ نوعمری سے سرشار آداب سلطنت سے خوب واقف اور علم عربی سے ماہر ہے۔ چہرے سے آثار سرداری نمایاں ہیں غرض کہ عام طور پر یہ خیال ہے کہ اسی لڑکے کی حمایت میں شاہ صقلیہ قسطنطنیہ پر فوج کشی کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اسے ناکامی اور نقصان کے ساتھ پسپا کرے اور اس کے مذہب کے وبال کا مزہ چکھائے یا باد مخالف کو اس کے جہازوں پر مامور کرے تاکہ کل جہاز لقمۂ دریا ہو جائیں اور اس قسطنطنیہ والی خبر کو اپنی عنایت سے سچا فرمائے یہ خبر بھی عجائبات میں سے ہے۔

ماہ ذی القعدہ ۵۸۰ھ

ابن زرعہ کا ارتداد

۴ر فروری کو پیر کے دن چاند دکھائی دیا۔ ہم ہنوز اطرابنش میں جاڑے کی فصل کے ختم کے منتظر ہیں اس لئے کہ جس جہاز میں ہم سوار ہونے والے ہیں اس کے لئے وہی زمانہ موافق ہے اس مدت قیام میں یہاں کے ہمیں بہت سے حالات معلوم ہوئے اور ان کی آگاہی سے سخت افسوس ہوا یعنی اس نواح کے

مسلمانوں کی بندگان صلیب کے دست حکومت میں گرفتاری اور حکومت کی سختی سے انکی ذلت وخواری بیان کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کے لئے جن کی قسمت میں شقاوت ازلی مقدر ہو چکی ہے۔ اس تشدد کا نتیجہ اپنے دین و مذہب سے مفارقت ہوتی ہے چنانچہ ایک عبرت ناک قصہ اسی زمانہ کا سنا گیا کہ علمائے اسلام میں سے ایک شخص مدینہ (بلارمہ) کا رہنے والا جس کا نام ابن زرعہ ہے کسی شاہی مطالبہ میں گرفتار ہوا اس پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ ناچار اس نے دین اسلام سے مرتد ہوکر مذہب نصارا قبول کیا چند روز میں انکی دینیات کی کتابیں دیکھ کر انجیل وغیرہ حفظ کرلی اور علمائے نصاریٰ میں داخل ہوگیا اور ان کے مذہب کے موافق احکام جاری کرنے لگا۔ بلکہ بعض اوقات حسب ضرورت شریعت اسلام کے موافق بھی فتوے دیتا ہے اور اپنے شاگردوں کو دونوں شریعتوں کے احکام سکھاتا ہے اس کے مکان کے قریب اس کی اپنی مسجد تھی اسے توڑ کر کنیسہ بنالیا اللہ تعالےٰ اس شقاوت اور بدنصیبی سے بچائے۔ لوگوں کا خیال ہے اس نے اپنا مذہب پوشیدہ رکھا ہے کاش یہ بات صحیح ہو۔ اور اس بزرگ کی حالت اس آیت شریف کے تحت حکم مقدر ہوئی ہو۔ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان (جو شخص کہ کفر پر مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف مطمئن ہو اس سے کچھ مواخذہ نہیں۔ سورہ نحل آیت ۱۰۶)

سیّد ابوالقاسم بن حمود کی رہائی

آجکل اس شہر میں سید ابوالقاسم ابن حمود عرف ابن الجراس جزیرہ کے قدیمی سرداروں کی اولاد میں سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کے افعال خیر اور اعمال صالح نفقات وصدقات، رہائی اسیران، مسافر حاجیوں کی دستگیری وغیرہ کے حالات بہت معروف ومشہور رہیں ان کے آنے سے تمام شہر میں ہل چل مچ گئی۔ اس لئے کہ یہ مدت سے شاہ صقلیہ کے پاس اپنے دشمنوں کی افترا پردازی سے ایک الزام میں نظر بند تھے ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ یہ بزرگ جماعت موحدین (اہل اسلام اندلس) سے خط و کتابت رکھتے ہیں ان پر ایسی حراست مقرر کی گئی تھی کہ رہائی کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ انھوں نے اس زمانہ حراست میں تمام مکانات اور املاک وغیرہ فروخت کر کے تیس ہزار دینار مومنیہ کے قریب تاوان دیئے صرف تھوڑا سا مال باقی رہا تھا کہ شاہ صقلیہ کو ان کی حالت پر رحم آیا

اور اس مواخذہ سے بری کر کے اپنی سلطنت کا کوئی بڑا کام ان کے سپرد کر دیا ۔ انھوں نے بمجبوری قبول کیا۔

ابن حمود سے ملاقات

جب یہ صاحب یہاں تشریف لائے تو انھیں ہم لوگوں سے ملاقات کی بھی رغبت ہوئی ان کی زبانی ہمیں اس جزیرے کے اندرونی حالات اور دشمنان دین کے ہاتھوں مسلمانوں کی مجبوری کی کیفیت پوری پوری معلوم ہوئی ان حالات کے سننے سے دل پگھلا جاتا تھا اور آنکھوں سے ایک دریا امنڈتا تھا۔ ان بزرگوار نے بڑی حسرت کے ساتھ بیان کیا کہ اگر کوئی مجھے میرے اہل وعیال سمیت مول لے کر اس دیار نامبارک سے بلاد اسلامیہ میں پہنچا دے تو مجھے اس ذلت وخواری سے یہ غلامی بدرجہا بہتر ہے۔ باوصف کثرت اہل وعیال جب ایسے صاحب منصف اور عالی رتبہ شخص کا یہ مقولہ ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا! ہم نے ان کے اور تمام جزیرے کے مسلمانوں کے واسطے دعاء مانگی تمام اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس مصیبت زدہ جماعت کے واسطے دشمنوں کے ہاتھوں سے رہائی پانے کی ہر مبارک موقع پر دعا کریں۔ غرض کہ ان بزرگ کی خدمت سے ہم لوگ باچشم پرآب رخصت ہوئے اور ان کی ہمت، شرافت بردباری اور خلق وتواضع سے سب کے دل خوش ہوئے۔ ان کے بھائی بندوں کے مکانات بلارمہ میں نہایت بلند اور خوش قطع ہیں اور ان کی عزت بھی وہاں بہت زیادہ ہے خصوصاً ان بزرگوار کی حالت سب سے افضل ہے نصرانیوں میں ان کے اعزاز کا زیادہ تر یہ سبب ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص نصرانی ہوگیا تو انکی اتباع میں تمام جزیرے کے مسلمان اپنے مذہب سے پھر جائیں گے اللہ تعالےٰ انھیں مع تمام مسلمانوں کے گمراہی سے اور اس قوم کے دست تظلم سے نجات عطا کرے یہ بزرگ جس دن سے اس شہر میں آئے ہیں مفلس اور نادار حجاج کی تیمارداری میں معروف ہیں کسی کے زادراہ کا اور کسی کے جہاز کے کرایہ کا انتظام کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی اس کوشش و ہمت کی جزائے خیر عطا کرے۔

ملکہ اقریطش (کریٹ) کا جبر وتشدد

اس جزیرے کے مسلمانوں کی مصیبت کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی یا اولاد پر ناراض ہوکر تنبیہ کرے اور وہ بچّہ یا عورت غیرت کھاکر کنیسہ میں جاکر نصرانی ہوجائے تو پھر اسکے والدین یا شوہر کو اس پر کوئی حق نہیں رہتا جس قوم کو اپنے اہل وعیال میں اس قسم کے تصرفات اور فتنہ

کا خوف ہو اسکی مصیبت کا ہر ذی ہوش اندازہ کر سکتا ہے یہ لوگ رات دن اہل وعیال کی مدارات کرتے رہتے ہیں کہ مبادا کسی موقع پر کوئی اس قسم کے فتنہ میں گرفتار نہ ہو جائے بلکہ بعض عاقبت اندیشوں کا یہ خیال ہے کہ مبادا کسی موقع پر تمام مسلمانوں کو ایسی بلا میں مبتلا ہونا پڑے جس طرح جزیرہ اقریطش کے باشندے مصیبت میں پڑے ہیں۔ جزیرہ اقریطش کی ملکہ نے وہاں کے مسلمانوں پر رفتہ رفتہ ایسی سختیاں کیں کہ کل قوم کو مجبوراً نصرانی ہونا پڑا صرف چند لوگوں نے جن کے مقدر میں اللہ تعالےٰ نے سعادت تحریر فرمائی تھی وہاں سے بھاگ کر نجات پائی۔ باقی گمراہوں پر وعید عذاب صادق ہوا۔

ایک مسلمان لڑکی کا واقعہ ان لوگوں کی مصیبت کے اندازہ کرنے کا ایک اور معاملہ پیش آیا اس کے بیان سے جی پھٹتا ہے اور زہرا پانی ہوتا ہے ایک روز اس شہر کے کسی دولت مند نے ہمارے گروہ کے ایک حاجی کے پاس اپنے لڑکے کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ میری ایک صغیر السن لڑکی بلوغ کے قریب ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو خود اس کے ساتھ نکاح کر لو ورنہ اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنے ملک میں جس کے ساتھ مناسب سمجھو عقد کر دینا اسلئے کہ یہ لڑکی ممالک کفار سے بیزار ہے اور اسے دیار اسلام کے شوق نے مفارقت اقربا پر رضامند کر دیا ہے اور اسکا باپ اور بھائی اس امر پر راضی ہیں تاکہ علائق کی کمی کے سبب انھیں بھی اس کفرستان سے نکلنے کا کوئی موقع ملے ہمارے ساتھی نے اس درخواست کو قبول کیا اور ہم لوگوں نے بھی اسے اس کار خیر پر آمادہ ہونے کی ترغیب دی مگر ہمیں ان لوگوں کی مجبوری پر سخت تعجب ہوا کہ ایسی ودیعت قلبی کو ایک مسافر کے حوالے کرنے اور اسکی مفارقت پر صبر کرنے پر انھیں کس مصیبت نے مجبور کیا ہے۔ اسی طرح اس لڑکی کے ارادے پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس نے فقط دیار اسلام کے شوق میں اپنے اعزہ اور وطن کی مہاجرت گوارا کی سنا ہے جب اس لڑکی کے والد نے اس لڑکی سے اس بارہ میں مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ اگر ایسے موقع پر بھی تم مجھے نہ جانے دوگے تو خدا کے ہاں میرے معاملہ میں تم سے سوال کیا جائے گا اللہ تعالےٰ اس لڑکی کو آفات سے بچائے اور اس کے امور کی کفالت کرے اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے پھر شادکام فرمائے اس لڑکی کے کئی حقیقی بہن بھائی موجود ہیں اور ماں مر چکی ہے۔

ماہ ذی الحجہ ۵۸۰ھ

کئی روز سے مطلع پر ابر محیط تھا اس لئے ہمیں ذی القعدہ کے پورے تیس روز شمار کرنا پڑے لیکن تیس دن پورے ہونے کے بعد بدھ کی شب میں ۲۶ مارچ کو اتفاقاً چاند بھی دکھائی دیا۔

چاند کسی قدر بڑا ہے اسی وجہ سے شب گذشتہ یعنی منگل کی شب کا مانا گیا ہم لوگ ہنوز اطرابنش میں ہوا کی موافقت کے منتظر ہیں۔

اطرابنش سے روانگی

۹ر تاریخ (۱۳ر مارچ) عرفہ کے دن ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے صبح کو ہم نے جہاز ہی میں عید کی جہاز میں صرف پچاس مسلمان ہیں اور جہاز کی روانگی میں ابھی ہوا کی موافقت کا انتظار ہے رات کو سب جہاز میں سوتے ہیں صبح کو خشکی میں چلے آتے ہیں بارہ روز اسی طرح گزرے آخر کار ۲۱ر اپریل (۲۵ر مارچ) پیر کی صبح کو جہاز کا لنگر اٹھا ہمارے ساتھ دو اور رومی جہاز ہیں یہ تینوں جہاز آگے پیچھے دریا میں جا رہے ہیں جب یہ جہاز جزیرہ راہب کے پاس پہنچے کسی قدر ہوا کا رخ بدل گیا اور ہمارے جہازوں کو اس جزیرہ میں ٹھیرنا پڑا یہ جگہ اطرابنش سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں اتفاق سے مرکون جنوی جہاز اسکندریہ سے آیا ہوا ملا اس میں ہمارے ساتھیوں میں سے قریب دو سو مغربی کے سوار ہیں یہ لوگ سال گزشتہ کے ذی الحجہ میں مکہ معظمہ میں ہم سے جدا ہو گئے تھے اس وقت سے آج تک ہمیں اسکی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔

مولوی ابوجعفر سے ملاقات

اس جماعت میں ہمارے دوست مولوی ابوجعفر بن سعید غرناطہ کے رہنے والے بھی ہیں جو مکہ معظمہ میں ہمارے مہمان تھے ان لوگوں نے ہمیں دیکھ کر اپنے جہاز کے کناروں سے جھک جھک کر خوب نعرہائے خوشی بلند کئے اور سلامتی و عافیت کی مبارکباد دی دونوں گروہ ایک دوسرے کی ملاقات سے خوش ہوئے۔ بلکہ فرط خوشی سے رونے لگے ادھر کے کچھ لوگ اُدھر گئے اور اُدھر سے اِدھر آئے ہمارے حق میں یہ دن گویا عید سے بھی بڑھ گیا ساری رات فرحت و سرور میں بسر ہوئی اس اجتماع غیر مترقبہ سے ہم نے اپنے وطن میں بعافیت پہنچنے اور اہل و عیال سے ملنے کا تفاول کیا۔

جزیرہ سردانیہ

۲۲ر تاریخ منگل کے دن ہوا موافق چلنے لگی اور یہ چاروں جہاز آگے پیچھے جزیرہ اندلس کی جانب روانہ ہوئے دن بھر نہایت اچھی ہوا چلتی رہی اور اس کی وجہ سے جہاز کی رفتار بہت تیز اور سبک ہے اہل جہاز کو اندلس کے شوق میں یہ اضطراب ہے کہ اگر بس چلے تو ایک دم جہاز کو اڑائے جائیں۔ دوسرے روز غربی ہوا نے ہمارے سامنے سے زور باندھا اور جہاز کو پلٹا کر پھر جمعرات کی شب راہب میں پہنچا دیا۔ یہاں سے جمعہ کی شام کو ہمارا کیلا جہاز اور جہازوں کو چھوڑ کر دوبارہ روانہ ہوا راستہ میں موافق ہوا اس شدت سے چلی کہ جہاز کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ تھا اتوار کی صبح کو یک

بیک جزیرہ سردانیہ کا ساحل نظر آیا لوگوں کو اس جزیرہ کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی اور ہر شخص کو اس حسن اتفاق سے اور بھی تعجب ہوا کہ ہمارے جہاز نے جزیرہ کے ساحل کو سو میل کے قریب طے کر لیا اس حساب سے ایک دن اور دو راتوں میں اس جہاز نے پورے پانچ سو میل کی مسافت طے کی یہاں پہنچ کر ہوائے موافق رک گئی اور ایسی ہوا چلنے لگی جس کے جھونکوں نے ۲۸ تاریخ دیکم اپریل) پیر کی شب میں جہاز کو افریقہ کے ساحل کی طرف پہنچا دیا صبح کو جزیرہ جالطہ کے کنارے ہم نے جہاز کو باندھا یہ جزیرہ آجکل ویران ہے سنا ہے اس سے پہلے آباد تھا۔ اس جزیرہ کی ویرانی کے باعث ہمیں یہاں ٹھہرنے میں سخت پس و پیش تھا مگر اللہ تعالےٰ نے ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رکھا یہاں ابر و بارش کی وجہ سے چار روز ٹھہرنا پڑا اللہ تعالےٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہے۔

ماہ محرم ۵۸۱ھ

جزیرہ یابسہ

مطلع صاف نہ ہونے سے پورے تیس روز کا ذی الحجہ مانا گیا۔ ۴ر اپریل کو جمعرات کی شب کا چاند قرار دیا گیا جمعہ کی شب میں مشرقی ہوا کی کچھ رمق معلوم ہوئی۔ اور ہمارا جہاز اس جزیرے سے آگے بڑھا۔ تھوڑی دیر تک تو ہوا نرم چلتی رہی پھر تیز ہو گئی جہاز کی رفتار اعتدال سے بڑھ گئی۔ جیسے ہم نے دریائی سفر شروع کیا ہے ہر گھڑی ہماری نظر اس ہوا کے شوق میں مشرق ہی کی جانب لگی رہتی ہے لیکن ہمیشہ انتظار کرتے کرتے اس ہوا کی رمق اس وقت محسوس ہوئی ہے جب اس پر عنقائے مغربی کا نام صادق آگیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس نیسان کے مہینے میں ہوا ایسی چلائی کہ ہمارے سارے انتظار کی تلافی ہو گئی دو روز تک یہ ہوا بڑے زور سے چلتی رہی اور جہاز کی رفتار خوب تیز رہی جزیرہ سردانیہ ہماری داہنی جانب رہ گیا اور جہاز اسکی حدود سے آگے نکل گیا اسکے بعد مختلف ہوائیں چلنی شروع ہوئیں اور جہاز ادھر ادھر بھٹکنے لگا کسی طرف خشکی کا کنارہ نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے ہمیں خوف ہوا کہ مبادا ہوا کے جھونکے برشلونہ میں نہ پہنچا دیں مگر اللہ نے اس خطرہ کو بھی دفعہ کیا۔ ار تاریخ ہفتہ کی شب ہم کو دور سے جزیرہ یابسہ نظر آیا ہمیں تو اس کے دیکھنے کی امید ہی نہ رہی تھی جب دن نکلا تو جزیرہ صاف نظر آنے لگا اور رات کو ہمارا جہاز اس کی بندرگاہ میں داخل ہوا یہاں داخلہ کے وقت ہوا کی مخالفت سے بڑی دقت اٹھانی پڑی یہاں سے شہر چار یا پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔

ہمارے جہاز کا لنگر جزیرہ فرمنتیرہ[1] کے کنارے ہوا ہے یہ مقام جزیرہ یابسہ سے علیحدہ ہے اس میں بہت سے گاؤں آباد ہیں یہاں سے قریب دو پہاڑ نظر آتے ہیں اور وہ دونوں جدا جدا ہیں ان میں سے ایک کو شیخ اور دوسرے کو عجوز کہتے ہیں آج ہی غروب کے قریب ہمیں اندلس کے پہاڑ نظر آئے ان میں سب سے قریب دانیہ کا پہاڑ دکھائی دیا جسکو قاسون کہتے ہیں اس کے نظارہ سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوا صبح کو اس بندر میں غربی ہوا چلتی رہی اور ہم لوگ عنایات الٰہی سے موافق ہوا کے امیدوار ہیں۔

قرطاجنہ

۱۳ر تاریخ منگل کے روز شرقی ہوا خفیف خفیف شروع ہوئی اور جہاز کا لنگر اس جزیرہ سے اٹھا لیکن ہوا کی خفت اور کمی سے سب کو خوف ہوا اور جناب الٰہی میں ہوا کی قوت کی دعا مانگتے ہیں۔ اب دانیہ کا پہاڑ ہمارے سامنے نظر آتا ہے غرض کہ خدا کی عنایت سے یہ ہوا اسی طرح چلتی رہی ۱۵ر تاریخ جمعرات کی شام کو ہم قرطاجنہ میں بخیر و عافیت پہنچے اور جہاز سے اتر کر شکر ادا کیا یہاں سے ۱۶ر تاریخ نماز جمعہ کے بعد روانہ ہوکر قرطاجنہ کے پڑاؤ میں پہنچے اور ہم نے مقام برج الثلاثتہ صہاریج میں قیام کیا ہفتہ کے روز یہاں سے ہم مرسیہ پہنچے اور وہاں سے لیرالہ میں آئے اتوار کے دن لورقہ میں اور پیر کو منصورہ گئے منگل کو یہاں سے چل کر تناشس بسطہ میں پہنچے وہاں سے آگے بڑھ کر بدھ کے دن وادی آش میں مقیم ہوئے۔

غرناطہ

یہاں سے روانہ ہو کر ۲۲ محرم (۲۵ر اپریل) کو جمعرات کے دن غرناطہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالےٰ کے افضال و اکرام کا بے حد شکر ادا کیا ہمارے سفر کی مدت یوم روانگی سے آج تک پورے دو برس اور ساڑھے تین مہینے ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس مدت میں تمام آفات سے بچایا ہمیں اپنے وطن میں صحیح و سالم پہنچایا اس کے انعام بے بہا نہایت پر ہزاروں شکر اور اس کے رسول پاک پر مع آل مطہرین و اصحاب مکرمین رضوان اللہ علیہم اجمعین بے حساب اور بے شمار درود و سلام نثار ہو۔

فالقت عصاها و استقر بها النوی ۔۔۔ کما قر عینا بالایاب المسافر

(اس نے ہاتھ سے لکڑی ڈال دی اور مقصد کو پہنچی جسطرح کہ مسافر کی اپنے وطن میں پہنچ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔)

---

[1] انگریزی میں فلار مینٹرز (FLOR MENTERA) نام ہے یہ جزیرہ بھی جزائر بلیرک میں شمار ہوتا ہے۔ طول البلد مشرقی ایک درجہ ۲۲ دقیقہ اور ایک درجہ ۲۷ دقیقہ کے درمیان میں واقع ہے۔ قطع وضع میں جزیرہ یابسہ سے بہت مشابہ ہے۔ ؛

ہماری کتابیں ایک نظر میں

تاریخ ابن خلدون	
اردو ترجمہ حکیم احمد حسین الہ آبادی	
پہلا حصہ۔ رسولؐ اور خلفائے رسولؐ	۱۵٫۰۰
دوسرا حصہ۔ خلافت معاویہ اور آل مروان	۱۵٫۰۰
تیسرا حصہ۔ خلافت بنو عباس (اول)	۱۱٫۰۰
چوتھا حصہ۔ خلافت بنو عباس (دوم)	۱۱٫۰۰
پانچواں حصہ امیران اندلس اور خلفائے مصر	۱۶٫۰۰
چھٹا حصہ غزنوی اور غوری سلاطین	۱۵٫۰۰
ساتواں حصہ سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین	۱۲٫۰۰
تاریخ اسلام	
مصنفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	
تاریخ اسلام اول	۱۵٫۰۰
تاریخ اسلام دوم	۱۵٫۰۰
تاریخ اسلام سوم	۱۵٫۰۰
خلافت بنو امیہ	
حصہ اول	۱۲٫۰۰
حصہ دوم	۱۲٫۰۰
زاد المعاد اول	۱۱٫۰۰
زاد المعاد دوم	۹٫۷۵
زاد المعاد سوم	۱۶٫۰۰
زاد المعاد چہارم	۱۲٫۰۰
مغلیہ دور حکومت	
حصہ اول	۱۱٫۰۰
حصہ دوم	۹٫۰۰
حصہ سوم	۱۵٫۰۰
حصہ چہارم	۱۱٫۷۵
تاریخ غرناطہ	
حصہ اول	۱۲٫۰۰
حصہ دوم	۱۲٫۰۰
تاریخ فاطمین مصر	
حصہ اول	۹٫۹۰
حصہ دوم	۹٫۹۰
تاریخ الخلفا	۱۲٫۰۰
فتوح البلدان	۱۸٫۰۰
امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی	۱۵٫۰۰
حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ	۲۰٫۰۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ	۶٫۷۵
عمرو بن العاص	۱۲٫۰۰
صحابیات	۶٫۷۵
طبقات اولیاء	۱۵٫۰۰
زبدۃ البخاری	۱۲٫۹۰
الادب المفرد	۹٫۹۰
سفینۃ الاولیاء	۷٫۷۵
سیرت محمدیہ	۱۲٫۰۰
امام ابن القیم	۱۵٫۰۰
فقہ الاسلام	۱۵٫۰۰
دعوت اسلام	۱۰٫۰۰
فلسفۃ الاسلام	۶٫۷۵
انسان کامل	۱۲٫۰۰
امیر تیمور	۱۲٫۰۰
تحقیق الجہاد	۱۲٫۰۰
شاہجہاں کے ایام اسیری	۱۲٫۰۰
مآثر عالمگیری	۱۵٫۰۰
اقبال نامہ جہانگیری	۱۵٫۰۰
تاریخ فیروز شاہی	۸٫۲۵
سفرنامہ ابن بطوطہ اول	۱۱٫۰۰
دوم	۱۳٫۰۰
آئینہ حقیقت نما	۱۵٫۰۰
عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن	۱۲٫۰۰
نظام الملک طوسی	۱۵٫۰۰
البرامکہ	۱۵٫۰۰
کتاب الروح	۹٫۹۰
الاحکام السلطانیہ	۱۱٫۰۰
تاریخ تمدن اسلام	۲۰٫۰۰
اسلامی معاشیات	۱۵٫۰۰
تجدید دین کامل	۹٫۹۰
تجدید معاشیات	۹٫۹۰
تاریخ فلاسفۃ الاسلام	۸٫۰۰
تعلیم غوثیہ	۱۶٫۰۰
تاریخ طبری	
(مکمل نو حصوں میں)	
حصہ اول	۱۶٫۰۰
حصہ دوم کا اول	۱۵٫۰۰
حصہ سوم (کا دوم)	۱۶٫۰۰
حصہ چہارم	۱۵٫۰۰
حصہ پنجم	۱۶٫۰۰
حصہ ششم	۱۶٫۰۰
حصہ ہفتم	۱۶٫۰۰
حصہ ہشتم	۱۶٫۰۰
حصہ نہم	۱۲٫۰۰
تصوف و سلوک	۸٫۲۵
تجدید تعلیم و تبلیغ	۶٫۰۰
علم الکلام اور الکلام	۱۱٫۰۰
گلشن بے خار	۹٫۰۰
فلسفہ عجم	۴٫۰۰
تذکرہ شاہ ولی اللہ	۴٫۲۵
حضرت ابوذر غفاری	۴٫۲۵
صنم خانہ عشق	۹٫۹۰
سیاست نامہ	۷٫۰۰
الدین القیم	۴٫۲۵
داستان کربلا	۴٫۰۰
تاجدار دو عالم	۳٫۷۵
مکاتیب امام غزالی	۳٫۷۵
شعور و لاشعور	۳٫۷۵